ماڈرن بکس نمبر (۳)

سوویٹ روس

از

محمد کلیم اللہ

پبلشرز

ماڈرن بک ڈپو

پبلشرز اینڈ بک سیلر
سلطان بازار حیدرآباد دکن

سنہ ۱۹۴۲ء مطبوعہ انتظامی پریس قیمت تین روپے

عرض حال

عالمی سامراج - رجعت پسندی اور بربریت کے بے پناہ سیلاب کو روک کر سوویٹ یونین نے نہ صرف نازی درندوں کے عالمگیر تسلط کے ناپاک ارادوں کو خاک میں ملا دیا ہے بلکہ ساری دنیا کے آزادی پسند عوام کی قیادت اپنے ہاتھ میں لے لی ہے سرخ فوج کی ہر ایک کامیاب ضرب آنیوالے نئے نظام عالم کی بنیاد ڈال رہی ہے اور آزادی کا نیا باب کھول رہی ہے، سوویٹ یونین کی ہر نئی فوجی و سیاسی فتح عوام میں بے چینی اور شوق پیدا کرتی ہے کہ دنیا کو نازیت اور سامراج کی محکومیت سے بچانے والے اور انسانیت کو حیات نو کا پیام دینے والے ملک اور اسکی زندگی کے واقعات و حالات کا زیادہ سے زیادہ علم حاصل کریں یہی وجہ ہے کہ تمام ملکوں میں آج کے ادب کا سب سے زیادہ پڑھا جانیوالا موضوع "سوویٹ روس" بن گیا ہے۔ ہندوستان کی صوبائی زبانوں میں اس موضوع پر کثرت سے کتابیں اور کتابچے چھپ رہے ہیں اردو زبان میں سوویٹ زندگی پر بہت کم لکھا گیا ہے۔ صرف قومی دارالاشاعت بمبئی نے اس اہم تقاضہ کو پورا کرنے کی بساط بھر کوشش کی ہے۔ اسکے باوجود اب تک اردو میں کوئی ایسی کتاب نہیں چھپی جو سوویٹ روس کے تمام پہلوؤں پر روشنی ڈالتی ہو۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لئے ہم زیر نظر کتاب شائع کر رہے ہیں جو سوویٹ روس کے معاشی سیاسی اور سماجی پہلوؤں پر نہایت عام فہم انداز میں مستند معلومات بہم پہنچاتی ہے۔ محض موضوع کی اہمیت اور افادیت کو پیش نظر رکھہ کر کاغذ کی موجودہ قلت و گرانی کے زمانہ میں ہم تین سو صفحات کی کتاب شایع کرنے کی جراءت کر رہے ہیں۔

مارچ ۱۹۴۴ء

ناشرین
ماڈرن بک ڈپو
سلطان بازار حیدرآباد دکن

تمہید
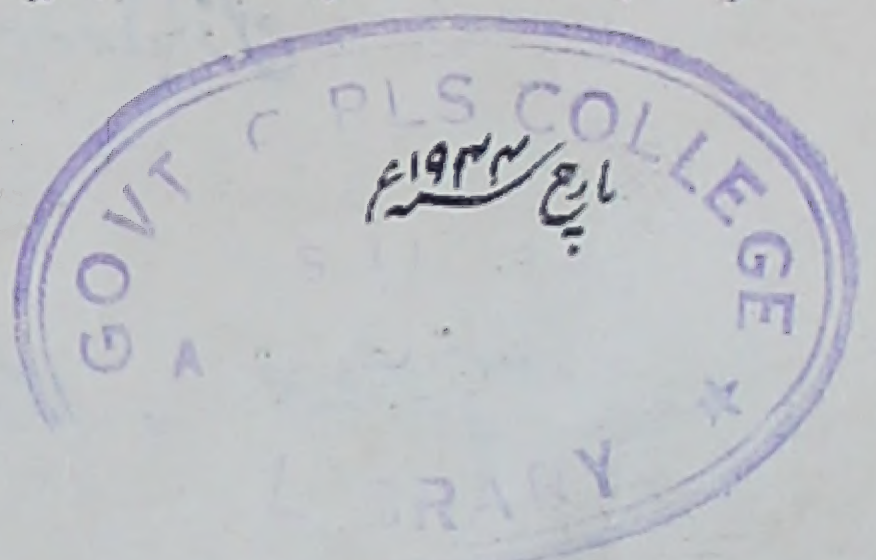
گزشتہ سالوں میں روس۔ اسکا معاشی نظام اور اس کی زندگی کے مختلف پہلو جسقدر زیر بحث رہے ہیں اتنی شاید ہی کسی موضوع سے لوگوں نے دلچسپی لی ہوگی لیکن جتنی غلط فہمیاں روس سے متعلق تمام دنیا میں پھیلی رہی ہیں انکی مثال بھی مشکل سے ملیگی۔ یہ غلط فہمیاں اکثر تو خود غرض لوگوں نے عمداً تمام دنیا میں پھیلائی تھیں اور کچھ اس لئے پھیلی رہیں کہ اصل واقعات اور حقائق عوام تک اکثر پہونچنے نہیں پاتے تھے۔ انقلاب کے بعد کے ابتدائی سالوں میں جو تصور عام طور سے تمام دنیا کے سامنے رہا وہ یہ تھا کہ روس میں لٹیروں کی حکومت ہے اور انکا کام صرف انسانوں کے خون سے ہولی کھیلنا ہے، وہاں نہ کسی کی جان محفوظ ہے نہ مال و دولت اور نہ مذہب و ایمان۔ اس کے بعد جب نئی معاشی پالیسی کا دور شروع ہوا تو یہ کہا جانے لگا کہ دیکھئے آخر اشتراکی نظام معیشت ناکام رہا اور روس کو پھر سرمایہ دارانہ نظام کی طرف لوٹنا پڑا۔ ۱۹۲۸ء میں پہلے پنجسالہ نظام العمل کا دور شروع ہوا تو تمام دنیا کے ماہرین معاشیات نے اسکو پاگلوں کی بستی کہنا شروع کیا جہاں اسقدر ناممکن العمل پروگرام بنائے جاتے ہیں ہر طرف اسکا مذاق اڑایا جانے لگا اور لوگ روسی باشندوں سے اپنی ہمدردی ظاہر کرنے لگے۔ یہ پروگرام نہ صرف کامیاب رہا بلکہ چار ہی سال میں ختم ہوگیا اور اب ذرا ان علماء ریاست اور معیشت کو نہ صرف حیرت ہونے لگی بلکہ شبہ ہونے لگا کہ شاید یہ نظام انکی باتوں اور پیشین گوئیوں کے باوجود روز بروز اپنی جڑیں مضبوط کرتا جائیگا چنانچہ دوسرے پنجسالہ نظام العمل کی کامیابی اور روس کی غیر معمولی صنعتی

زرعی ۔معاشی ۔ اور معاشرتی ترقی نے سوئٹ دشمن قوتوں ۔خاص طور سے فاشسٹوں کے حواس گم کردیئے اور روس کے خلاف جھوٹ کا ایک طومار ساری دنیا میں پھیلا دیا گیا ۔ ساری دنیا کے عوام کو اس سے بدظن کرنیکی انتہائی کوشش کیگئی اسکے بعد جرمنی کے روس پر حملہ سے ایک نیا دور شروع ہوا جس نے ایکطرف برطانیہ امریکہ اور دوسری ترقی پسند عوام دوست قوتوں کو روس کیساتھ لا کھڑا کیا اور دوسری طرف فاشسٹ انسانیت دشمن قوتوں کو بالکل عریاں کر دیا۔

اس جنگ میں روسیوں کی عدیم النظیر بہادری ۔ جانثاری اور قومی اتحاد نے انسانی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کر دیا ۔ دوسری اتحادی قوتوں کے ساتھ فاشسٹوں کے تمام دنیا کو غلام بنانے کے خوابوں کو ملیامیٹ کر دیا ۔ آج ساری دنیا میں سوئٹ روس سے محبت ۔ یگانگت اور احترام کا جذبہ بڑھتا جاتا ہے اور ہر شخص یہ معلوم کرنا چاہتا ہے کہ اسقدر مختصر مدت میں غیر معمولی ترقی کے کیا اسباب ہیں ۔ ایک ہندوستان سے بھی زیادہ پس ماندہ اور زرعی ملک بیس سال کی اتنی قلیل مدت میں اس قابل کیسے ہو گیا کہ آج سارے یورپ کے خلاف گزشتہ ڈھائی تین سال سے لڑ رہا ہے اور شکستیں پر شکستیں دے رہا ہے جس کی پشت پر دو سو سال کی صنعتی اور زرعی اور سائنٹفک ترقی ہے ۔ وہ کیا قوت ہے جس نے اس ملک کی ۱۸۰ قوموں کو ایکدوسرے سے متحد کر کے ایک جان کر دیا ہے باوجودیکہ انکے مذاہب جدا ہیں ۔ معاشرت اور زبان جدا ہے بعض قومیں تو انتہائی مشرقی علاقوں میں رہتی ہیں اور بعض یورپی علاقوں میں ۔

ان سوالات کا جواب پانے کے لئے لوگ روس کے متعلق کتابیں پڑھنے کیلئے بے چین رہتے ہیں ۔ انگلستان امریکہ اور دوسرے ممالک میں روس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق روزانہ بے شمار کتابیں نہ صرف مختلف لوگ شائع کر رہے ہیں بلکہ خود ہاں کی

حکومتیں بھی بے شمار لٹریچر شائع کروا رہی ہیں خود ہندوستان میں بھی حکومت کی جانب سے سوویٹ زندگی کے متعلق انگریزی زبان میں رسالے شائع کئے جاتے ہیں لیکن اردو داں طبقہ ان سے یکسر محروم رہتا ہے۔ اب تک اردو زبان میں روس کے متعلق بہت کم کتابیں شائع کی گئی ہیں اور ان میں سے بھی اکثر بہت پرانی ہو چکی ہیں۔ اس کی سخت ضرورت ہے کہ اردو داں طبقہ کے لئے بھی اپنے پڑوسی دوست کے حالات کے متعلق کتابیں شائع کی جائیں اور اسی سلسلہ کی یہ ایک کوشش ہے۔

اس کتاب کی تیاری میں زیادہ تر ایسے لوگوں کی کتابوں سے استفادہ کیا گیا ہے جنھیں راست سوویٹ روس سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ ایسے مصنفوں کی تحریروں سے مدد لی گئی ہے جنکی کی غیر جانبداری اور ایمانداری پر کسی کو بھی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ ان میں سے تقریباً سب ہی لوگوں کا اپنے ملکوں کی کمیونسٹ پارٹی سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ ان میں سے ڈین آف کنٹربری جولیس ہکر سڈنی اور بیٹرس وب۔ مارس۔ ہنڈس۔ ڈی۔ این پرٹ۔ پروفیسر گمیری پروفیسر ہالڈین۔ پروفیسر برنال اور پروفیسر کروتھر کا ذکر کرنا ضروری ہے اس لئے کہ انکی کتابوں اور انکے سوٹ روس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے شخصی مطالعہ سے خاص طور سے استفادہ کیا گیا ہے۔

فہرست

صفحات

حصہ اول

معاشی زندگی

"چاہے کچھ ہو لیکن مجھے اس کا یقین ہے کہ نازی فوجیں اپنی غیر معمولی صلاحیتوں کے باوجود فرانس، پولینڈ، یوگوسلانیا اور یونان کی فوجوں کی طرح سرخ فوج کو کبھی بھی شکست نہیں دے سکینگی۔ تعداد اور ہتھیار میں وہ دونوں ایک دوسرے کے برابر ہیں لیکن قیادت وجرارت اور اخلاقی قوت میں سرخ فوج یہ دکھلا دیگی کہ عوام کی فوج کیا ہوتی ہے۔

مجھے یقین ہے کہ نازی فوجوں کو شکستیں دیکر اور تباہ کرکے جرمنی میں واپس ڈھکیل دیا جائیگا۔ اور اس کے بعد نسل انسانی کی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوگا۔ اس لئے کہ روس ہر اس چیز کا ساتھی ہے جو ترقی پسند ہے، وہ قوموں اور طبقات کی مساوات اور انصاف کا حامی ہے وہ انسانوں کی باہمی لوٹ کھسوٹ کے خلاف ہے وہ ایک اعلیٰ معاشی اور معاشرتی نظام کا علمبردار ہے جس کی بنیاد سراسر اخلاقی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت سے لوگوں کو اس سے سخت نفرت ہے اور یہی وجہ ہے کہ نازیوں نے اس پر حملہ کیا ہے۔

یہ کہنا درست ہوگا کہ آج اس جنگ میں انسانوں کی قسمتوں کی بازی لگی ہوئی ہے۔ ایک طرف نور ہی نور اور ترقی ہے اور دوسری طرف سخت تاریکی۔ رجعت پسندی۔ غلامی اور موت۔ روس اپنی اشتراکی آزادی کے لئے لڑ رہا ہے اور ہماری آزادی کے لئے بھی ماسکو کی مدافعت گویا لندن کی مدافعت ہے"

(مسٹر ہیولٹ جانسن۔ ڈین آف کنٹربری)

۳۰/ جون ۱۹۴۱ء

پہلا باب

صنعتی نظام

(۱)

انقلاب سے قبل روس میں صنعتوں کی ابتدا سب سے پہلے ۱۸۱۸ء میں ہوی جب کہ یورال کے علاقہ میں کارخانے قائم کئے جانے شروع ہوئے۔ ابتداً یہ صنعتیں ملک کی اندرونی ضروریات کی تکمیل کے لئے وجود میں آئی تھیں لیکن بعد میں ان علاقوں اور دوسرے شمالی علاقوں کی صنعتوں نے کچھ ترقی کرلی تو روسی صنعتیں دنیا کے دوسرے بازاروں میں بھی نظر آنے لگیں۔ ان صنعتوں کے قیام کے تھوڑے عرصہ کے بعد جب ملک کے

بعض حصوں میں کسانوں کو جاگیرداروں کی غلامی سے آزادی ملنے لگی۔ تو صنعتی ترقی میں بھی کسی قدر سرعت پیدا ہوگئی۔ لیکن ترقی کی یہ رفتار یورپ کے اور دوسرے حصوں کے مقابلہ میں نہایت سست رہی۔

۱۹ ویں صدی کے نصف اول میں جبکہ سارے یورپ میں جاگیردارانہ نظام کو کاری ضرب لگ چکی تھی۔ ابھرتی ہوئی سرمایہ داری قدم قدم پر جاگیردارانہ نظام پر وار کر رہی تھی صنعتوں اور بین الاقوامی تجارت میں تیزی سے ترقی ہو رہی تھی۔ بنک، کاری اور نئے مالی نظام نے معاشی زندگی میں اپنا مقام پیدا کر لیا تھا۔ تو روس ابھی معاشی ارتقا کے اسی زینے پر تھا جسے جاگیردارانہ نظام کہتے ہیں۔ جہاں دیہی معیشت ہی کا زور تھا جس کی وجہ سے روسی صنعتوں کے لئے بازار مشکل سے ملتا تھا۔ قدم قدم پر انہیں حکومت کی سرپرستی کی ضرورت پیش آتی تھی۔ تمام ملک میں دیہی صنعتیں پھیلی ہوئی تھیں اور حمل و نقل کی دقتوں کی وجہ سے ان کا مقابلہ دشوار معلوم ہوتا تھا۔ گذشتہ صدی کے اواخر اور اس صدی کے شروع میں جب ابھرتی ہوئی سرمایہ داری اور جاگیردارانہ نظام میں کشمکش بڑھی اور کاشتکاروں پر جاگیرداروں کی گرفت کسی قدر ڈھیلی ہوئی۔ عام طور پر کاشتکاروں کو بازار میں اپنی محنت کی آزادانہ فروخت کا موقع ملا اور حمل و نقل کے وسائل میں ترقی ہوئی تو صنعتوں کو بھی آگے بڑھنے کے مواقع ہاتھ آگئے۔

۱۹ ویں صدی کے اواخر میں باوجود اس کے کہ حکومت کو جاگیرداروں اور سرمایہ داروں کی دو متضاد قوتوں کو مطمئن کرنا تھا۔ ایک طرف ابھرتا ہوا

سرمایہ دار طبقہ آگے بڑھنا چاہتا تھا۔ اور صنعتوں کو زیادہ سے زیادہ
ترقی دینا چاہتا تھا۔ دوسری طرف جاگیر دار طبقہ قدم قدم پر اس کا مخالف
تھا اس لئے کہ صنعتی ترقی جاگیر دار طبقہ اور اس کے پورے نظام کے لئے موت
کا پیام تھی۔ تاہم ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات اس پر مجبور کر رہی تھیں۔
کہ صنعتی ترقی پر زیادہ سے زیادہ توجہ کی جائے خصوصاً جنگی ضروریات اور
خاص طور پر اوائل بیسویں صدی میں جاپان سے شکست نے زار کو اس پر
مجبور کر دیا کہ جاگیر دار طبقہ کی بجائے سرمایہ دار طبقہ کا ساتھ دے۔ چنانچہ
باوجود اندرونی کشمکش اور تضاد کے بیسویں صدی کے ابتدائی دس بارہ
سال میں کافی صنعتی ترقی ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ۱۹۱۳ء میں برقی
قوت ۹ء۱ ملین کیلو واٹ پیدا کی جانے لگی۔ کوئلہ بیس ملین ٹن نکالا
جانے لگا۔ تیل اور گیس کی مقدار ۲ء۹ ملین ٹن حاصل ہوئی اور فولاد سالانہ
۲ء۴ ملین ٹن تیار ہونے لگا۔

انقلاب کے بعد

روس جب ۱۹۱۴ء کی جنگ میں داخل ہوا ہے تو پورا زار شاہی نظام انتہائی فرسودہ حالت
میں تھا۔ کاشتکار اور جاگیر دار، مزدور اور سرمایہ دار، سرمایہ دار اور جاگیر دار
کے اندرونی تضادات میں انتہائی شدت پیدا ہو گئی تھی۔ جنگ میں داخل
ہونے کے ساتھ ہی اس میں اور اضافہ ہو گیا۔ ۱۹۱۷ء میں جو انقلاب
ہوا تو پورا معاشی نظام ایک انتہائی بوسیدہ نظام کی طرح نیچے آ رہا۔
سارے ملک میں انتہائی خلفشار مچ گیا۔ لینن اور اس کی سرکردگی میں بالشویک

پارٹی نے جب انقلابی جھنڈا اپنے ہاتھ میں لیا تو اسے مسلسل اس قدر غیر معمولی اور مشکل حالات سے سابقہ پڑا کہ ان سے عہدہ برآ ہونا بالکل ناممکن معلوم ہوتا تھا۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۰ء تک کا زمانہ اس نئی انقلابی حکومت کے لئے اسقدر نازک اور سخت آزمائش کا تھا کہ اس کا تصور آج اتنی بڑی جنگ کے دوران میں بھی دشوار ہے۔ انقلاب کے بعد پورا معاشی نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ اکثر کارخانے بند ہو چکے تھے۔ نہ کسی کی جان محفوظ تھی اور نہ مال و زر۔ معمولی روٹی کے لئے مسلسل جدوجہد کرنی ہوتی تھی۔ محنت کش طبقوں کو اور خاص طور سے کاشتکاروں کو جو صدیوں سے مظلوم تھے۔ کچلے ہوئے اور دبے ہوئے تھے۔ جب ایکدم ابھرنے کا موقع ملا تو انھوں نے من مانی حرکتیں شروع کر دیں۔ لوٹ اور غارتگری کا بازار گرم کر دیا۔ دوسری طرف مخالف انقلاب قوتیں اور جماعتیں ہر طرف سر اٹھانے لگیں اور سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کی مدد سے ہر طرف سوویٹ حکومت کے خلاف محاذ قائم کر دیئے۔ دوسری طرف مشرق میں جاپان نے اور مغرب میں تقریباً ۲۰ مختلف یورپی اور امریکی حکومتوں کی فوجوں نے چڑھائی کر دی۔ سوویٹ حکومت کے لئے یہ زمانہ سب سے زیادہ نازک تھا۔ ایک طرف ایسے لوگوں کو منظم کر کے لڑنا تھا جو جنگ سے بیزار آ چکے تھے۔ معاشی تباہ حالی سے عاجز ہو گئے تھے۔ دوسری طرف ان فوجوں کے لئے رسد کا انتظام کرنا تھا۔ معاشی زندگی کو دوبارہ بحال کرنا تھا نظم و ضبط قائم کرنا تھا۔ اور یہ اتنا بڑا کام تھا جس سے ایک غیر معمولی ارادے

اور ہمت والی جماعت ہی عہدہ برآ ہو سکتی تھی۔ چنانچہ جب ایک مرتبہ لینن سے کسی نے سوال کیا کہ ان تین سالوں میں نئی سوویٹ حکومت نے کیا کیا تو اس نے فوراً جواب دیا کہ اس نے انقلاب کو زندہ اور برقرار رکھا۔ کیا یہ کوئی معمولی بات ہے؟

نئی سوویٹ حکومت چونکہ مزدوروں اور کسانوں کی اپنی حکومت تھی اس لئے کسانوں اور خاص طور سے صنعتی مزدوروں کی انجمنوں اور انکے لیڈروں نے نہایت جوانمردی اور قابلیت سے ان تین سالوں میں معاشی بحران پر قابو پا لیا اور معاشی زندگی کو کافی بحال کر دیا۔ آہستہ آہستہ اکثر کارخانے سرخ فوج کے لئے سامان تیار کرنے لگے۔ مزدور سبھائیں مزدوروں کو منظم کرنے اور سرخ فوج کی بھرتی کرنے کا ادارہ بن گئیں تمام سرمایہ داروں اور جاگیرداروں کے مکانات، مال و دولت اور جائداد پر حکومت نے قبضہ کر لیا۔ زمینات غریب کاشتکاروں میں تقسیم کر دی گئیں۔ اور پیداوار دولت کے تمام ذرائع خاص طور پر صنعتیں حکومت کی ملکیت میں آ گئیں۔ اس دوران میں سارے ملک میں فوجی قانون نافذ رہا۔

۱۹۲۰ء میں سرخ فوج کی بڑھتی ہوئی قوت نے نہ صرف بیرونی حملہ آوروں کو اس پر مجبور کیا کہ وہ اپنی فوجیں روس سے واپس بلوا لیں بلکہ تمام اندرونی مخالف انقلاب قوتوں کو بھی شکست فاش دیدی۔ اور نومبر ۱۹۲۰ء تک تقریباً پورے ملک میں امن و امان کا دور دورہ ہو گیا۔

نئی معاشی پالیسی

سنہ ۱۹۲۱ء کے شروع میں سوویٹ حکومت نے
فوجی حکومت کو ختم کر دیا۔ اور اسی زمانہ میں روس
۱۹۲۱ تا ۱۹۲۸ء) میں بہت بڑا اور بہت سخت قحط آگیا
اکثر صوبوں میں فصلیں خراب ہوگئیں اور ملک سخت فاقہ کشی اور بے چینی
میں مبتلا ہوگیا۔ یوں تو روس میں ہر پانچ چھ سال کے بعد سخت
اور بڑے بڑے قحط آتے تھے لیکن یہ اپنی شدت میں ان سب
سے بڑھکر تھا۔ تقریباً ۴ کروڑ انسان فاقہ کشی پر مجبور ہوگئے تھے،
جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض مقامات پر کاشتکاروں میں بغاوتیں
پھیل گئیں۔ ان حالات میں سوویٹ حکومت نے اپنی معاشی پالیسی
کو تبدیل کرنے کا تہیہ کیا اور ایک نئی معاشی پالیسی کی ابتدا کی گئی جسے
نیپ (NEP) کہتے ہیں۔ اس پالیسی کے تحت کاشتکاروں سے
ان کی پیداوار جبراً حاصل کرنیکا طریقہ مسدود کر دیا گیا۔ اس کی جگہ
ان پر ایک چھوٹا سا ٹیکس مقرر کر دیا گیا۔ جو اکثر غلہ کی شکل میں
وصول کیا جاتا تھا۔ اور اس کے ذریعہ شہری آبادی کی ضروریات پوری
کی جاتی تھیں۔ سکہ کے چلن کو دوبارہ رائج کیا گیا۔ ریلوں کے کرایہ
اور ڈاکخانوں کے نظام کی تنظیم کی گئی۔ تمام کارخانوں کو ایک قسم
کی اندرونی خود مختاری دیدی گئی کہ وہ جہاں چاہیں خام مال خریدیں
اور اپنا تیار کیا ہوا مال جس بازار میں چاہیں فروخت کریں۔ حتیٰ کہ
حکومت بھی ان سے کوئی چیز بغیر دام ادا کئے نہیں خریدتی تھی۔ اس

نئی پالیسی کی وجہ سے چھوٹی بڑی تمام صنعتیں پھر سے بحال ہونے لگیں اور شہروں اور دیہاتوں کے درمیان معاشی تعلقات دوبارہ قائم ہوگئے۔

نئی معاشی پالیسی کے یہ معنی تھے کہ تقریباً اسی قسم کا معاشی نظام دوبارہ بحال کر دیا گیا جیسا کہ انقلاب کے پہلے تھا۔ لیکن فرق اسقدر تھا کہ کارخانوں پر بجائے کسی ایک سرمایہ دار کے مزدوروں کی ملکیت تھی اور زمینات بجائے چند زمینداروں کے قبضہ میں رہنے کے تمام کاشتکاروں میں تقسیم کر دی گئی تھیں۔ اس کے علاوہ ملک کے بہت سارے لوگوں کو نئی نئی صنعتیں قائم کرنے کی اجازت دیدی گئی اور بعض بیرونی سرمایہ داروں کو بھی اس کا موقع دیا گیا کہ ان مقامات پر جہاں حکومت فی الوقت توجہ نہیں کر سکتی تھی نئی کانیں کھودیں اس نئی معاشی پالیسی کو سرمایہ داروں نے ساری دنیا میں بہت اچھالا اور ہر جگہ یہ کہنا شروع کر دیا کہ اشتراکی نظام معیشت روس میں بالکل ناکام ہوگیا ہے۔ حالانکہ اس پالیسی کو شروع کرتے وقت لینن اور اس کی پارٹی نے یہ صاف طور پر واضح کر دیا تھا کہ اشتراکی نظام معیشت کی طرف بڑھنے کے لئے یا جست کرکے دو قدم آگے بڑھنے کے لئے ہم ایک قدم پیچھے ہٹ رہے ہیں۔ ایسی صورت میں جبکہ پورا بنک کاری نظام اب بھی حکومت کے قبضہ میں تھا۔ تمام بیرونی تجارت، حمل ونقل کے تمام وزائع۔ شہروں کی تمام عمارتیں۔ برقی قوت اور ہر قسم

کا اینڈ ھن۔ تمام بھاری صنعتیں اور اکثر ہلکی صنعتیں حکومت ہی کے قبضہ میں تھیں اور تمام مزدور سبھاؤں اور صارفین کی امداد باہمی کی انجمنوں پر نگرانی ابھی تک حکومت ہی کی تھی۔ تو محض کاشتکاروں کو اسکی اجازت دینے سے کہ وہ کھلے بازار میں اپنی پیداوار فروخت کریں یا صناعوں کو اس کی اجازت دینے سے کہ وہ چھوٹے چھوٹے کارخانے قائم کریں اشتراکی نظام معیشت کے مستقبل پہ کیا اثر پڑ سکتا تھا۔ تمام معاشی زندگی کے بحال ہو جانے کے بعد آسانی سے سرمایہ دارانہ نظام کے ان آثار کا خاتمہ کیا جا سکتا تھا۔

اس نئی معاشی پالیسی کا مقصد یہ تھا کہ اشتراکی نظام معیشت کی طرف اور قدم بڑھانے سے قبل ملک کو معاشی خلفشار سے نکالا جائے۔ اور معمولی معاشی زندگی کو بحال کر دیا جائے۔ یہ مقصد بڑی حد تک اس پالیسی سے حاصل ہو گیا۔ لیکن ساتھ ہی اس کے اثرات برے بھی مرتب ہونے لگے۔ لوگوں میں ذاتی نفع اندوزی کا جذبہ بڑھنے لگا۔ انفرادیت پسندی پھر عود کرنے لگی۔ اور بعض صورتوں میں لوگ چھوٹے چھوٹے کارخانے قائم کر کے ان میں مزدور رکھکر نفع کمانے لگے۔ اس طرح ایک اور درمیانی سرمایہ دار نمودار ہونے لگا۔ نئی پالیسی کے نفاذ کے ایک ہی مہینہ بعد کیمونسٹ پارٹی نے اس کو محسوس کر لیا اور اس کے انسداد کی جانب فوراً توجہ کرنی شروع کر دی ایک طرف خاکہ بندی کی ابتداء کر دی گئی اور پورے ملک کے لئے

برقی قوت پیدا کرنیکا ایک خاکہ بنالیا گیا۔ دوسرے اپنی زیر نگرانی
حکومت نے بڑے بڑے تجارتی ادارے قائم کئے۔ بلدی اداروں
کے ذریعہ تجارت کو فروغ دینا شروع کیا۔ خرید وفروخت کی امداد
باہمی کی انجمنوں کا ایک جال ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیا۔
جس کا یہ نتیجہ نکلا کہ انفرادی تاجروں اور نئے قسم کے چھوٹے سرمایہ اروں
کا بڑی تیزی سے خاتمہ ہونے لگا۔ جو اس پر بھی بچ رہے انپر بھاری
ٹکس لگایا گیا۔ اور انپر سخت نگرانی قائم کردیگئی۔ کارخانوں کی پیداوار
میں تیزی سے اضافہ کیا گیا۔ ساتھ ہی وہ افراد جو خانگی تجارت کی
وجہ سے آہستہ آہستہ بیکار ہورہے تھے انھیں مختلف تجارتی اور صنعتی
اداروں میں ان کی صلاحیتوں کے لحاظ سے روزگار دیدیا گیا۔ ان
میں ایک چھوٹی سی جماعت بعد میں ایسی بھی رہگئی تھی جو کسی طرح بھی
حکومت کی پالیسی کا ساتھ دینا نہیں چاہتی تھی۔ اپنی انفرادیت کو
بہرحال باقی رکھنا چاہتی تھی۔ اور شخصی نفع اندوزی کے طریقہ کو کسی
طرح چھوڑنا نہیں چاہتی تھی۔ اس جماعت نے حکومت کے خلاف
سازشیں کرنے کی کوشش بھی کی لیکن عوام کی اتنی بڑی قوت نے
انھیں تنکے کی طرح بہادیا۔

نئی معاشی پالیسی کے آخری دور میں صنعتوں میں تو بڑی حد تک
انفرادیت کی جگہ اشتراکیت نے لے لی لیکن زراعت میں انفرادیت
کا ابھی وہی دور دورہ تھا۔ اس میں شک نہیں کہ زمینداروں اور

جاگیرداروں کا قلع قمع پوری طرح ہو گیا تھا لیکن زمینات پر کسانوں کا انفرادی قبضہ ابھی باقی تھا۔ ہر کاشتکار کے پاس اتنی زمین تھی کہ وہ اپنے خاندان کے ساتھ کاشت کر سکے۔ وہ دوسرے مزدور لگا کر کاشت نہیں کر سکتا تھا۔ زرعی معیشت میں اشتراکی اصول ابھی داخل نہیں کیا گیا تھا بلکہ ہر شخص اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد علیحدہ کھڑی کئے ہوئے تھا۔ اور نہ یہ نئی معاشی پالیسی کے درمیاں ممکن ہی تھا۔ ۱۹۱۸ء سے سویٹ روس کی معاشی زندگی میں ایک نئے دور کا آغاز ہوتا ہے جبکہ نہ صرف صنعتوں میں اشتراکی اصول کا عمل دخل مکمل ہو جاتا ہے بلکہ زراعت میں بھی اس کا دخل ہو جاتا ہے۔

خاکہ بندی

لینن اور کیمونسٹ پارٹی کے ہمیشہ یہ پیش نظر تھا کہ اشتراکی نظام قائم کرنے کے لئے یہ نہایت ضروری ہے کہ جملہ ذرائع پیداوار خواہ وہ صنعتی ہوں یا زرعی۔ حکومت کے یعنی مشترکہ طور پر سارے عوام کے قبضہ میں ہونے چاہئیں اور جملہ پیداوار اور تقسیم بالکل خاکہ بندی کے اصول پر ہونی چاہئے ملک کی ترقی کے لئے پیداوار سے نراجیت کا خارج کرنا ضروری ہے۔ ساتھ ہی پیداوار کا مقصد بجائے انفرادی نفع اندوزی کے مشترکہ ضروریات کی تکمیل قرار دینا لازمی ہے۔ انقلاب کے بعد سویٹ حکومت کو اسقدر غیر معمولی حالات کا سامنا کرنا پڑا تھا کہ اس اصول کو ملک کی پوری معاشی اور معاشرتی زندگی پر۔۔۔۔ہا

حاوی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ابتداً صرف صنعتی ذرائع پیداوار پر
حکومت قبضہ کر سکی اور زرعی پیداوار اور صنعتی اور زرعی پیداوار
کی تقسیم زیادہ تر انفرادی نفع اندوزی کے اصول پر باقی رہی۔ لیکن اسی
زمانہ میں خاکہ بندی کی ابتدا کر دی گئی تھی۔ چنانچہ اس سلسلہ میں سب سے
پہلا تجربہ فروری ۱۹۲۰ء میں کیا گیا تھا جب کہ سارے سوئٹ روس
کیلئے برقی قوت پیدا کرنے کی اسکیم بنانے کے واسطے ایک اسٹیٹ پلیننگ
کمیشن قائم کیا گیا تھا۔ اس کمیشن نے سارے ملک کے لئے ایک خاکہ
ترتیب دیا جس میں مختلف صنعتی مقامات کے لئے برقی قوت کے اسٹیشن
تعمیر کرنے کی اسکیمیں مرتب کیگئی تھیں۔ اس خاکہ کی تمام سوئٹس کی
آٹھویں کانگریس نے بھی منظوری دیدی تھی۔ اس کے بعد ۱۹۲۵ء
میں اسٹیٹ پلیننگ کمیشن نے ایک اور قدم آگے بڑھایا۔ اور آیندہ
سال کے لئے ملک کی زرعی اور صنعتی پیداوار کا اندازہ مرتب کیا
اور اس کے لحاظ سے اشیاء کی قیمتوں اور مزدوروں کی اجرت کے
تعین کے لئے تخمینی اعداد مرتب کئے۔

۱۹۲۸ء میں جب حالات کسی قدر موافق ہو گئے تو یہ طے
کیا گیا کہ اب ایک قدم پیچھے ہٹنے کا زمانہ ختم ہو چکا ہے اور دو
قدم آگے بڑھنے کا زمانہ آگیا ہے۔ چنانچہ اس سال سے باقاعدہ
معاشی خاکہ بندی کی بنیاد رکھی گئی اور ایک پنجسالہ نظام العمل مرتب
کیا گیا۔ جس کا بنیادی مقصد یہ قرار دیا گیا کہ سوئیٹ روس کو

ایک زرعی ملک سے صنعتی ملک میں تبدیل کر دیا جائے۔ تمام ذرائع پیداوار دولت اور تقسیم پیداوار کے نظام کو حکومت بالکلیہ اپنے ہاتھ میں لے لے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی تمام باقی ماندہ صنعتوں کو ختم کر کے اشتراکی نظام معیشت پوری طور پر قائم کر دیا جائے۔ جس میں جملہ پیداوار عوام کے قبضہ میں ہو۔ وہی اس کو پیدا کریں اور وہ انھیں کی ضروریات کی تکمیل کرے۔ ذاتی نفع اندوزی کسی صورت میں بھی باقی نہ رہے۔ خاکہ بندی میں ہر کارخانہ، مزرعہ، دواخانہ غرض کہ ہر ادارہ ایک خاص خاکہ کے تحت کام کرتا ہے۔ خاکے کو قانونی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور ہر ادارے کے فرض میں یہ داخل ہوتا ہے کہ اس کی تکمیل میں اپنے پورے وسائل صرف کر دے۔ ہر ادارے کے خاکہ میں اس کی صراحت ہوتی ہے کہ آئندہ ایک سال میں وہ کس نوعیت کا کس قدر سامان تیار کریگا۔ پیداوار کی لاگت اندازاً کیا ہوگی۔ کتنے مزدور دفتر میں کام کرنے والے اور ٹکنیکل کام کرنے والے درکار ہوں گے۔ مزدوروں کے کام کا معیار کیا ہوگا۔ خام مال ایندھن اور دوسری ضروری اشیا کی کتنی مقدار درکار ہوگی اور یہ چیزیں کس طرح اور کہاں سے فراہم کی جاسکینگی۔ ہر ادارے کے خاکے میں اس کے کام کے لحاظ سے تفصیلات درج ہوتی ہیں۔

تمام زمینیں، صنعتیں بنک اور ذرائع حمل و نقل وغیرہ حکومت

کی ملکیت میں آجانے کے بعد سے تمام صنعتی ادارے مزرعے۔ تجارتی
ادارے، مدرسے اور دوسرے تمام معاشی اور معاشرتی ادارے مختلف
عوامی وزارتوں ( ) کے تحت آگئے ہیں۔ ان کے ذریعہ
حکومت پوری معاشی اور معاشرتی زندگی کی تنظیم کرتی ہے۔ ان وزارتوں
کے فرائض میں صرف خاکوں کی تیاری ہی نہیں ہے بلکہ ان کی تکمیل پر
نگرانی رکھنا بھی ہے۔ خاکہ بندی کسی ایک ادارے سے متعلق نہیں ہوتی
بلکہ اس کی تکمیل میں ملک کی پوری معاشی اور معاشرتی مشنری
حصہ لیتی ہے۔

سویٹ روس میں سب سے بڑی اور مقتدر جماعت اعلیٰ
روسی سویٹ یا روسی پارلیمنٹ Supreme Soviet ہے
اور اس کے تحت مجلس وزرا ہوتی ہے۔ جو اس کی طرف سے تمام
انتظامی کام انجام دیتی ہے۔ مجلس وزراء کے تحت اسٹیٹ پلیننگ
کمیشن ہوتا ہے جو پورے ملک کے لئے خاکہ بناتا ہے۔ اس کمیشن میں
سائنس داں، ماہر معاشیات۔ سیاسیات، زراعت۔ اور دوسرے
معاشی اور معاشرتی شعبوں کے ماہر ہوتے ہیں۔ اسی قسم کے اسٹیٹ
پلیننگ کمیشن جمہوریتوں کی مجالس وزرار کے تحت قائم کئے جاتے
ہیں۔ اس کے علاوہ پورے روس کے مختلف قومی علاقوں، صوبوں
اور ضلعوں کی سویٹ کی مجالس انتظامی کے تحت بھی اسی طرح کے
کمیشن قائم کئے جاتے ہیں جس کی وجہ سے خاکہ سازی میں مزاحمت

پیدا ہونے نہیں پاتی بلکہ زیادہ سے زیادہ باہمی تعاون حاصل ہوتا ہے اور کام میں صحت پیدا ہوتی ہے۔

خاکہ سازی کی بنیاد انفرادی اور قومی ضروریات پر رکھی جاتی ہے مثلاً پہلے اس کا مواد جمع کیا جاتا ہے کہ ملک کے تمام لوگوں کے لئے اطمینان بخش معیار زندگی برقرار رکھتے ہوئے۔ کتنی غذا کتنے کپڑے کتنے اسکول اور ہسپتال درکار ہوں گے اور اس کے لئے کونسی اور کتنی چیزیں کہاں کہاں سے مہیا ہو سکینگی۔ یہ مواد تمام مقامی پلیننگ کمیشن مزدور سبھائیں اور امداد باہمی کی انجمنیں جمع کر کے مرکزی کمیشن کے پاس بھیجتی ہیں۔ اس کے بعد یہ حساب لگایا جاتا ہے کہ کس علاقہ میں کن چیزوں کی پیداوار بڑھائی جا سکتی ہے کون کون سے نئے کارخانے قائم ہو سکتے ہیں۔ پرانے کارخانوں کی پیداوار میں کس طرح اور اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اور موجودہ وسائل کی بناء پر کتنے ہسپتال اور مدرسے وغیرہ قائم کئے جا سکتے ہیں اس کے بعد پیداوار اور تقسیم کا تفصیلی خاکہ ترتیب پاتا ہے۔

خاکہ سازی کا کام ہمیشہ نیچے سے شروع ہوتا ہے۔ ہر ادارے میں پہلے مختلف شعبہ جات کے صدر، بلکہ اپنی حد تک ایک تفصیلی خاکہ بناتے ہیں جس میں ہر تین ماہ۔ ہر سال اور پورے پانچ سال کا تفصیلی پروگرام ہوتا ہے۔ اس میں اس کی صراحت ہوتی ہے کہ اس کارخانے یا ادارے میں کون کون سی کتنی چیزیں تیار ہوتی ہیں۔ کتنی آئندہ

بنائی جا سکتی ہیں۔ پیداوار میں کس طرح اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ ان
سب کیلئے کتنا خام مال اور کتنے تربیت یافتہ کام کرنے والے درکار
ہوں گے۔ اس ادارے کی معاشرتی ضروریات کیا ہیں اور ان کی
تکمیل کے لئے کن چیزوں کی ضرورت ہے۔ یہ خاکہ تیار ہونیکے
بعد اس ادارے کے جلسہ میں پیش ہوتا ہے۔ جس میں ہر شخص بلا
امتیاز شریک ہوتا ہے اور بحث و مباحثہ کے بعد اس میں مناسب
ترمیم کرکے یہ خاکہ مقامی پلیننگ کمیشن کے پاس بھیجدیا جاتا ہے
جہاں سے وہ جمہوریت کے پلیننگ کمیشن کے پاس جاتا ہے
یہ پلیننگ کمیشن تمام خاکوں کو ایک جگہ ترتیب دے کر اپنے
تبصرہ کے ساتھ اپنی المجلس وزارت کی منظوری کے بعد مرکزی
پلیننگ کمیشن کو بھیجدیتا ہے مرکزی کمیشن کے پاس ایک طرف یہ تمام
خاکے ہوتے ہیں۔ اور دوسری طرف خام مال کا مواد اور سارے ملک
کی پوری ضروریات کے اعداد ہوتے ہیں۔ ان کی بنا پر وہ پورے
ملک کی زرعی اور صنعتی پیداوار کا تعین کرتا ہے اور سارے ملک کے لئے
ایک خاکہ ترتیب دیتا ہے اور اس کی بنا پر تمام اداروں کے
خاکوں میں مناسب ترمیم کردی جاتی ہے۔ یہ مکمل خاکے مرکزی
مجلس وزراء کی منظوری کے بعد متعلقہ اداروں کو واپس کردئیے جاتے
ہیں اب ہر ادارے کا فرض ہو جاتا ہے کہ مقررہ مدت کے اندر
اپنا معوضہ کام مکمل کردے۔ کام پر نگرانی ہر جمہوریت کی مجلس وزراء

رکھتی ہے۔ اس خاکہ سازی کی ایک نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ ان خاکوں کی تیاری میں زیادہ تر حصہ اُن ہی لوگوں کا ہوتا ہے جو در اصل ان میں کام کرتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے مفوضہ کام کی تمام مشکلات سے واقف ہوتے ہیں اور کام کے ہر جزیر ان کی نظر بہت گہری ہوتی ہے تھوڑے سے تجربہ میں انھیں یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ کس قسم کے کام کے لئے کتنا صرفہ آتا ہے۔ کتنا وقت صرف ہوتا ہے۔ اور اس ادارے کا کونسا شخص کس کام کا زیادہ اہل ہے۔ اس کی وجہ سے ایسی چیزیں آنے نہیں پاتیں جو اس ادارے کے بس سے باہر ہوں اور اس تجربہ کا یہ مفید اثر ہوتا ہے کہ آئندہ سالوں کی خاکہ سازی پچھلے سالوں کے مقابلہ میں بہت کامیاب ثابت ہوتی ہے۔ ان اداروں میں جب ہر شخص نہایت محنت اور دلچسپی سے کام کرتا ہے تو ان میں سے بہت سارے لوگ غیر معمولی صلاحیتوں کا بھی اظہار کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کی ہر طرح ہمت افزائی کی جاتی ہے اور ضرورت ہو تو ان کے لئے خاکہ تک میں تبدیلی کر دی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض صورتوں میں ان کے لئے علیحدہ تجربہ خانے بھی مہیا کر دیئے جاتے ہیں۔

غیر معمولی لوگوں اور ان کے کام کی بڑے بڑے انعامات اور اعزازات سے بھی ہمت افزائی کی جاتی ہے۔ بعض لوگوں کا یہہ خیال ہے کہ خاکہ سازی میں انفرادیت ختم ہو جاتی ہے۔ لیکن یہہ

حقائق کے بالکل برعکس ہے ہزاروں مشہور عالم سویٹ سائنسدان
فوجی جنرل اور بے شمار قومی ہیرو، اس کے آپ جواب ہیں۔
ملک کی معاشی زندگی میں خاکہ سازی جسقدر اہمیت رکھتی ہے
اس کی تکمیل اس سے بھی زیادہ اہم ہے اور اس کا انحصار ان کروڑوں
انسانوں پر ہوتا ہے جو اس میں عملی حصہ لیتے ہیں۔ حکومت خاص طور
سے اس پورے کام پر نگرانی کا انتظام کرتی ہے۔ نگرانی کا کام صرف
حکومت کے ادارے نہیں کرتے بلکہ اس میں کام کرنے والے بھی اس میں
حصہ لیتے ہیں۔ ان کی مزدور سبھائیں، امداد باہمی کی انجمنیں بھی حصہ
لیتی ہیں اور حکومت کی جانب سے وقتاً فوقتاً ان اداروں کو امداد
اور ہدایات بھی ملتی ہیں۔
حکومت کی ہدایتوں کا اثر نہ صرف کسی خاص ادارے کی سرگرمیوں
پر پڑتا ہے بلکہ پورے ملک کی معاشی زندگی اس سے متاثر ہوتی
ہے چند سال کا عرصہ ہوا کہ حکومت نے یہ محسوس کیا کہ کوئلے
کی صنعت میں کام نظام العمل کے مطابق تکمیل نہیں پا رہا ہے
بلکہ کہیں کوئی خرابی پیدا ہو گئی ہے اور کام کی رفتار میں سستی پیدا ہو گئی ہے
چنانچہ حکومت اور کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی نے پورے ملک
کے بہترین کان کنوں کو ماسکو میں جمع کیا۔ اور ان کی کانفرنس منعقد کی
اس میں کئی کان کنوں نے کام میں سست رفتاری کے اسباب پر تقریریں
کیں جن سے اصل خرابی کے اسباب فوراً معلوم ہو گئے اور اسکی بنا پر

حکومت نے چند فوری تدابیر اختیار کیں مثلاً اجرت کے طریقوں میں تبدیلی کردی گئی۔ اور انجنیروں اور ٹیکنیشنوں کو ہدایت دی گئی۔ کہ وہ کانوں کے اندر کام کیا کریں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کوئلے کی پیداوار انتہائی سرعت سے بڑھنے لگی اور ایک ہی سال میں ۲۲ فیصدی کے قریب اضافہ ہوگیا کسی خرابی کے دور کرنے کے لئے خود کام کرنیوالوں سے مشورہ کیا جاتا ہے اور ان ہی سے مدد لی جاتی ہے۔ جس سے خرابی کی اصلاح بہت جلد ہوجاتی ہے۔

خاکہ بندی کے بعد تمام ذرائع پیداوار و دولت پر عوام کی مشترکہ ملکیت قائم ہوگئی اور اب اس پوری مشنری کے چلانے کی ذمہ داری ہر شخص پر آگئی جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کام کرنیوالوں میں ذمہ داری کا احساس بڑھ گیا۔ اور پیداوار میں توقع سے بھی زیادہ اضافہ ہونے لگا۔ خاکہ بندی کی وجہ سے ملک سے معاشی نراجیت کا خاتمہ ہوگیا۔ اور ہر شخص کی مادی اخلاقی و روحانی حالت مسلسل ترقی پذیر ہے اور خوشحالی روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔

دوسرا باب

صنعتی نظام

(۲)

پہلا پنجسالہ نظام العمل

۱۹۲۸ تا ۱۹۳۳ء

سویٹ یونین میں پہلے پنجسالہ نظام العمل کے مطابق کام ۱۹۲۸ء کے آخر میں شروع ہوا۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ صنعتی پیداوار کو زائد سے زائد بڑھایا جائے اور سویٹ یونین کو ایک زرعی ملک سے صنعتی ملک بنا دیا جائے۔ اس کے لئے سب سے پہلے ایسی صنعتیں کی گئیں۔ جن سے دوسری ہلکی صنعتیں قائم ہو سکتی تھیں۔ اور ذرائع عمل و نقل میں ترقی

ہوسکتی تھی۔ تاکہ چھوٹے چھوٹے مزرعوں کی جگہ بڑے بڑے مشترکہ مزرعے قائم ہوسکیں جن میں زراعت سب مشینوں کے ذریعہ ہو اور ملک میں صنعتی اور معاشی حالات اس نوبت پر آجائیں کہ جس کی وجہ سے ملک کی دفاعی قوت اپنے عروج پر پہنچ جائے اور ہر قسم کے بیرونی حملہ کی مدافعت ممکن ہوسکے۔

سویٹ باشندوں نے اس خاکہ کی تکمیل میں غیر معمولی جوش وخروش کا اظہار کیا اور پہلا نظام العمل پانچ سال کی بجائے چار ہی سال میں مکمل ہوگیا۔ اس کی وجہ سے نہ صرف ملک کی مشینی قوت میں اضافہ ہوگیا بلکہ پوری معاشی اور معاشرتی زندگی میں انقلاب پیدا ہوگیا۔ اس دوران میں سویٹ روس نے پس ماندگی اور اور سرمایہ داری کے عہد کی تمام علامتیں مٹادیں اور ایک زرعی ملک چار سال کے قلیل عرصہ میں ایک صنعتی ملک بن گیا انفرادی کاشتکاری کے طریقہ کی جگہ اشتراکی طریقہ کاشت نے لے لی۔ لکڑی کے ہلوں کی جگہ بڑی بڑی مشینیں آگئیں۔ جہالت اور افلاس کی جگہ شائستگی اور خوشحالی آگئی۔ ملک کے ہر حصہ میں ہر قوم کی اپنی زبان میں ہزاروں مدرسے قائم ہوگئے۔ صنعتوں کی نئی نئی شاخیں قائم ہوگئیں جن میں مشینوں کے پرزے۔ موٹر گاڑیاں۔ ٹرکیٹرز۔ کیمیائی اشیاء اور ہوائی جہاز بنانے کی صنعتوں اور زرعی مشینوں۔ برقی قوت پیدا کرنے کی مشینوں۔ اعلیٰ قسم

کے فولاد۔ لوہے کے مرکبات۔ مصنوعی ربر۔ مصنوعی کھاد اور مصنوعی ریشے پیدا کرنے کی صنعتیں خاص اہمیت رکھتی ہیں۔

اس مختصر سے زمانہ میں ہزاروں بالکل جدید قسم کے نئے کارخانے اور صنعتیں قائم کی گئیں ہیں۔ اسی زمانہ میں نیپر دیپٹرائے میگنٹو سٹرائے۔ کزنسکسٹرائے۔ چلیبالبٹرائے۔ بابرکی۔ یورالی ماسٹرائے۔ جیسے صنعتی مرکزوں کی تعمیر ہوئی۔ بہت ساری پرانی صنعتوں اور کارخانوں میں نئی مشینیں اور نئی ٹکنک آگئی۔ جنوبی اور مشرقی روس کی آزاد جمہوریتوں میں بے شمار نئی صنعتوں کا آغاز ہوا۔ ۲ لاکھ مشترکہ مزرعے اور ۵ ہزار سرکاری مزرعے قائم کئے گئے۔ جن کے لئے جدید ترین آلات زرعی مہیا کئے گئے اور ٹریکٹرز اور زرعی مشینوں کے کئی ہزار مرکز ان کی امداد کے لئے قائم کئے گئے۔

پرانے صنعتی شہروں کی آبادی انتہائی سرعت سے بڑھ گئی اور مختلف ویران علاقوں میں نئے نئے خوشنما صنعتی شہر ابھر آئے یورال میں فولاد کی صنعتوں کے کارخانے قائم کئے گئے اور یورال اور قازقستان میں دھاتوں اور پٹرول کے نئے معدن دریافت کر کے روس کی صنعتی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا گیا۔

پہلے پنجسالہ نظام العمل کی تکمیل پر کل ۶۰ ارب روبلز صرف ہوئے تھے۔ اس کی وجہ سے کل آمدنی ۱۹۲۹ء کے ۲۹ کروڑ روبلز کے مقابلہ میں ۵۰ کروڑ روبلز سالانہ ہو گئی۔ ۱۹۲۹ء میں صنعتیں کل پیداوار کا

۵،۴۵ فیصدی تھیں اور زراعت ۵،۴۵ فیصد ۱۹۳۳ء میں صنعتی پیداوار کل پیداوار کا ۴،۷۰ فیصد ہو گئی اور زرعی پیداوار ۶،۲۹ فیصد

اکثر لوگوں کو یہ حیرت ہوتی ہے کہ آخر اس قدر زبردست تبدیلی تین چار سال کے قلیل عرصہ میں کیسے واقع ہو گئی اور ایک ایسا ملک جو صنعتی اور زرعی نقطہ نظر سے اتنا پیچھے تھا اتنی قلیل مدت میں اتنا آگے کیسے بڑھ گیا۔ کیا ایک معجزہ نہیں ہے؟ یہ واقعی ایک معجزہ ہوتا اگر ایسا انقلاب کسی سرمایہ دار۔ ملک میں واقع ہوتا لیکن اگر ہم یہ پیش نظر رکھیں کہ یہ ترقی اشتراکی نظام معیشت کے تحت ہوئی ہے تو ہمیں کوئی حیرت نہیں معلوم ہوتی۔

دوسرا پنجسالہ نظام العمل

دوسرا پنجسالہ نظام العمل ۱۹۳۳ء میں شروع ہوا۔ یہ بھی چار سال سے کم میں مدت میں تکمیل پا گیا۔ اس کے ختم پر تمام صنعتوں کا ۰،۹۹ فیصدی حصہ اور کل زراعت کا ۶،۹۸ فیصدی حصہ اشتراکی نظام معیشت کے تحت آگیا اور پورے ملک کے پیداواری نظام میں جدید ترین ٹکنک استعمال ہونے لگی۔ ۱۹۳۷ء میں ملک کی صنعتی پیداوار کا ۸۰ فیصدی حصہ ایسے کارخانوں میں تیار کیا گیا تھا جو پہلے اور دوسرے پنجسالہ نظام العمل کے تحت قائم کئے گئے تھے۔ اس سال زراعت میں جتنے ٹریکٹرز اور فصلیں کاٹنے کی مشینیں استعمال میں تھیں وہ سب کی سب گزشتہ چار سال میں

تیار ہوئی تھیں۔ اس پروگرام کا سب سے اہم جز مشرقی حصوں میں زراعت کو ترقی دینا تھا یہ بھی چار سال میں تکمیل پا گیا۔

۱۹۳۲ء کے مقابلہ میں ۱۹۳۷ء میں صنعتی پیداوار میں ۱۲۰ فیصدی اضافہ ہوا۔ حالانکہ نظام العمل کے مطابق صرف ۱۱۴ فی صدی ہونا چاہیئے تھا۔ اسٹیخناف تحریک کی وجہ سے مزدوروں اور دوسرے تمام کرنے والوں کی کارکردگی میں بے حد اضافہ ہو گیا صنعتوں کے تمام شعبوں میں انتہائی ترقی یافتہ ٹکنک آگئی۔

قومی معاشی سرگرمیوں میں کام کرنے والوں کی تعداد میں ۱۷،۶ فیصدی اضافہ ہوا۔ اور اجرتوں میں ۱۱۳،۵ فیصدی اجرتوں کے فنڈ میں بجائے ۵۵ فیصدی متوقعہ اضافہ کے ۱۵۰ فیصدی اضافہ ہوا۔ تعلیمات صحت عامہ اور دوسری معاشرتی سرگرمیوں پر سالانہ خرچ بمقابلہ ۱۹۳۲ء کے ۵۸۳۹ ملین روبلز کے ۲۰۲ ۳۵ ملین روبلز ہو گیا مشترکہ مزرعوں کے کسانوں کی عام معاشی اور معاشرتی خوشحالی میں صرف چار سال میں ۱۷۰ فی صدی اضافہ ہوا۔ اور اجرتوں میں ۳۵۰ فیصدی اضافہ۔ لوگوں کے عام استعمال کی چیزیں ۱۹۳۲ء کے مقابلہ میں تین گنا زیادہ تیار کی جانے لگیں۔ گوشت کی بنی ہوی چیزوں اور مسکہ وغیرہ کی پیداوار میں دو سے تین گنا اضافہ ہوا۔ سرکاری اور امداد باہمی کے اداروں کی تجارت میں ۲ گنا اضافہ ہوا۔ ۴ سال میں ابتدائی اور ثانوی مدارس میں لڑکوں اور لڑکیوں کی تعداد ۲۱،۳ ملین سے

۲۹،۴ ملین ہوگئی۔ اور اعلیٰ تعلیمی اداروں میں طلباء کی تعداد ساڑھے پانچ لاکھ کے قریب پہنچ گئی۔ تعلیم عام ہوگئی۔ ابتدائی تعلیم لازمی قرار دیدی گئی کتب خانوں کی تعداد ۷۰ ہزار۔ کلبوں کی تعداد ۹۵ ہزار اخباروں کی تعداد ۵۰ ہزار ہوگئی اور ۳۶ ہزار مدرسوں کی نئی عمارتیں تعمیر ہوئیں۔

دوسرے نظام عمل کے ختم پر سویٹ روس معاشی نقطہ نظر سے بالکل خود مکتفی ہوگیا اور اس قابل ہوگیا کہ فوجی اور غیر فوجی دونوں قسم کی تمام معاشی ضروریات کی تکمیل کر سکے۔

سنہ ۱۹۱۳ء کے مقابلہ میں سنہ ۱۹۳۷ء میں روس کی صنعتوں میں ۸ گنا اضافہ ہوا اور مشینوں انجنیرنگ اور دھاتوں کی صنعتوں میں سنہ ۱۹۲۹ کے مقابلہ میں ۳ گنا اضافہ ہوا۔ برقی صنعت میں سنہ ۱۹۱۳ء کے مقابلہ میں ۳ء ۷ گنا اضافہ ہوا اور ۳۲۸۰۰ ملین کیلو واٹ برقی قوت پیدا کی جانے لگی صنعتوں میں اکثر کام جو ہاتھ سے کئے جاتے تھے وہ اب نئی قسم کی مشینوں سے کئے جانے لگے تھے۔ مشرقی علاقے جہاں صنعتوں کا کبھی وجود بھی نہیں تھا انتہائی ترقی یافتہ ممالک کے مقابلہ میں آگئے یورال میں جہاں سنہ ۱۹۱۳ء میں ۹ ہزار ٹن کچا لوہا تیار ہوتا تھا سنہ ۱۹۳۷ء میں ۲۶ لاکھ ٹن تیار ہونے لگا۔ اس سال زراعت میں بھی مشین کا پورے طور پر عمل دخل ہوگیا۔ ۴ لاکھ ۸۰ ہزار ٹریکٹر ز ، ۱ لاکھ ۳۰ ہزار فصلیں کاٹنے کی مشینیں ایک لاکھ ۳۰ ہزار فصلیں گاہنے کی مشینیں اور ایک لاکھ ۹۳ ہزار بار برداری کی موٹریں مختلف مزرعوں میں استعمال میں تھیں

زرعی پیداوار نظام العمل کے مطابق ۶۰۰ ۴۸ ملین پوڈس (Poods) ہونی چاہیے تھی لیکن ۳۷۰۰۰ ملین پوڈس (Poods) ہوئی۔ مشترکہ مزرعوں کی آمدنی ۱۹۳۳ء کے ۵۶۶۲ ملین روبلز کے مقابلہ میں ۱۹۳۷ء میں ۱۴۱۸۰ ملین روبلز ہوگئی۔ جس کی وجہ سے کاشتکاروں کی اجرتوں میں ۱۰۱ فیصدی اضافہ ہوگیا۔

تیسرا خاکہ ۱۹۳۸ء، ۱۹۴۲ء تیسرا خاکہ ۱۹۳۹ء کے شروع میں منظور ہوا تھا اور توقع تھی کہ یہ پانچ سال سے کم ہی مدت میں تکمیل پا جائیگا لیکن ۱۹۴۱ء میں جب فاشسٹوں نے اس پرامن ملک پر حملہ کردیا تو پوری معاشی مشنری کو جنگ کے اغراض کے لئے مختص کردینا پڑا۔ اس خاکہ میں یہ مقصد پیش نظر تھا کہ زندگی کے ہر شعبہ میں نہ صرف یورپ کے تمام ترقی یافتہ ممالک اور امریکہ کے مساوی پہنچ جائیں۔ بلکہ ہر چیز میں خاص طور پر فی کس آبادی کے لئے خام لوہے۔ فولاد۔ ایندھن۔ برقی قوت مشنری اور اسی طرح کے دوسرے ذرائع پیداوار اور استعمال کی چیزوں میں سبقت لے جائیں۔

روسی باشندوں کے معاشی اور معاشرتی معیار کو اور زیادہ بلند کرنے کے لئے تیسرے خاکہ میں عام استعمال کی چیزوں کی پیداوار میں ۱½ سے ۲ گنا تک اضافہ رکھا گیا تھا۔ اور عام مزدوروں اور دوسرے

---

* ایک پوڈ (Pood) = ۳۶ پونڈ یا ۱۸ سیر۔

کام کرنیوالوں کی اجرت میں اور مشترکہ مزرعوں میں کام کرنے والوں کی اجرت اور تعداد میں اضافہ بھی پیش نظر تھا۔ شہری اور دیہی آبادی کی معاشرتی سرگرمیوں کے فنڈ میں کافی اضافہ رکھا گیا تھا۔ ہر سوویٹ مزدور کی کارکردگی اور معیار زندگی میں اتنی ترقی کی توقع تھی کہ وہ انجینیروں اور ٹکنیشینز کے ہم پلہ ہو جاتے ملک کی دفاعی قوتوں کو مضبوط بنانے کے لئے جنگ سے متعلق صنعتوں کے واسطے بھی کافی گنجائش رکھی گئی تھی۔ خاص طور سے مشرقی علاقوں کی صنعتوں پر خاص طور سے زور دیا گیا تھا۔ اور ایک اسکیم بنائی گئی تھی جس کی بموجب ان علاقوں میں ہر قسم کے سامان اور ایندھن کے بہت بڑے بڑے ذخائر قائم کئے گئے تھے۔ ذیل میں تیسرے پنجسالہ نظام العمل کا مختصر خاکہ دیا جاتا ہے جس سے معلوم ہو گا کہ اگر فاشست درندے سنہ ۱۹۴۱ء میں حملہ نہ کر دیتے تو صنعتی ترقی کس نوبت پر پہنچ جاتی۔

صنعتیں	متوقعہ پیداوار ۱۹۴۲ء میں	فیصدی اضافہ ۱۹۴۲ء کے مقابلہ میں
کل صنعتیں	ایک لاکھ ۸۰ ہزار ملین روبلز	۸۸
پیداوار دولت سے متعلق صنعتیں	ایک لاکھ ۱۲ ہزار ملین "	۱۰۳
استعمالی اشیاء	۶۸ ہزار ملین روبلز	۶۹
مشینری	۶۲ ہزار ملین "	۱۲۵
موٹریں	۴ لاکھ (اکائیاں)	۱۰۰

صنعتیں	متوقعہ پیداوار ۱۹۴۲ء میں	فیصدی اضافہ ۱۹۳۷ء کے مقابلہ میں
برقی قوت	۷۵ ہزار کلوواٹ	۱۰۶
کوئلہ	۲۳۰ ملین میٹرک ٹن	۱۱۱
فولاد	۲۷٫۵ ″ ″	۵۶
کیمیائی مرکبات	۱۳۴۰۰ ملین روبلز	۱۲۷
سوتی کپڑا	۴۹۰۰ ملین میٹرز	۴۲
اونی کپڑا	۱۷۵ ″	۶۷
چمڑے کے جوتے	۲۲۵ ملین جوڑے	۴۳
ڈبوں کی کھانے کی چیزیں	۱۸۰۰ ملین ڈبے	۱۰۶

تیسرے خاکہ کے پہلے تین سال میں سویٹ روس کی صنعتی پیداوار میں ۴۴ فیصدی اضافہ ہو گیا تھا۔ ۱۹۳۷ء میں صنعتی پیداوار ۹۵۵۰۰ ملین روبلز تھی اور ۱۹۴۰ء میں ۱۳۷۵۰۰ ملین روبلز ہو گئی۔ باوجودیکہ تیسرے خاکہ کے زمانے میں زیادہ تر توجہ دفاعی تیاریوں پر صرف کی گئی تھی اور ہوائی جہاز۔ ٹینک۔ مشین گن۔ اور لڑائی کے دوسرے سامان کی تیاری کو ہر چیز پر فوقیت دی گئی تھی لیکن ساتھ ہی روزمرہ کے استعمال اور ضروریات زندگی کی چیزوں کو بھی نظرانداز نہیں کیا گیا تھا۔

چنانچہ ذرائع پیداوار میں ۱۹۳۷ کے مقابلہ میں ۵۲ فیصدی اضافے کے ساتھ استعمالی چیزوں کی پیداوار میں ۳۳ فیصدی اضافہ کیا گیا۔ اور مشینوں کی صنعت کی ترقی کو سب سے نمایاں جگہ دی گئی۔ ان تین سالوں میں ۲۹۰۰ ملین کارخانے۔ کانیں اور برقی قوت کے اسٹیشن قائم کئے گئے۔ حالانکہ پہلے خاکہ کے پورے پانچ سالوں میں ۱۵ سو نئے کارخانے تعمیر ہوئے تھے۔

تیسرے خاکہ کے پہلے تین سالوں میں ان نئے نئے کارخانوں اور کانوں کی وجہ سے کوئلہ کی سالانہ مقدار میں ۱۵ ملین ٹن اضافہ ہوگیا۔ برقی قوت میں ۴۴ لاکھ کیلوواٹ کا اور لوہے کی صنعت میں ۲۹ لاکھ ٹن کا اضافہ ہوگیا۔ اور کپڑے کی ملوں میں دس لاکھ اسپنڈلس (SPINDLES) کا اضافہ ہوگیا۔

صنعتی پیداوار کی غیر معمولی ترقی نے محنت کشوں کے معیار زندگی کو بہت کافی بلند کر دیا۔ اور انکے استعمال کی چیزوں میں بھی لازماً بہت تیزی سے اضافہ کرنا پڑا۔ ان تین سالوں میں قومی آمدنی میں بہت کافی اضافہ ہوگیا۔ چنانچہ ۱۹۳۷ء میں قومی آمدنی ۹۶ ہزار ملین روبلز تھی اور ۱۹۴۰ء میں ایک لاکھ ۲۵ ہزار ۵ سو ہوگئی کام کرنے والوں کی اجرت ۱۹۳۷ء کے مقابلہ میں ۱۹۴۰ء میں ۵۰ فیصدی زیادہ ہوگئی۔ اور ۱۹۳۹ء اور ۱۹۴۰ء میں باوجود سرحدوں پر فوجی کارروائیوں کے ملک کی صنعتی معاشی اور معاشرتی ترقی میں

دہی رفتار برقرار رہی۔

زمانہ جنگ کی صنعتیں

سوویٹ یونین پر حملہ کے بعد جرمن فاشسٹ اور بہت سارے نا واقف لوگ یہ سمجھتے تھے کہ روسی صنعتی اور زرعی قوت پر کاری ضرب لگانے کے لئے جنوبی روس اور یوکرین کے علاقوں پر قبضہ کرلینا کافی ہوگا۔ اور ایک مرتبہ ان علاقوں پر قبضہ ہو جائے تو روسی صنعتی قوت پھر بالکل اس قابل نہیں رہتی کہ کسی قسم کی بھی مزاحمت کرسکے۔ لیکن باوجودیکہ پورے ڈان ڈونیز اور ڈنیپر کے علاقوں کے صنعتی مرکزوں اور شمال میں ماسکو کے مشرقی حصوں کے صنعتی شہروں پر فاشستوں کا کامل قبضہ ہوگیا تھا اور گذشتہ دو سال میں انھوں نے ان علاقوں میں کافی تباہی مچادی تھی لیکن ہم آج دیکھتے ہیں کہ روسی فوجیں پہلے کے مقابلہ میں دگنی قوت اور دگنے سامان سے لیس ہوکر نازیوں کو ہر قدم پر سخت شکستیں دے رہی ہیں ان کے حمل و نقل کے ذرائع میں حیرت خیز ترقی ہوگئی ہے۔ ٹینک مشین گن اور ہوائی جہاز سب پہلے سے زیادہ اور نئے قسم کے استعمال ہو رہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آج روسی ہر لحاظ سے دو سال قبل کی فوجوں سے زیادہ طاقتور اور سامان حرب سے زیادہ لیس ہیں۔

روسی صنعتوں کی روز افزوں ترقی ساری دنیا کو حیرت میں ڈالے ہوئے ہے۔ لیکن جن لوگوں نے سوویٹ روس کو زیادہ قریب سے سمجھنے کی کوشش کی ہے وہ ہمیشہ سے یہ جانتے تھے کہ اس کی قوت کتنی بڑی

اور کتنی پھیلی ہوئی ہے۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد ہی سے انھیں یہ معلوم تھا کہ جلد یا بدیر ایک عالمگیر جنگ کا سامنا کرنا ہے۔ لینن اسٹالین اور ان کے ساتھیوں کے پیش نظر وسطی ایشیا، اور یورال کی صنعتی ترقی ہمیشہ رہی تاکہ وقت پڑنے پر ان سے پورا پورا کام لیا جاسکے چنانچہ پچھلے پنجسالہ نظام العمل سے ہی ان پر خاص توجہ کی جارہی ہے۔ آرکٹسک۔ میگنٹو گارسک۔ نورسی برسک ۔ تومسک۔ اور سوردلوسک وغیرہ میں لوہے۔ فولاد۔ اور کیمیائی اشیاء کے اتنے بڑے بڑے کارخانے قائم کئے گئے ہیں جو کسی طرح بھی خارکوف ۔ ٹیگنراگ اور اسٹالینو وغیرہ سے کم نہیں ہیں۔ ان علاقوں میں جہاں ایک زمانہ میں آبادی بہت خال خال نظر آتی تھی۔ زراعت بہت ہی کم ہوتی تھی اب بڑے بڑے صنعتی شہر نمودار ہو گئے ہیں۔ پن بجلی کے کئی اسٹیشن تعمیر ہو گئے ہیں کان کنی انتہائی معراج پر پہنچ گئی ہے۔ اور زمانہ جنگ کی ضروریات کی تمام دھاتیں مثلاً لوہا۔ تانبا۔ جست۔ المونیم۔ اور کوئلہ وغیرہ سب یہیں پر نکالے جاتے ہیں۔

سوویٹ مدافعت اور صنعتی ترقی کا صرف یہی راز نہیں ہے۔ کہ سوویٹ حکومت نے ان علاقوں کی صنعتوں کو وسیع کیا ہے بلکہ اسمیں نادر المثال سوویٹ تنظیم اور سوویٹ باشندوں کی غیر معمولی سرفروشی اور اپنے نظام اور ملک سے محبت کو بھی خاص دخل حاصل ہے۔ جنگ کے ابتدائی زمانہ میں جو ہنی۔ وسطی اور جنوبی علاقوں کی صنعتوں کو خطرہ لاحق

ہوگیا تو فوراً یہ صنعتیں دولگا کے اس پار مشرقی روس میں منتقل کر دی گئیں۔ جرمن فاشسٹ اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے کہ اتنے بڑے کارخانے اور ان میں کام کرنے والے مزدور اور انجینیر منتقل بھی کیے جا سکتے ہیں۔ جیسے جیسے جرمن آگے بڑھتے جاتے تھے بڑے بڑے صنعتی شہروں کو مشینوں اور کام کرنے والوں سے خالی پاتے تھے۔ اور یہ کارخانے جب ان علاقوں میں لائے گئے تو ان میں اسقدر جلد کام شروع ہوگیا کہ بظاہر انسانی قوت سے بعید نظر آتا ہے۔ ایک کارخانہ جب یورال میں منتقل کیا گیا تو اس کے لیے ۱۶ بڑی عمارتوں کی ضرورت پیش آئی یہ عمارتیں نہ صرف بیس روز میں کھڑی کر دی گئیں بلکہ کارخانے میں کام بھی شروع ہوگیا۔ مرد اور عورتیں گویا خود مشین بن گئے تھے۔ ان علاقوں میں نہ صرف کارخانے ہی منتقل ہو کر آرہے تھے بلکہ نئی نئی فیکٹریاں بھی ابھر رہی تھیں۔ اور ان میں بھی وہی تیز رفتاری تھی۔ ایک بہت بڑا فلز کاری (دھاتیں صاف کرنے) کا کارخانہ ۳½ ماہ میں تیار ہوگیا۔ وسطی ایشیا میں ٹریکٹرز کا ایک کارخانہ صرف سات ماہ میں مکمل ہو کر ٹریکٹرز تیار کرنے لگا۔ اسی علاقے میں موٹریں بنانے کا ایک بہت بڑا کارخانہ ۷ مہینہ میں تعمیر ہو کر اس قابل ہوگیا کہ روزانہ ہزاروں کی تعداد میں موٹریں تیار کرے۔ یورال میں چلیا بنسک کے مقام پر دھاتیں صاف کرنے کا ایک کارخانہ صرف نو ماہ میں تیار ہوا۔ یہ اتنا بڑا کارخانہ ہے کہ اس کا شمار دنیا کے سب سے بڑے کارخانوں

میں ہوتا ہے میگنٹو گارسک کا فولاد کا کارخانہ جو سارے یورپ میں
سب سے بڑا ہے جنگ شروع ہونے کے بعد تعمیر ہونا شروع ہوا
اور ایک سال ہوتا ہے کہ مکمل ہو چکا ہے۔ اور لاکھوں ٹن فولاد
تیار کر رہا ہے۔ دور دراز مشرقی علاقوں مثلاً ازبکستان۔
قازقستان۔ خرغیز یا وغیرہ میں بڑی صنعتوں۔ چھوٹی صنعتوں اور
غذا سے متعلق صنعتوں میں نہ صرف کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ بلکہ
بے شمار نئے کارخانے صرف چند ماہ کے عرصہ میں قائم ہو گئے ہیں
کئی جگہ دھاتوں اور منگنیز کی نئی نئی کانیں کھودی گئی ہیں اور ان کے
صاف کرنے کے کارخانے قائم ہو گئے ہیں۔

سوویٹ مزدوروں۔ انجنیروں اور دوسرے کام کرنیوالوں
کی کارکردگی میں اسقدر اضافہ ہو گیا ہے کہ جو کام مہینوں میں
جا کر مکمل ہوتا تھا اب ہفتوں میں مکمل ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ
ہے کہ لاکھوں سوویٹ باشندوں نے مشین چلانے اور اوزار استعمال
کرنے میں اعلیٰ درجہ کی مہارت حاصل کر لی ہے۔ ٹکنیک میں غیر
معمولی ترقی ہو گئی ہے۔ ایسے کام کرنے والوں کی تعداد اب
ہزاروں سے گزر کر لاکھوں تک پہنچ گئی ہے جنھوں نے اپنی کارکردگی
میں ایک ہزار فی صدی اضافہ کر لیا ہے۔ اور یہ تحریک بہت تیزی
سے مقبول ہو رہی ہے۔ اب ہر شخص اس کی کوشش میں ہے کہ
دوسرے سے سبقت لے جائے۔ نہ صرف سبقت کا یہ جذبہ مزدوروں

میں ترقی پا رہا ہے بلکہ ایک کارخانہ دوسرے کارخانے سے آگے بڑھ جانے کی دھن میں ہے۔ سویٹ باشندوں کے اس بڑھتے ہوئے جوش وخروش اور فاشسٹوں کے خلاف استعمال کرنے کا سامان زیادہ سے زیادہ پیدا کرنے کے جذبہ کو قابو میں رکھنے کے لئے کہیں وہ اپنی بساط سے زیادہ کام کی کوشش میں..... اپنی صحت نہ بگاڑ لیں۔ حکومت کو خاص طور سے قانون بنانے پڑے ہیں۔ جن کی رو سے کام کی ایک حد مقرر کر دی گئی ہے۔ ان جوشیلے کام کرنے والوں کے لئے بہتر غذا کا انتظام کیا گیا ہے اور ماہرین کی نگرانی میں ان کی تفریح۔ آرام اور صحت بخش ماحول کا خاص انتظام کیا گیا ہے۔ مزدور سبھائیں بھی خاص طور سے ان کی راحتوں اور صحت جسمانی کا خیال رکھتی ہیں۔ ہر وقت ہر قسم کی سہولت بہم پہنچاتی ہیں۔ حادثات وغیرہ کو کم کرنے اور صحت کو برقرار رکھنے کے لئے مشینوں میں خاص قسم کی جدتیں کی جاتی ہیں چونکہ مزدور اور کسان آجکل اپنا زیادہ تر وقت جنگی پیداوار بڑھانے میں صرف کرتے ہیں، اس لئے ان کے بچوں کی تعلیم و تربیت کھیل کود اور تمام معاشرتی سرگرمیوں کا انتظام اور ذمہ داری مزدور سبھاؤں اور دوسرے اداروں نے اور زیادہ اپنے ہاتھ میں لے لی ہے۔ تاکہ یہ قومی سپاہی ہر چیز سے بے فکر ہو کر دشمن سے اپنے ملک کو پاک کرنے کی جدوجہد میں پوری تندہی سے مصروف رہ سکیں۔

تیسرا باب

طبعی سائنس کی ترقی

جب ہم روس کی اسقدر غیر معمولی سائنٹیفک اور صنعتی ترقی پر نظر ڈالتے ہیں تو فوراً یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ وہاں کے لوگوں اور سائنس دانوں نے وہ کیا طریقے اختیار کیئے تھے اور اپنی تنظیم کو کس نہج پر ڈھالا تھا کہ اتنی کم مدت میں پورے معاشی نظام میں نہ صرف انقلاب پیدا کردیا بلکہ سارے یورپ میں اپنے ملک کو سب سے بڑا صنعتی ملک بنا دیا۔ اور ساری دنیا کے انسانوں کے دل میں عزت اور محبت کے جذبات موجزن کردیئے۔ دنیا کے اس سرعت سے تبدیل ہونیوالے سماجی سیاسی اور معاشی نظام کی تشکیل میں سوویٹ روس جو غیر معمولی حصہ لے

رہا ہے اور جو آئندہ لے گا اس کو ہم اس وقت تک نہیں سمجھ سکتے ہیں جب تک کہ ہم روس میں سائنس کی تنظیم کے نظام کو اچھی طرح نہ سمجھ لیں۔ یہی تنظیم اصل میں اس ملک کی غیر معمولی ترقی کا راز ہے۔

یہ خیال کرنا تو درست نہ ہوگا کہ زار روس کے زمانے میں سائنٹفک سرگرمیاں روس میں بالکل مفقود تھیں۔ لیکن اس زمانہ میں سائنس کو قومی معاشی زندگی کی ترقی میں کبھی بھی استعمال نہیں کیا گیا تھا۔ سائنس داں بہت ہی منتخب آدمی سمجھے جاتے تھے۔ جنھیں بڑی بڑی تنخواہیں ملتی تھیں۔ ہر قسم کا آرام میسر تھا۔ اور جو صرف سائنٹفک تحقیقات انجام دیتے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ اعزاز صرف چند ہی لوگوں کو ملتا تھا خاص طور پر ان لوگوں کو جو اعلیٰ خاندان سے ہوتے تھے اور زار کی حکومت سے ان کی وفاداری اور وابستگی مسلمہ ہوتی تھی۔

زار روس کی اس پالیسی کے برخلاف سوویٹ روس نے سائنس کو اپنے نظام زندگی میں بنیادی اہمیت دی اور اس کی ترقی کو اپنی تمام سرگرمیوں کا زینہ بنایا۔ چنانچہ ۱۹۱۷ء میں خانہ جنگی اور بیرونی حملہ آوروں کی ریشہ دوانی ابھی جاری ہی تھی کہ حکومت نے سائنٹفک تحقیقاتی کام کی ابتدا کر دی اور لینن گراڈ کے پروفیسر جوف (JOFF) کی مدد سے لینن گراڈ میں ۱۹۱۸ء میں ایک طبعی ٹکنیکل ادارہ قائم کر دیا گیا۔ جہاں طبعی سائنس اور اس کی خاکہ بندی سے متعلق کام شروع کر دیا گیا۔ اس ادارے میں

جہاں آٹھ آدمیوں سے کام شروع کیا گیا تھا ۱۹۲۹ء میں تقریباً
۲ ہزار سائنس داں اعلیٰ قسم کے سائنٹفک کام انجام دینے لگے۔
اس ادارے میں جب غیر معمولی ترقی ہوگئی اور ماہرین کی تعداد میں
اضافہ ہونے لگا تو خارکوف۔ سوردومک۔ نیپر پٹروسک طفلس
تاشکنٹ۔ سمرقند اور تاشقند میں نئے نئے اداروں کا اضافہ کیا گیا۔
اوران میں مقامی حالات اور ضروریات کے پیش نظر تحقیقاتی کام
شروع کیا گیا۔ مثلاً خارکوف میں بلند تناؤ کی برق (HIGH TENSION
ELECTRIC) ٹکنیکل طریقوں سے پست تپش پر جدا کرنے اور
اطراف کی صنعتوں سے متعلق کام شروع کیا گیا۔ نیپر پٹروسک میں فلز
کاری (METALLURGY) پر کام کیا جاتا ہے۔ ماسکو میں حرارت
اور برقی انجینیرنگ پر لینن گراڈ کے آپٹیکل انسٹیٹیوٹ میں مختلف
قسم کے شیشوں پر کام انجام پاتا ہے طبعیات کے علاوہ بے شمار عمل
نباتات حیوانیات اور دوسری شاخوں مثلاً معاشیات۔ فلسفہ
نفسیات۔ وغیرہ کے متعلق قائم ہیں۔ جن میں سے اکثر جنگ چھڑنے
کے بعد سے مشرقی حصوں میں منتقل کردیئے گئے ہیں۔

روس میں زندگی کے دوسرے تمام شعبوں کی طرح سائنٹفک
تحقیقاتی کام بھی ایک معین نظام العمل کے تحت انجام پاتا ہے
ملک کی تمام ضروریات کا نظام العمل اسٹیٹ پلاننگ کمیشن سپریم
سویٹ کی زیرنگرانی تیار کرتا ہے۔ اور سائنٹفک اداروں کا نظام العمل

اکادمی آف سائنس اسٹیٹ پلیننگ کمیشن کی نگرانی میں بناتی ہے۔
اسٹیٹ پلیننگ کمیشن جب اس کا تعین کر لیتا ہے کہ مختلف ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے کن کن صنعتوں کے کتنے کارخانے۔ کہاں کہاں قائم ہوں گے تو پھر اکادمی آف سائنس اسکا تعین کرتی ہے کہ ہر ایک کو کس قسم کی سائنٹیفک امداد درکار ہوگی۔ مثلاً برقی صنعت کو لے لیں تو یہ محسوب کرنا ہوگا کہ اس کی امداد کے لئے کتنے تجربہ خانوں کی ضرورت ہوگی جن میں برقی انجینرنگ سے متعلق پیچیدہ مسائل کو حل لیا جائیگا اس کے علاوہ کتنے ایسے تجربہ خانہ قائم کئے جائیں گے جہاں خاص برقی طبعیات پر کام ہوگا اور جس کی مدد سے عملی اور نظری برقی سائنس کو ترقی دیجا سکیگی۔ تاکہ اس کے نتائج سے آئندہ فائدہ اٹھایا جا سکے۔
یہ کام لازماً برقی انجینروں کی تعلیم و تربیت اور کام سے مختلف ہوگا۔ اسی طرح دوسری صنعتوں کی صورت میں بھی ایک پورا انتظام قائم کرنا ہوگا چونکہ یہ پورا انتظام ایک مرکزی ادارہ چلاتا ہے اور تحقیقات اور صنعتوں دونوں کا خاکہ وہی بناتا ہے اس لئے یہ نظام انتہائی مکمل ہوتا ہے تمام ادارے نہایت مناسب جگوں پر قائم ہوتے ہیں۔ چونکہ کسی کے پیش نظر انفرادی نفع اندوزی نہیں ہوتی اس لئے ان اداروں سے ایک دوسرے کو مدد ملتی ہے۔ نظام العمل کی تیاری مرکزی ادارہ خود نہیں کرتا بلکہ ہر شعبہ اور ہر ادارے کے لوگ اسمیں حصہ لیتے ہیں۔
سائنٹیفک تحقیقاتی کام کے متعلق اسٹیٹ پلیننگ کمیشن سرسری

خاکہ بناتا ہے۔۔۔ تفصیلی خاکہ اکادمی آف سائنس بناتی ہے اس میں تقریباً ۹۰۰ اراکین ہوتے ہیں جن میں ماہرین طبعیات۔ کیمیا۔ انجنیری۔ جمادات۔ حیاتیات۔ تاریخ۔ معاشیات۔ لسانیات۔ فلسفہ اور علوم مشرقی شریک رہتے ہیں۔ اسکی عمارت میں تقریباً ۲۰ تحقیقاتی ادارے قائم ہیں اور تمام شعبوں سے متعلق کئی عجائب خانے بھی ہیں ان سب اداروں میں کئی ہزار آدمی کام کرتے ہیں۔

اکادمی آف سائنس کے تمام ملک کے لئے خاکہ بنانے سے قبل ہر ادارے میں اس کے مختلف شعبوں کے صدر ملکر تفصیلی خاکہ بناتے ہیں۔ یہ خاکہ اس ادارے کے جلسہ عام میں پیش ہوتا ہے جس میں ہر شخص بلا امتیاز حصہ لیتا ہے۔ بحث و مباحثہ کے بعد ترمیم کی جاتی ہے اور یہ خاکہ اکادمی آف سائنس کے پاس بھیجدیا جاتا ہے۔ جہاں پورے ملک کے لئے ایک تفصیلی خاکہ تیار ہوتا ہے۔ اور یہ خاکہ اسٹیٹ پلننگ کمیشن کی منظوری کے بعد مختلف اداروں میں واپس چلا جاتا ہے۔ اسی کے مطابق ہر جگہ کام انجام پاتا ہے۔

گزشتہ چند سال کی اسقدر قلیل مدت میں سائنس والوں کا پیدا کرنا اور اس قدر بلند معیار کا تحقیقاتی کام انجام دینا ایسی خاکہ بندی ہی میں ممکن تھا۔ پروفیسر جوف اور ان کے ساتھیوں نے طبعی صنعتی انسٹیٹوٹ میں جو غیر معمولی تحقیقاتی کام انجام دیا اس پر پورا ملک بجا طور پر فخر کر سکتا ہے۔ انھوں نے زیادہ تر توجہ

ٹھوس کی طبعیات پر کی ہے۔ خصوصاً قلموں کی قوت پر یہ مسئلہ دھاتوں کی صنعت میں بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ ٹھوس دھاتوں کی بڑی مقدار قلموں پر مشتمل ہوتی ہے۔ قلمیں جوہروں پر مشتمل ہوتی ہیں۔ یہ جوہر ان میں ایک خاص قوت کے تابع ایک خاص شکل میں جمے ہوئے رہتے ہیں۔ ان قوتوں کی مقدار معلوم کی جا سکتی ہے اور یہ بھی معلوم کیا جا سکتا ہے کہ یہ جوہر کس طرح ترتیب دیئے جائیں کہ دھات زیادہ سے زیادہ مضبوطی کا اظہار کرے۔ انہوں نے تجربہ سے یہ معلوم کیا ہے کہ تمام ٹھوس اجسام نظری نقطہ نظر سے جتنے مضبوط ہونے چاہیں عملاً اس سے کئی ہزار گنا کم مضبوط ہوتے ہیں۔ اگر یہ ممکن ہو جائے کہ جوہروں کو اس طرح ترتیب دیا جائے کہ دھاتیں زائد سے زائد مضبوطی کا اظہار کریں تو اس قسم کے انکشاف کا اثر ہوائی جہازوں اور دوسری بے شمار صنعتوں پر نہایت حیرت انگیز طور پر پڑیگا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں اب تک کے تحقیقاتی نتائج نہایت حوصلہ افزا ہیں۔ نیم موصل اشیا، پر بھی جوف اور ان کے ساتھیوں نے غیر معمولی تحقیقاتی کام انجام دیئے ہیں۔ جس کا برقی صنعت پر بہت گہرا اثر رہا ہے۔ اور اس سلسلہ میں پروفیسر جوف کو ۲ لاکھ روبلز کا انعام بھی ملا ہے۔

جوف، انسٹیٹوٹ میں اسکوبلزنس (S.K. Skobelzyn) نے کونی شعاعوں کے متعلق غیر معمولی انکشافات کئے ہیں انھوں نے

معلوم کیا ہے کہ کونی شعاعیں (Cosmic Rays) دراصل ذرات پر مشتمل ہوتی ہیں اور یہ ذرات نہایت تیز رفتاری کے ساتھ فضاء میں حرکت کر رہے ہیں۔ اور ان میں توانائی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ وہ کسی جوہری عمل کے دوران میں پیدا نہیں ہو سکتی۔ اس لئے ان کا منبع لازماً کونی ہی ہونا چاہئیے۔ حالیہ کونی شعاعوں سے متعلق تحقیقات کی بنیاد انہی ابتدائی تحقیقات پر رکھی گئی ہے۔

پروفیسر کپیزا (Kapitza) کیمبرج کے معمل میں بہت زمانہ تک کام کرتے رہے ہیں اور انھوں نے وہاں اتنا بڑا برقی میدان پیدا کیا تھا کہ اس کے تہائی سے بڑا اب تک پیدا نہیں کیا جا سکا تھا۔ اس کے علاوہ انھوں نے مطلق گیسوں کو مائع بنانے کا بالکل نیا اور عجیب وغریب طریقہ ایجاد کیا ہے۔ کیمبرج کے بعد اب انھوں نے ماسکو میں اسی تحقیقاتی سلسلہ کو جاری رکھتے ہوئے حال میں حیرت انگیز نتائج حاصل کئے ہیں جنکا شمار موجودہ دور کی طبیعیات کے سب سے بڑے کارناموں میں ہو سکتا ہے۔ انھوں نے حال ہی میں نہ صرف مطلق گیسوں کو منفی دو درجہ مطلق تک ٹھنڈا کیا ہے بلکہ مائع ہیلیم کے دو درجہ مطلق پر بہاؤ کا مشاہدہ بھی کیا ہے اور یہ معلوم کیا ہے کہ اس مائع میں اس درجہ تپش پر لزوجت (Viscosity) بالکل باقی نہیں رہتی۔ انھوں نے حال ہی میں گیسوں کو صنعتی پیمانہ پر مائع بنانے کا نہایت حیرت انگیز اور آسان طریقہ معلوم کیا ہے اور اس سلسلہ میں

حال ہی میں انھیں ایک لاکھ روبلز کا اسٹالن انعام بھی ملا ہے۔ شبنیکاف نامی ایک سائنسدان نے جو پہلے خارکوف فزیکو ٹکنیکل انسٹیٹیوٹ میں کام کرتے تھے ایک بالکل جدید اصول پر پست تپشوں کا معمل بنایا ہے۔ اور پست تپشوں پر مقناطیسی خواص (   )

اور سوپر کنڈکٹیوٹی (   ) پر بہت دلچسپ

تجربات انجام دیئے ہیں۔ یہ دنیا میں پہلا شخص ہے جس نے جوہر کے مرکزے کی مقناطیسی حرکت سے پیدا ہونے والی پرمقناطیسیت (Paramagnetism) کو ناپنے کی کوشش کی ہے اور اس میں کامیابی حاصل کی ہے۔ اور اس عجیب و غریب اور انتہائی مشکل تجربہ کا نتیجہ یہ نکلا کہ جوہر کے دوسرے اجزا پروٹون اور ڈیوٹران کی مقناطیسی حرکت کی آزادانہ پیمائش ممکن ہو سکی۔ مقناطیس کے ایک اور ماہر کائی گورٹن (   ) نے جو سوردلوسک کے طبیعاتی ٹکنیکل انسٹیٹوٹ میں کام کرتے ہیں حال ہی میں موصلوں کی مقناطیس کے متعلق نئے انکشافات کئے ہیں۔ ماسکو یونیورسٹی کے مسٹر آکولاف (A-Kulov) پہلے شخص ہیں جنھوں نے قلموں کی ساخت اور مقناطیسیت کے درمیان رشتہ معلوم کیا اور اسکی وجہ سے لوہے کے مقناطیسی خواص کے اصل اسباب کا پتہ لگایا گیا ہے

مرکزوں کی طبعیات یا جوہروں کی ساخت کے متعلق بھی سویٹ سائنسدانوں نے غیر معمولی تحقیقاتی کام انجام دیئے ہیں۔ ان میں سے

لینسکی نیوٹران پر خارکوف میں کام کرتے تھے۔ ان کے علاوہ علی خانم اور "علی خانین" دونوں بھائیوں نے لینن گراڈ میں ریڈیم اور اس قسم کی دھاتوں سے خارج ہونے والی بہ شعاعوں (Ra B) کے متعلق نئے نئے اور دلچسپ انکشافات کئے ہیں۔

سوویٹ سائنسدانوں نے طبعی کیمیا میں بھی نمایاں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس شعبہ میں ایم ایم سیمناف کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ زنجیری تخلیق (Chain reaction) کا نظریہ بہت کچھ ان ہی کا ہے۔ جب عام دھماکے یا موٹر کے انجن میں گیس کے دھماکے کا عمل شروع ہوتا ہے تو وہ عام طور پر دھماکو اشیاء کے ایک یا زائد نقاط سے شروع ہوتا ہے۔ اور یہ عمل سلسلہ بہ سلسلہ ایک بڑھتے اور پھیلتے ہوئے پودے کی مانند پھیلتا ہے اور تھوڑی دیر کے بعد اسکی رفتار انتہائی تیز ہو جاتی ہے۔ اس پھیلاؤ میں جب کوئی چیز حائل ہو جاتی ہے تو دھماکہ کی رفتار انتہائی سست پڑجاتی ہے۔ مثلاً اگر لیڈ ٹیٹرا ایتھل پٹرول میں ملا دیں تو یہ موٹر کے سلنڈر میں پٹرول اور ہوا کے آمیزے کے قبل از وقت دھماکہ کو روکتا ہے سیمناف نے یہ تبلایا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ شیشے کے ذرات چونکہ آزادانہ حرکت کرتے رہتے ہیں اس لئے وہ پھیلاؤ کی زنجیروں کو توڑ دیتے ہیں۔ اس تحقیقات سے ہوائی جہازوں اور موٹروں کے انجنوں کو بڑی مدد ملتی ہے۔

روس کے دوسرے تحقیقاتی اداروں میں ریڈیائی اہتزاز کے اداروں کو خاص اہمیت حاصل ہے ان اداروں میں مینڈلسٹین اور پاپالکسی نے بہت سے نمایاں کام انجام دیئے ہیں جس کے صلہ میں دونوں کو دولاکھ روبلز کے اسٹالن انعامات بھی ملے ہیں ان کی غیراہتزاز پر تحقیقات نے ہوائی جہاز اور ریڈیو کی ٹکنک میں انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ مینڈلسٹین اور ان کے شاگردوں نے ریڈیو کی نظری سائنس میں روس کا رتبہ بہت بلند کر دیا ہے اور ریڈیو اور اس کی ٹکنک نے جسقدر روس میں ترقی کی ہے اتنی ترقی کسی ملک میں نہیں ہو سکی ہے۔ مندلسٹین نے وہ مشہور معروف ار جی دریافت کیا تھا جو ہمارے مشہور سائنسدان سرسی وی رامن نے دریافت کیا ہے اور جس پر انھیں نوبل انعام بھی ملا ہے۔ دونوں کے انکشافات تقریباً ایک ہی زمانہ میں ہوئے تھے۔ صرف : علان میں چند دنوں کا بل ہو گیا تھا۔

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ سائنس کی خاکہ بندی میں خالص سائنس کو پس پشت ڈالدیا جاتا ہے۔ لیکن تجربات اس کے بالکل خلاف ہیں۔ بڑی دلچسپ چیز تو یہ ہے کہ خالص ترین سائنس یعنی ریاضی نے روس میں بڑی ترقی کی ہے۔ خصوصاً اعداد کے نظریہ میں جو ریاضی کا بھی ایک خالص جز ہے وینوگریڈاف نے کافی کام کیا ہے۔ انھوں نے بتلایا ہے کہ ہر عدد جفت وہ اعداد اولی کا مجموعہ

ہوتا ہے نیز انھوں نے حال ہی میں ثابت کیا ہے کہ طاق اعداد جو چند خالص اعداد سے بڑے ہوں انھیں تین اعداد اولی کے مجموعہ کی شکل میں بیان کیا جا سکتا ہے

نظری طبعیات میں لانڈو۔ فزنیکل۔ اور ناک کو بین الاقوامی شہرت حاصل ہے انھوں نے جدید قدری میکانیات اور سائنس کی مختلف شاخوں میں اس کے اطلاق پر بہت اہم کام انجام دیا ہے۔ لانڈو نے جبکہ وہ ابھی صرف بیس سال کی عمر کے تھے دنیا میں سب سے پہلے آزاد برقیوں کے ڈایا میگنٹزم کو محسوب کیا تھا مشہور عالم برطانوی سائنس داں ڈیوڈ شوین برگ نے ایک جگہ لکھا ہے کہ لاڈو جسقدر صحت کے ساتھ ریاضی اور طبعیات کے رشتے کو سمجھتے ہیں اسقدر صحیح نقطہ نظر میں نے کسی سائنس داں کا نہیں پایا۔ ناک کا زیادہ تر کام کوانٹم نظریہ سے متعلق ہے۔ محسوب کرنے کے تقریبی طریقوں میں انھوں نے بڑا قابل قدر اضافہ کیا ہے۔ فزنیکل ٹھوس حالت کے نظریہ میں زیادہ دلچسپی لیتے ہیں اور ان کی کتابیں انگریزی اور دوسری یورپین زبانوں میں ترجمہ ہو کر کافی مقبول ہو چکی ہیں۔

سوویٹ سائنٹفک ادارے عام طور پر بہت بڑے بڑے ہیں نئے ہیں اور ہر قسم کا سامان ان میں وافر مقدار میں موجود رہتا ہے۔ سائنسدانوں کی اوسط عمر عام طور پر بہت کم ہوتی ہے۔ ہر

طرف نہایت جوش و خروش اور گہرے انہماک کی فضا ملتی ہے
اکثر اداروں کے ناظم چالیس سال کی عمر کے ہیں۔ اور دوسرے
کام کرنے والوں کی عمر اوسطاً تیس سال ہے۔ ان اداروں میں اکثر
مباحثہ کی محفلیں گرم ہوتی ہیں۔ جس میں سائنٹفک۔ انتظامی،
سیاسی اور معاشی مسائل پر بحث و مباحثے ہوتے ہیں اور لوگ ان
میں نہایت ہی آزادانہ طور پر حصہ لیتے ہیں۔ ہر شخص اپنے کام اپنی
ذمہ داری اور کام کی نوعیت سے واقف رہتا ہے۔

سویٹ سائنسدانوں کے رہنے سہنے۔ کھانے پینے اور تفریح
کے انتظام پر خاص توجہ کی جاتی ہے۔ ان کے لئے بے شمار برف کے
کھیلوں پہاڑوں پر چڑھنے اور ہوابازی وغیرہ کے کلب مہیا کئے جاتے
ہیں۔ جن سے وہ بہت ہی معمولی فیس دے کر مستفید ہو سکتے ہیں
یہ کلب ان سائنسدانوں میں بڑے مقبول ہیں۔

گزشتہ ۲۵ سال میں سویٹ سائنس اور ٹکنیک نے اتنی ترقی
کی ہے کہ ساری دنیا اپنی دو سو سالہ صنعتی اور سائنٹفک ترقی کے
دور میں نہیں کر سکی۔ اور اس کے ثبوت میں صرف موجودہ جنگ
کو پیش کیا جا سکتا ہے۔ باوجودیکہ ہٹلر کے پاس سارے یورپ
کے کارخانے اور ساری دنیا سے بہتر اور ٹکنک اور سائنس داں
موجود ہیں لیکن وہ آج سرخ فوج اس کی ٹکنک اور سامان جنگ کے
سامنے قدم قدم پر شکستوں پر شکستیں اٹھا رہا ہے۔ ٹینکوں۔ ہوائی جہازوں

مشین گنوں اور ان سب کے استعمال باربرداری کی تنظیم غرض کہ ہر چیز میں آج سرخ فوج اپنی برتری ثابت کر رہی ہے۔ اور اپنی غیر معمولی ٹکنیکل قابلیتوں سے دنیا کو حیرت زدہ کئے ہوئے ہے۔

گزشتہ چند سالوں میں سویٹ روس اور یورپ اور امریکہ کے درمیان تعلقات بڑی حد تک منقطع رہے ہیں۔ جس سے ان .... ممالک کی سائنس کی ترقی کو کافی نقصان پہنچا ہے۔ امید ہے کہ اس جنگ کے بعد روس کے متعلق ساری دنیا کا نقطہ نظر بدل جائیگا اور ساری دنیا کی ترقی میں سویٹ سائنس دان بھی غیر معمولی حصہ لیں گے۔

سائنس کی تنظیم

- اعلیٰ سوویٹ
  - اکاڈمی آف سائنس
  - مجلس وزراء
    - بھاری صنعتوں کی وزارت
    - وزارت صحت عامہ
      - دواخانے
      - طبی تحقیقاتی ادارے
    - وزارت تعلیم
      - جامعات
      - اسکول
      - سائنس کے اسکول
      - تحقیقاتی ادارے
  - اسٹیٹ پلاننگ کمیشن
- سائنٹفک تحقیقاتی ادارے
  - سائنٹفک تحقیقات
    - تحقیقاتی ادارے
  - صنعتی ادارے
    - کارخانے
    - کارخانوں کے معمل
    - کارخانوں کے تحقیقاتی ادارے
  - ٹیکنیکل تعلیم کے ادارے
    - ٹیکنیکل تعلیم کے کالج
    - ٹیکنیکل تحقیقاتی کے ادارے
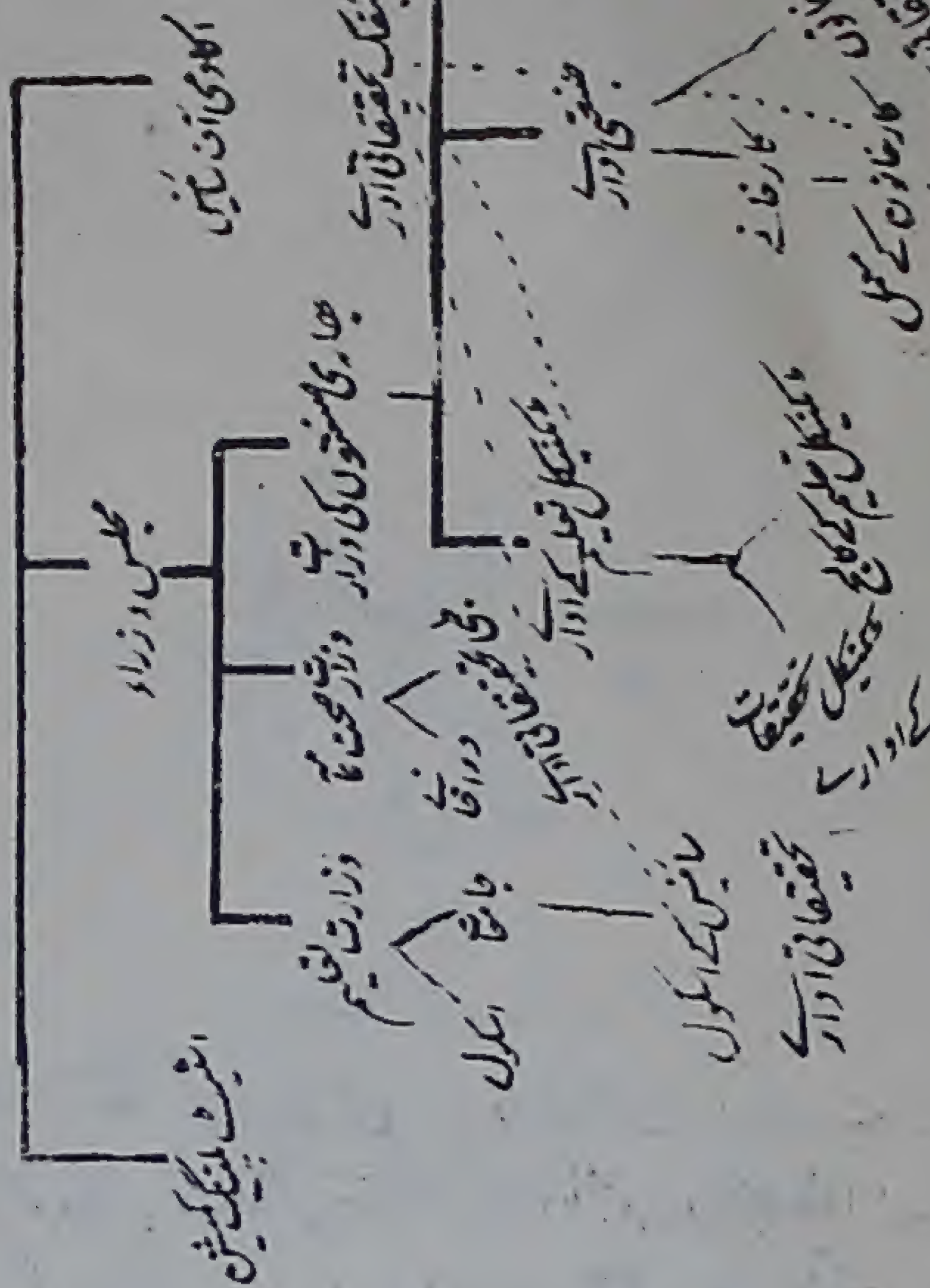
چوتھا باب

زرعی نظام

(۱)

انقلاب سے قبل سوویٹ روس نے اپنی عمر کے چھبیس سالوں میں زندگی کے جن شعبہ جات میں ترقی کی ہے ان میں زراعت کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے اور یہ ہونا بھی چاہیئے تھا اس لئے کہ غذا کو انسان کی معاشی زندگی میں جو اہمیت حاصل ہے اتنی کسی اور چیز کو حاصل نہیں ہے۔ نئی سوویٹ جمہوریت کی زرعی آبادی کی ترقی کی غیر معمولی کوششوں کا اندازہ تبھی اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ ہم انقلاب سے قبل کے حالات کا بھی تھوڑا سا مطالعہ کریں۔ انقلاب سے قبل روسی کسانوں کی غربت

جہالت اور تاریک زندگی ضرب المثل کے طور پر پیش کی جاتی تھی کسانوں کی اکثریت ایسی تھی جس کے پاس فی خاندان دو ایک ایکڑ سے زیادہ زمینیں نہیں تھیں۔ تمام اچھی زمینات بڑے بڑے زمینداروں مذہبی پیشواؤں اور خود زار روس کے قبضہ میں تھیں زمینوں پر کاشت لکڑی کے فرسودہ ہلوں کے ذریعہ کی جاتی تھی۔ وہ سال بھر میں اتنا بھی پیدا نہیں کرتے تھے کہ چار پانچ ماہ ان کے لئے کافی ہو سکے۔ اوسط درجہ کے کاشتکاروں کی یہ حالت تھی کہ ایک گائے تک نہ رکھ سکتے تھے۔ ان کے علاوہ ایک بہت بڑی تعداد زرعی مزدوروں کی تھی جن کی حالت ان سے بھی پست اور خراب تھی انھیں تن ڈھانکنے کے لئے کپڑا ملتا تھا اور نہ پیٹ بھرنے کے لئے ٹھیک طور پر غذا۔ ہمیشہ یہ بڑے بڑے سرمایہ دار کاشتکاروں اور زمینداروں کے دست نگر رہتے۔ یا غول کے غول شہروں کی طرف مزدوری یا بھیک کے لئے نکل جاتے

کسانوں کے بچوں کو تعلیم سے کوئی واسطہ نہیں تھا۔ مدرسے اولاً پورے ملک میں تھے ہی بہت کم اور جو تھے بھی ان میں صرف کھاتے پیتے اور اچھے گھرانے کے لوگ تعلیم پا سکتے تھے۔ آٹھ دس سال کی عمر ہی سے ان بے چاروں پر زندگی کے مصائب کا بوجھ پڑنا شروع ہو جاتا اور انھیں اپنے گھر کے کھیتوں پر یا مزدوری میں اپنے ماں باپ کا ہاتھ بٹانا ہوتا۔ کام سب کے برابر کرنا ہوتا۔ اور مزدوری نصف سے بھی کم ملتی۔ حکمراں طبقہ کے مظالم اس طبقہ

پراتنے سخت ہوتے تھے کہ اگر کسی سال فصلوں کی خرابی کی وجہ سے مالگذاری ادا نہ کر پاتے تو خاندان کے خاندان بے خانماں برباد کر دیئے جاتے۔ ہزاروں آدمی ہر سال فاقہ اور تباہی کا شکار ہو جاتے۔ ہر چھ سات سال کے بعد بڑے بڑے عالمگیر قحط آتے جن میں لاکھوں آدمی۔ اور مویشی موت کے گھاٹ اتر جاتے۔ زار روس کے زمانے میں تقریبًا ۱۶ کروڑ، ۷ لاکھ ایکڑ نہایت زرخیز زمینیں صرف ۳ ہزار بڑے زمینداروں کے قبضہ میں تھیں۔ اور کسانوں کے ایک کروڑ خاندانوں کے پاس صرف ۱۹ کروڑ، ۰ لاکھ ایکڑ زمینیں تھیں اور وہ بھی انتہائی گھٹیا قسم کی۔ ۳۰ فیصدی کاشتکار ایسے تھے جو اپنے گھوڑے اور بیل بھی نہیں رکھ سکتے تھے۔ ۳۴ فیصدی کے پاس تو کوئی زرعی آلات بھی نہیں تھے اور پندرہ فیصدی تو ایسے تھے جو ان سب چیزوں سے بے نیاز تھے۔ نہ ان کے پاس کوئی زمین ہی تھی اور نہ یہ سب جھگڑے فاقہ کشی ان کا سب سے پسندیدہ مشغلہ تھا۔ زمیندار اور بڑے کاشتکار جن کا تناسب صرف پندرہ فیصدی تھا۔ ان کا غلہ کی پیداوار کے ۶۱ فیصدی حصہ پر اقتدار تھا۔ کاشت انتہائی فرسودہ طریقوں سے کی جاتی تھی۔ انتہائی خراب قسم کی کھاد اور تخم استعمال ہوتے تھے۔ ہل اور پھر لکڑی کے استعمال ہوتے تھے۔ ملک میں جسقدر بھی غلہ پیدا ہوتا اس کی بھی کافی بڑی تعداد باہر بھیجدی جاتی تھی۔

انقلاب کے بعد

۱۹۱۷ء کے انقلاب کی کامیابی کے بعد بھی
کئی سال تک سوویٹ حکومت کو اندرونی مخالف
انقلاب قوتوں اور بیرونی حملہ آوروں سے برسرپیکار رہنا پڑا۔
جس کی وجہ سے ملک کا سارا معاشی نظام درہم برہم ہوگیا لیکن
اس پر بھی سوویٹ حکومت جاگیردارانہ نظام کی باقی ماندہ نشانیوں
پر آخری ضربیں بار بار لگاتی رہی۔ تمام شاہی خاندانوں اور مذہبی اداروں
اور زمینداروں کی زمینات جانور آلات زرعی۔ مکانات اور
مال و دولت سب پر حکومت نے قبضہ کرلیا اور مزدوروں اور چھوٹے
کاشتکاروں میں مقامی سوویٹ کی زیر نگرانی تقسیم کردیا۔ اسی
زمانہ میں لٹیروں اور بدمعاشوں نے سوویٹ حکومت کی جنگی مصروفیتوں
کی وجہ سے سخت لوٹ مار مچا دی تھی۔ کوئی معاشی تحفظ باقی نہیں
رہا تھا اس لئے کاشتکاروں نے ایکدم اپنا غلہ چھپا کر رکھنا شروع
کردیا۔ تاجروں نے چور بازار قائم کردیئے جس کی وجہ سے شہری
آبادی اور خاص طور سے صنعتی علاقوں میں کام کرنے والوں اور
سرخ فوج کے سپاہیوں کو جو اصل میں اس پوری انقلابی جنگ
کے ہیرو تھے غذا کا میسر ہونا دشوار ہوگیا۔ نتیجۃً حکومت کو نہایت
سخت تدابیر اختیار کرنی پڑیں۔ اور زبردستی غلہ حاصل کرنے پر
مجبور ہونا پڑا۔ جس کی وجہ سے ملک میں کافی معاشی بے چینی
پھیل گئی۔ ۱۹۱۷ء سے ۱۹۲۱ء تک کا زمانہ نئی سوویٹ حکومت

کے لئے انتہائی نازک تھا اور سارا وقت اندرونی اور بیرونی دشمنوں
سے مقابلہ میں صرف ہوتا تھا۔ اور ملک کی معاشی زندگی بحال کرنے
کے لئے کسی قسم کی مہلت نہیں ملتی تھی۔

نئی معاشی پالیسی

سنہ ۱۹۲۱ء میں ابھی سوویٹ حکومت کو ان بیرونی
اور اندرونی حملہ آوروں سے نجات ملی ہی
تھی کہ ملک میں بہت بڑا اور بہت سخت قحط پھیل گیا۔ اور
معاشی بے چینی میں کافی اضافہ ہو گیا۔ اس سال کے بعد حکومت نے
صنعتی میدان کی طرح زرعی میدان میں بھی اپنی پالیسی بدل دی
زراعت میں اشتراکی نظام معیشت کو ملتوی کر دیا گیا۔ کاشتکاروں
کا زمینات پر قبضہ بحال کر دیا گیا۔ مکانات آلات زرعی، مویشی غرض کہ
ہر چیز پر ان کے قبضہ کو باقی رہنے دیا گیا۔ ساتھ ہی انکو اپنی پیداوار
اور دودھ دہی مکھن وغیرہ کھلے بازار میں فروخت کرنے کی اجازت
دیدی گئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ شہری آبادی میں اطراف واکناف
کے دیہاتوں سے غلہ اور دوسری کھانے پینے کی چیزیں کافی مقدار
میں آنے لگیں۔ لیکن اس معاشی بحالی میں جاگیردار اور زمیندار کے
لئے کوئی جگہ باقی نہیں رہی۔ اس کے علاوہ شہری آبادی کی ضروریات
کی تکمیل کے لئے ملک کے غیر مزروعہ اور دور افتادہ حصوں میں خود
حکومت نے سرکاری مزرعے قائم کردیئے جن کا انتظام صنعتی کارخانوں
کی طرح کیا جاتا تھا۔ کاشت مشینوں کے ذریعہ ہوتی تھی اور ان میں

مویشیوں وغیرہ کی بھی پرورش کی جاتی تھی۔ آئندہ چلکر یہ جزرے
شہری آبادی کی ضروریات کی تکمیل میں بڑا حصہ لینے لگے۔

پنج سالہ نظام العمل

۱۹۲۸ء میں جب سویٹ حکومت اور کمیونسٹ پارٹی نے ایک قدم پیچھے ہٹنے کی پالیسی ترک کر دی اور دو قدم آگے بڑھنے کی پالیسی اختیار کی اور پورے نظام معیشت کے لئے خاکہ بندی کی گئی تو اس میں زراعت کو اشتراکی نظام معیشت کے تحت لانے کا مسئلہ سب سے زیادہ اہمیت رکھتا تھا۔ مزدوروں کو چونکہ کبھی بھی کارخانوں کی ملکیت حاصل نہیں تھی اس لئے صنعتوں کو مشترکہ ملکیت کے نئے طریقوں پر ترقی دینے میں بہت کم زحمت پیدا ہوی اس کے علاوہ صنعتی مزدوروں میں چونکہ ایک زمانہ سے سیاسی بیداری موجود تھی وہ انقلابی سرگرمیوں میں حصہ لیتے تھے۔ انھوں ہی نے صرف انقلاب کی رہنمائی کی تھی اسکو کامیاب بنایا تھا بلکہ بعد کی خانہ جنگیوں اور بیرونی حملہ آوروں سے بھی ملک کو پاک کیا تھا اس لئے وہ ہر طرح اس نظام العمل کو آگے بڑھانے میں ممد ثابت ہوتے تھے۔ لیکن کاشتکاروں کا حال بالکل مختلف تھا۔ صدیوں سے جہالت اور تاریکی ان کی گھٹی میں پڑی ہوی تھی۔ ہمیشہ سے انکی معاشی زندگی غیر محفوظ رہی تھی۔ اس لئے وہ زمین پر اپنی ملکیت کو بہت عزیز سمجھتے تھے۔ ان کے لئے یہ کبھی گوارا نہیں تھا کہ زمین مویشی اور زرعی آلات وغیرہ پر سے ان کی شخصی ملکیت کا خاتمہ ہو جائے

ابتداً جو مشترکہ مزرعے قائم کئے گئے ان میں ایک علاقے کے رہنے والے سب کاشتکار اپنی زمینیں ملا دیتے تھے اور اپنے مویشی آلات زرعی اور تخم ایک جگہ اکٹھا کر لیتے تھے اور اس کے بعد پوری زمین پر مشترکہ طور پر کاشت کرتے تھے۔ زمین مویشی اور آلات زرعی پر اب انفرادی قبضہ باقی نہ رہتا بلکہ سب کا مشترکہ قبضہ ہوتا۔ ہر شخص کو اس کے کام کے مطابق اجرت ملتی۔ ان مشترکہ مزرعوں یا پنچایتی کھیتوں میں چھوٹے چھوٹے غریب کاشتکار اور زرعی مزدور بڑے شوق سے شریک ہونے لگے۔ لیکن بڑے کاشتکاروں نے سخت مزاحمت شروع کر دی۔ سارے ملک میں انھوں نے اس تحریک کے خلاف ایک تخریبی مہم شروع کر دی۔ لاکھوں مویشی ذبح کر ڈالے۔ غلہ جلا ڈالا ہل جلا دیئے۔ اور حکومت کی ہر قسم کی کوششوں میں سخت مشکلات پیدا کرنا شروع کر دیں۔ لیکن اب حکومت کے لئے پیچھے ہٹنے کا کوئی سوال نہیں تھا۔ اس نے پوری مستعدی سے ان حالات کا مقابلہ کیا بہت سارے بڑے بڑے اور شورہ پشت کاشتکاروں کو اپنی زمینوں اور جائداد سے بے دخل کر کے شمالی علاقوں میں پھیلا دیا۔ اور انتہائی مشکل حالات کے باوجود اپنے قدم ڈگمگانے نہیں دیئے۔ چونکہ مزاحمت کرنیوالوں کا یہ طبقہ بہت ہی چھوٹی اقلیت میں تھا اس لئے اس کی کمر بہت جلد ٹوٹ گئی اور حکومت اپنے نظام العمل کو برابر آگے بڑھاتی رہی۔ زرعی آبادی کے اس مسئلہ کے متعلق حکومت کی عام

پالیسی یہ تھی کہ مشترکہ مزرعوں میں شرکت کے لئے کسی کو مجبور نہ کیا جائے، بلکہ مشترکہ کاشت کی افادیت، کاشتکاروں پر اچھی طرح سے روشن کرکے انھیں خوشی سے شریک ہونے پر آمادہ کیا جائے۔ چنانچہ عام طور پر اسی پالیسی پر عمل کیا گیا اور جہاں بھی کمیونسٹ کارپردازوں نے سختی سے کام لیا وہاں سخت بازپرس کی گئی۔ البتہ بڑے بڑے کاشتکاروں کی صورت میں جو نہ صرف خود شریک نہیں ہوتے تھے۔ بلکہ دوسروں کو بھی روکتے تھے اور ہر قسم کا جانی اور مالی نقصان پہنچاتے تھے سوائے سختی کے اور کوئی چارہ کار نہیں تھا۔

پہلے پنجسالہ نظام العمل میں نہ صرف ان دقتوں پر غلبہ حاصل کیا گیا۔ مشترکہ مزرعے قائم کئے گئے بلکہ بہت ساری افتادہ زمین بھی زیر کاشت آگئی۔ زرعی تحقیقات کا کام بھی بہت بڑے پیمانہ پر شروع کردیا گیا اور فصلوں کے بونے، کاٹنے اور باربرداری کے لئے لاکھوں مشینیں بھی فراہم کی گئیں۔ ذیل میں پہلے نظام العمل کے پانچ سالوں کے چند اعداد شمار دیئے جاتے ہیں جن سے یہ اندازہ آسانی سے ہو سکتا ہے کہ خاکہ بندی کے تحت ترقی کی رفتار میں کس طرح سرعت پیدا ہوتی ہے۔

	۱۹۲۹	۱۹۳۰	۱۹۳۱	۱۹۳۲	۱۹۳۳
مشترکہ کھیت	۵۷ ہزار	۸۵ ہزار نوسو	۲ لاکھ ۱۱ ہزار ایکسو	۲ لاکھ ۱۱ ہزار	۲ لاکھ ۲۴ ہزار پانچ سو

	1929	1930	1931	1932	1933
خاندان جوان کھیتوں میں شریک ہوئے	۱۰ لاکھ	۶۰ لاکھ	ایک کروڑ	ایک کروڑ	ایک کروڑ
			۲۰ لاکھ	۹۴ لاکھ	۵۲ لاکھ
مشترکہ کھیتوں میں شریک ہوئے خاندانوں کا تناسب	۳ء۹	۲۳ء۶	۵۲ء۷	۶۱ء۵	۶۵ء۶

ان اعداد و شمار سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ۱۹۳۳ء کے ختم پر ۶۵ فی صدی خاندان مشترکہ کھیتوں میں شریک ہو گئے تھے اور اگر سرکاری مزرعوں کے دس فیصدی خاندان بھی شامل کر لئے جائیں تو صرف ۲۵ فیصدی خاندان ایسے باقی رہ گئے تھے جو ابھی تک انفرادی طور پر کاشت کرتے تھے اور ان کے پاس کل زمین کا صرف ۱۵ فیصدی حصہ تھا اس سال کے ختم پر مختلف مشترکہ کاشت کے مزرعوں اور سرکاری مزرعوں میں ۲ لاکھ ۵ ہزار ٹریکٹرز ۵ ہزار فصلیں بونے اور کاٹنے کی مشینیں ۲۰ ہزار موٹریں اور انجن۔ ۶۰ ہزار گہانے کی مشینیں ۴ ہزار ان زرعی مشینوں کی مرمت کے کارخانے۔ ۲۵ ہزار بار برداری کی موٹریں اور ۴ ہزار دوسری گاڑیاں استعمال میں تھیں۔ ان کے علاوہ مختلف مزرعوں میں ۲۲ ہزار کمیونسٹ متعین کئے گئے تھے۔ جن میں سے ۷ ۳ ہزار ماہرین زراعت تھے۔ اور باقی کے ذمہ تعلیمی اور انتظامی کام تھے ان پانچ سالوں میں ایک لاکھ ۱۱ ہزار کسان نوجوانوں کو دیہی معاشیات

اور زرعی تحقیقات کی تعلیم دی گئی اور ۱۹ لاکھ کو ٹریکٹرز اور دوسری مشینیں چلانے کی نظری اور عملی تعلیم دی گئی اور تقریباً ۶ لاکھ کسان نوجوانوں کو ان مزرعوں کے انتظامی امور۔ دفتری کام اور حساب نویسی کی تعلیم دی گئی۔

ان کوششوں کا نتیجہ یہ نکلا کہ زرعی پیداوار میں کافی اضافہ ہو گیا صنعتوں کی طرح زراعتوں میں بھی اشتراکی نظام معیشت کو سرمایہ دارانہ نظام معیشت پر نمایاں اور یقینی کامیابی حاصل ہوئی اور ایسے زمانہ میں صنعتی اور زرعی پیداوار میں اسقدر حیرت انگیز اضافہ ہوا جبکہ پوری دنیا سخت قسم کے معاشی بحران میں مبتلا تھی ہر سرمایہ دار ملک میں صنعتی اور زرعی پیداوار میں بہت کمی ہو گئی تھی اور معاشی کساد بازاری نے ہر جگہ اپنا شکنجہ کس دیا تھا۔ اس نئے انقلاب نے بقول اسٹالین کے ایک ہی وار میں اشتراکی تعمیر کے تین بنیادی مسائل کو حل کر دیا۔

(۱) اس نے لوٹنے کھسوٹنے والوں کی سب سے بڑی جماعت سرمایہ دار کاشتکار کا خاتمہ کر دیا۔ جو سرمایہ دارانہ نظام کی سب سے بڑی جڑ اور بنیاد تھا۔

(۲) اس نے ملک کی سب سے بڑی محنت کش جماعت کاشتکاروں کی جماعت کو انفرادی کاشت کے طریقوں سے ہٹا کر جس سے سرمایہ داری پیدا ہوتی پھلتی اور پھولتی ہے۔ امداد باہمی

کے اور مشترکہ یا اشتراکی طریقہ کاشت پر لا ڈالا۔

(۳) اس نے سوویٹ نظام کو زرعی آبادی میں بھی اشتراکی بنیاد عطا کی جو بہت اہم اور نہایت ضروری بنیاد تھی اور قومی نظام معیشت میں سب سے کم ترقی یافتہ تھی۔

ان چیزوں نے سرمایہ دارانہ نظام کے دوبارہ قائم ہونے کے آخری امکانات کا بھی خاتمہ کر دیا۔ ساتھ ہی اشتراکی معاشی نظام قائم کرنے کے لئے نئے موافق اور فیصلہ کن حالات پیدا کر دیئے۔

۱۹۳۲ء کے ختم پر گو کہ اشتراکی نظام معیشت بڑی حد تک زرعی معاشی زندگی پر حاوی ہو چکا تھا۔ لیکن ابھی اس نے پوری معاشی زندگی کا احاطہ نہیں کیا تھا۔ اور ایک چوتھائی کاشتکار اس اس کے حلقہ اثر سے باہر تھے۔ دوسرے نظام العمل کے دوران میں زرعی اور دیہی زندگی میں جاگیردارانہ اور سرمایہ دارانہ نظام معیشت و معاشرت کے جتنے بھی اثرات رہ گئے تھے۔ سب کا کامل طور پر قلع قمع کر دیا گیا۔ کاشتکار اب نہ صرف اشتراکی نظام معیشت کا عادی ہو چکا تھا بلکہ قدم قدم پر اس کی نعمتوں سے بہرہ مند بھی ہو رہا تھا اس کی جہالت افلاس اور توہمات کی زندگی میں خوشحالی۔ علم اور تہذیب و شائستگی کا دور دورہ ہو گیا تھا۔ وہ اب دوسروں کا غلام اور حشرات الارض کی طرح کمزور اور معذور نہیں رہا تھا بلکہ وہ اپنی قسمت کا مالک بن چکا تھا۔

دوسرے نظام العمل کے ختم پر ۱۹۳۷ء میں تقریباً ۹۹ فیصدی کاشتکار مشترکہ یا سرکاری مزرعوں کے رکن تھے۔ انفرادی کاشتکاری دور دراز مقامات پر خال خال رہ گئی تھی۔ غلہ کی سالانہ پیداوار ۱۹۱۷ء کے لئے ۸ کروڑ ٹن کے مقابلہ میں ۱۲ کروڑ ٹن سے بھی بڑھ گئی تھی۔ کاشتکار نہ صرف اپنی ضروریات کے لئے وافر مقدار میں غلہ پیدا کرتے تھے بلکہ فاضل غلہ شہری آبادی کے لئے بھی بھیجتے تھے۔ تقریباً ہر خاندان کے پاس اپنے چھوٹے خانہ باغ اور مرغی خانہ تھے اور دودھ اور دہی کے لئے اپنی گائیں اور بکریاں ہوتی تھیں۔ اکثر دیہاتوں کا تو نقشہ ہی بدل گیا تھا۔ بالکل نئے اصول اور نئے نمونوں پر ان کی ازسرنو تعمیر ہو رہی تھی۔ مکانات نہایت صحت بخش اصولوں پر تعمیر کئے گئے تھے۔ مویشیوں کے لئے صاف ستھرے عمدہ مکانات بنوائے گئے تھے۔ ہر مزرعے کے ساتھ زسریز اور بالک گھر بن گئے تھے۔ جن میں تربیت یافتہ نرسین متعین تھیں۔ کاشتکار جب کام پر رہتے تو ان کے بچوں کی نگرانی ان نرسوں کے سپرد ہوتی۔ اکثر مزرعوں ... سے ملحق بہت سے اسکول اور ٹکنیکل مدارس قائم ہو گئے تھے۔ جن میں فن زراعت سے متعلق ہر قسم کی تعلیم اور تربیت کا انتظام ہوتا ہے۔ ہر گاؤں میں سینما گھر۔ کلب۔ تھیٹر۔ ناچ گھر۔ ہسپتال۔ زچگی خانہ اور عمدہ قسم کے کتب خانے قائم ہو گئے۔ جن میں خالی اوقات

میں ہر قسم کی تفریح کا سامان مہیا کیا جاتا ہے۔ اکثر گھروں میں ریڈیو۔ گرامفون، اور بے شمار تعلیمی اور تفریحی چیزیں آ گئیں۔ ۱۹۳۸ء میں روسی دیہاتوں میں ۶۰ ہزار کے قریب مطالعہ خانے ۳۰ ہزار کلب۔ ۷۰ ہزار ریڈ کارنرز (Red corners) ۱۲ ہزار کتب خانے۔ اور تین ہزار کنڈرگارٹن تھے۔ اور تقریباً ۱۵ ہزار بڑے اور ۳۰ ہزار چھوٹے دواخانے قائم ہو گئے تھے۔ ان دیہی علاقوں کی عورتیں بھی مردوں کے دوش بدوش ترقی کی منزلیں طے کرتی رہیں۔

چنانچہ ۱۹۳۸ء میں ٹریکٹرز اور بڑی مشینیں چلانے والوں میں ۵۰ ہزار عورتیں تھیں اور بہت ساری مختلف مزرعوں اور انجمنوں کی صدر اور منتظم بھی ہو گئی تھیں۔

دوسرے پنجسالہ نظام العمل کے زمانہ میں جدید قسم کی بے شمار مشینیں مختلف زرعی کاموں کے لئے استعمال ہونے لگی تھیں اور ان کی تعداد میں بھی بہت سرعت سے اضافہ ہو گیا تھا۔ ذیل میں دوسرے پنجسالہ نظام العمل کے ختم کے اعداد دیئے جاتے ہیں جن سے ترقی کی رفتار کا کچھ اندازہ ہو سکتا ہے۔

	۱۹۳۳	۱۹۳۸
مشین اور ٹریکٹرز کے اسٹیشن	۱۹۱۶	۶۳۵۶
ٹریکٹرز	۲۰۴۰۰۰	۴۸۳۰۰۰

	۱۹۳۲	۱۹۳۸
فصلیں کاٹنے کی اور بونے کی مشینیں	۱۵۰۰۰	۱۵۳۰۰۰
فصلیں گہانے کی مشینیں	۶۰۰۰۰	۱۳۰۰۰۰
موٹر لاریاں	۲۰۰۰۰	۱۹۳۰۰۰

تیسرے پنجسالہ نظام العمل کے تحت نہ صرف زرعی پیداوار میں مزید اضافہ پیش نظر تھا۔ بلکہ دیہی آبادی کی معاشی اور خاص طور سے معاشرتی زندگی میں غیر معمولی انقلاب مدنظر تھا۔ شہری اور دیہی زندگی کے بُعد کو ختم کر دینا مقصود تھا۔ چنانچہ اس سلسلہ میں غیر معمولی اقدامات بھی کئے گئے تھے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ باوجودیکہ ملک کا بہت بڑا اور سب سے زرخیز حصہ دشمن کے قبضہ میں چلا گیا تھا۔ لیکن سوویٹ کاشتکار برابر سارے ملک کے لئے غذا فراہم کر رہے تھے۔ نہ صرف یہ بلکہ ان کسانوں کی بہت بڑی تعداد میدان جنگ پر چلی گئی ہے۔ اور ان کی عورتوں اور بچوں نے ان کا سارا کام سنبھال لیا ہے۔ مقبوضہ علاقوں کے کاشتکار مرد۔ عورتیں، اور بچے چھاپہ ماردستوں میں شریک ہو گئے ہیں اور قدم قدم پر چھاپے مار کر دشمن کو سخت جانی اور مالی نقصان پہنچا رہے ہیں یہ اسی اشتراکی نظام معیشت کا نتیجہ ہے کہ ملک میں اونچ نیچ امیر و غریب، اور حاکم و محکوم کی تقسیم ختم ہو گئی ہے اور سارا

ملک باوجودیکہ اس میں بے شمار قومیں بستی ہیں ایک جسم اور
ایک جسد ہو کر ملک کو اپنے ظالم فاشسٹ درندوں سے پاک کرنے
میں مصروف ہے۔

پانچواں باب

زرعی نظام

(۲)

مشترکہ کھیت سویٹ حکومت ابتدا ہی سے یہ جانتی تھی کہ ملک کے معاشی نظام کو اشتراکی اصولوں پر لانے کے لئے سب سے ضروری اور اہم اقدام یہ ہے کہ دیہی علاقوں میں انفرادی کاشت کے طریقوں کی جگہ اشتراکی کاشت کے طریقے رائج کئے جائیں چنانچہ انقلاب کے بعد ہی سے اس جانب توجہ شروع کر دی گئی تھی اور ایک ہی سال میں ۱۶۰۰ مشترکہ کھیت قائم کر دیے گئے تھے۔ جو ۱۹۲۷ء میں پہلے پنجسالہ نظام العمل کے قبل ۴۰۰۱۸ ہو گئے تھے۔ لیکن ابتدائی کوششوں میں

کاشتکاروں کا اکثر حصہ اس سے الگ رہا۔ ان مزرعوں میں صرف غریب اور نادار زرعی مزدور شریک ہوتے تھے جن کو خود حکومت زمینیں، آلات زرعی اور تخم وغیرہ دیتی تھی۔ ۱۹۲۰ء کے بعد جب حالات پوری طرح سازگار ہو گئے تو سویٹ حکومت نے صنعتی اور زرعی دونوں میدانوں میں سرمایہ دارانہ نظام معیشت کے خاتمہ کا بیڑا اٹھایا۔ جس کی وجہ سے مشترکہ مزرعوں میں نہایت ہی سرعت سے اضافہ ہونے لگا۔ چنانچہ ۱۹۲۹ء میں مشترکہ مزرعوں کی تعداد ۲ لاکھ ۴۳ ہزار ہو گئی جن میں ایک کروڑ ۸۰ لاکھ خاندان شریک تھے۔ گویا زرعی آبادی کا ۵ر۹۳ فیصدی ان میں شریک ہو چکا تھا۔ اور تمام بوائی کٹائی اور باربرداری اعلیٰ قسم کی نئی مشینوں کے ذریعہ کی جانے لگی تھی۔

مشترکہ کھیت کسی دیہات میں اسوقت قائم کئے جاتے ہیں جبکہ وہاں کے کاشتکار مشترکہ طور پر کاشت کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں۔ اس کے لئے وہ سب ایک انجمن بنالیتے ہیں اور ہر وہ کاشتکار جو اس کے اصولوں سے متفق ہوتا ہے اس میں شریک ہو جاتا ہے اس میں شرکت کے بعد ہر رکن کو اپنی زمینیں۔ تمام مویشی اور آلات زرعی حوالہ کر دینا ہوتے ہیں۔ ان سب چیزوں پر سب کی مشترکہ ملکیت قائم ہو جاتی ہے۔ البتہ گائیں۔ پالتو جانور اور مرغیاں اور شخصی مال اور دولت اس کی اپنی ملک ہی رہتے ہیں۔ ساتھ ہی ہر رکن

کو تھوڑی سی زمین ملتی ہے جو اس کے خانہ باغ کے کام آتی ہے کوئی کاشتکار باہر سے مزدور لگا کر ان کی محنت سے منافع نہیں کما سکتا۔ مشترکہ مزرعہ قائم ہو جانے کے بعد حکومت ہر قسم کے ماہرین مہیا کرتی ہے زرعی مشینیں دیتی ہے مشینوں کی تعلیم کے لئے اسکول قائم کرتی ہے اور اور ہر قسم کی ضروری امداد پہنچاتی ہے۔

مشترکہ کھیت بالکلیہ اس کے اراکین کی ملکیت ہوتے ہیں اور اس کا سارا انتظام بھی خود ہی لوگ کرتے ہیں۔ ہر سال جلسہ عام میں ایک مجلس انتظامی کا انتخاب کیا جاتا ہے جو سب کی طرف سے عام انتظامی امور کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ اہم مسائل مثلاً آمدنی کی تقسیم عمارتوں کی تعمیر وغیرہ کا تصیفہ مجلس عام کرتی ہے۔ ہر کام کرنے والے کو اس کے کام کی نوعیت اور مقدار کے لحاظ سے اجرت ملتی ہے۔ فصلوں کے کاٹنے کے بعد اگر آمدنی اتنی زیادہ ہوتی ہے کہ حکومت کے ٹکس کی ادائی تعمیر اور ترمیم و دوسرے اخراجات کی ادائی کے بعد کچھ بچ رہے تو اراکین میں کام کے لحاظ سے تقسیم کر دیجاتی ہے

اشتراکی نظام ایتلاف اور مشینوں کے عام استعمال نے گزشتہ ۱۰۰ سال میں سویٹ روس کی زرعی آبادی میں گویا انقلاب پیدا کر دیا ہے آج کا سویٹ روس کا کسان جو کچھ ہی دن قبل یورپ اور امریکہ کے انتہائی پس ماندہ کسانوں سے بھی پیچھے تھا۔ ترقی کی منزلوں میں سب سے آگے ہے۔ معاشی حالت کے بہتر بنانے اور معاشی

تحفظ حاصل ہو جانے کی وجہ سے زندگی کا نقشہ ہی بدل گیا ہے۔ تعلیم عام ہو گئی ہے۔ کلب۔ تھیٹر۔ سینما۔ کتب خانے عجائب گھر۔ غرضکہ معاشرتی زندگی کو بہتر بنانے کے تمام ذرائع زیادہ سے زیادہ تعداد میں روز بروز مہیا ہوتے جاتے ہیں۔

یوکرین میں ایک ضلع ہے چنجیک وہاں ایک مشترکہ مزرعہ ہے جو اشالین کے نام سے موسوم ہے یہ چونکہ بحر ازوف کے ساحل کے قریب واقع ہے اس لئے یہاں کا موسم بہت خشک ہے۔ اس مزرعہ کے تحت ۱۲۳۰۸۰ ایکڑ ہیں جس میں سے ۶۰ فیصدی حصہ پر غلہ کی کاشت ہوتی ہے اور ۱۲۷۰۰ ایکڑ پر صنعتی فصلوں کی ۱۱۸۰۵ ایکڑ پر روئی کی اور باقی زمین پر ترکاریوں اور گھاس وغیرہ کی کاشت کی جاتی ہے۔

سنہ ۱۹۳۹ء میں اس مزرعے میں تمام کاشت۔ کٹائی بوائی وغیرہ سب مشینوں کے ذریعہ کی جاتی تھی۔ اور پیداوار فی ایکڑ ۱۴۵۶ پونڈ باوجود موسم کے اس خرابی کے ہوتی تھی۔ نئے نئے سائنٹفک طریقے ہر شعبہ میں استعمال ہونے لگے۔ اور پیداوار میں ہر سال اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ بہار کاری کے طریقے کی ایجاد اور اس کے استعمال سے روئی کی کاشت میں ایک سال میں فی ایکڑ ۱۳۵ سے ۱۸۰ پونڈ تک اضافہ ہو گیا تھا۔ اس مزرعے میں ۱۹۳۸ میں ۸۰۰ گائیں اور بیل، ۴۶۰ گھوڑے ۷۰۰۰ بھیڑیں اور ۴۲۶۰ سور تھے۔ لوگوں کے ذاتی مویشی انکے علاوہ تھے۔ ان مویشیوں کے لئے بہت صاف ستھری اور ہوادار

عمارتیں تعمیر کی گئی تھیں۔ اس میں مویشیوں کی افزائش نسل کے بھی نہایت سائنٹیفک طریقے اختیار کئے جاتے تھے۔ ۱۹۳۰ء میں صرف ایک سال میں ٦ سے ۱۹ فیصدی تک مویشیوں میں اضافہ ہوا۔ اس مزرعے کی آمدنی ۱۹۳۰ء میں ۴ لاکھ ۲۴ ہزار روبلز تھی اور ۳۴ء میں ۴۳ لاکھ روبلز ہوگئی۔ جب یہ مزرعہ قائم ہوا ہے تو یہ گاؤں انتہائی غلیظ تھا۔ مکانات نہایت بوسیدہ تھے اور اب سڑکیں صاف ستھری ہیں عمدہ عمدہ مکانات تعمیر ہو گئے ہیں۔ ۵ برقی قوت کے انجن لگ گئے ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں ہر گھر کو اوسطاً سالانہ ایک ٹن غلہ ملتا تھا اور ۳٦ء میں ۲½ ٹن کے قریب ملنے لگا۔ اور اس سال روزانہ اجرت ہر شخص کو اوسطاً ۱۱ پونڈ غلہ اور ۵½ روبلز ملنے لگی۔

معاشی ترقی کے ساتھ معاشرتی سرگرمیاں بھی بڑھ گئیں۔ اس مزرعے میں ایک سینما ہے۔ کئی کلب ہیں۔ ایک عمدہ کتب خانہ ہے۔ ہر سال لوگ تقریباً ۲۴ ہزار روبلز کی کتابیں اور رسالہ خریدتے ہیں۔ تقریباً ۳ ہزار اراکین کے پاس بائسکلیں ہیں۔ ۲۰۰ نوجوانوں کو نشانہ بازی کا انعام مل چکا ہے۔ پورے مزرعے میں کوئی بے پڑھا لکھا نہیں ہے۔ ۲۰ فیصدی اراکین یونیورسٹی کے طالب علم ہیں بہت سے لوگ جو انتہائی ذلت و خواری جہالت اور ناداری کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ آج جب انھیں آزاد فضا میں سانس لینے کا موقعہ ملا تو محض اپنی فہم اور قابلیت کی وجہ سے بڑے بڑے عہدوں

پر پہنچ گئے ہیں۔ اور پورے مزرعے کا انتظام وہیں کے لوگوں کے ہاتھ میں ہے۔

یہ مختصر سا نقشہ ہے ایک مزرعے کا تقریباً اکثر مزرعے ترقی کی ان ہی منازل پر ہیں اور بعض اس سے بھی کافی آگے ہیں۔

سرکاری مزرعے سرکاری مزرعے کی نوعیت مشترکہ مزرعوں سے کسی قدر مختلف ہوتی ہے۔ ان کی تنظیم بالکل ان ہی اصولوں پر ہوتی ہے۔ جن پر صنعتی کارخانوں میں کی جاتی ہے۔ سرکاری مزرعے یا کھیت سب سے پہلے ۱۹۱۸ء میں قائم کئے گئے تھے۔ لیکن ان کی تعداد میں ۱۹۲۸ء کے بعد سے غیر معمولی اضافہ ہوا۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ ایک طرف تو یہ شہری آبادی کے لئے غلہ فراہم کریں دوسرے کاشتکاروں کے لئے مشترکہ کاشت کا نمونہ پیش کریں۔ مشینوں کے ذریعہ کاشت کے جدید طریقوں پر تجربات کریں۔ افتادہ اور بنجر زمینوں کو زیر کاشت لائیں۔ ساتھ ہی بے روزگار زرعی مزدوروں کے لئے روزگار فراہم کریں اور اعلیٰ قسم کے مویشیوں کی نسلوں کی افزائش کریں۔ ۱۹۲۸ء کے بعد سے سرکاری مزرعے ملک کے تقریباً ہر حصہ میں قائم ہیں۔ ۱۹۳۰ء تک انھوں نے اتنی ترقی کرلی تھی کہ شہری آبادی کے لئے ۵ لاکھ ۵ ہزار ٹن کے قریب غلہ مہیا کیا تھا۔ اور ۱۹۳۳ء اور ۱۹۳۷ء کے درمیان انہوں نے ۹۱ لاکھ ۳۶ ہزار ٹن غلہ ایک لاکھ ۱۳ ہزار ٹن گوشت ۴۰ لاکھ ۹۵ ہزار

ٹن دودھ اور ۱۶ ہزار ٹن اون بہم پہنچایا تھا۔

جنوری ۱۹۳۹ء میں جملہ سرکاری مزرعوں کی تعداد ۴۰۷۹ تھی اوران کے تحت زیر کاشت رقبہ ۱۷کروڑ ایکڑ کے قریب تھا۔ ان مزرعوں میں سے زیادہ تر ایسے علاقوں میں واقع ہیں، جہاں زار کے زمانہ میں بالکل کاشت نہیں ہوتی تھی۔ یہ مزرعے غلہ۔ دودھ اور گوشت کے علاوہ کارخانوں کے لئے روئی۔ سن۔ اون۔ تیل کے بیج اور شکر قند بھی مہیا کرتے ہیں۔ بعض مزرعے صرف مولیشیوں کی پرورش ان کی نسلوں کی افزائش اور میوہ جات اور ترکاری کی کاشت کے لئے مخصوص ہیں۔ جہاں پر سائنٹیفک طریقوں سے اعلیٰ قسم کی نسلوں کی افزائش ہوتی ہے اور مختلف مزرعوں کو یہ اعلیٰ نسلیں پرورش کے لئے دی جاتی ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں مولیشیوں کے مزرعوں میں ۲۶ لاکھ کے قریب گائے بیل۔ ۱۰ لاکھ سور اور ۵۷ لاکھ کے قریب بھیڑیں تھیں۔

سرکاری مزرعوں میں تمام کاشت اعلیٰ قسم کی جدید ترین زرعی مشینوں سے کی جاتی ہے۔ جدید قسم کی مشین تمام دوسرے مزرعوں کے لئے مہیا کرنے سے قبل ان مزرعوں میں استعمال کی جاتی ہیں۔ اور آزمائش میں پوری اترنے کے بعد وہ عام کی جاتی ہیں یہاں پورے کام کا ۹۴،۵ فیصدی حصہ مشینوں کے ذریعہ انجام پاتا ہے۔

سرکاری اور مشترکہ کھیتوں میں مشینوں کے عام استعمال کی وجہ سے تربیت یافتہ انجنیروں کی مانگ روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ اور اس

ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ٹکنیکل مدارس کا ایک جال ملک کے
طول و عرض میں پھیلا دیا گیا ہے۔ جن میں سے زیادہ تر ان سرکاری
مزرعوں سے ملحق ہیں۔ سنہ ۱۹۳۱ء سے سنہ ۱۹۳۷ء کے درمیان صرف
ان سرکاری مزرعوں کے مدرسوں سے ۲ لاکھ ٹریکٹر چلانے والے
۷۰ ہزار مشین چلانے والے۔ ۶ ہزار میکانکس۔ اور ۲۷ ہزار فورمین
تربیت حاصل کر کے نکلے۔ اس کے علاوہ ان مزرعوں کے دوسرے
مختلف اداروں سے ان ہی چھ سال میں ۲ ہزار انجنیئر۔ ۲ ہزار ۶ سو
ماہر زرعی معاشیات ۷ ½ ہزار مویشیوں کے ماہر اور ۳۵۰۰ مویشیوں کے
کے معالج سندیں لیکر نکلے۔ ان تربیت یافتہ نوجوانوں میں سے
بہت سارے تو ان ہی سرکاری مزرعوں میں مختلف عہدے
سنبھال لیتے ہیں۔ اور باقی مشترکہ کھیتوں میں چلے جاتے ہیں۔ انکے
علاوہ مشترکہ کھیتوں کے اپنے بھی تعلیمی ادارے علحدہ ہیں۔

گزشتہ چند سالوں میں ان مزرعوں کی نہ صرف پیداوار میں
کئی گنا اضافہ ہوا ہے بلکہ انفرادی کارکردگی بھی کئی گنا بڑھ گئی ہے
چنانچہ اس کی وجہ سے سنہ ۱۹۳۸ء میں سنہ ۱۹۳۳ء کے مقابلہ میں اجرت
میں ڈھائی گنا اضافہ ہو گیا تھا۔ سنہ ۱۹۳۸ء میں فی کس اوسط سالانہ
اجرت ۲۳۹۶ روبلز (۳۵۴۶ روپیہ) تھی۔ اور مشینوں وغیرہ
پر کام کرنیوالوں کی اجرت ۲۵۹۲ روبلز تک تھی۔ سرکاری مزرعوں
میں مشترکہ مزرعوں کی طرح ہر شخص کو صرف ۸ گھنٹہ کام کرنا ہوتا ہے۔

ہر پانچویں روز چھٹی ملتی ہے۔ سال میں ایک مرتبہ ۱۵ یوم کی چھٹی ملتی ہے جس میں سرکاری اخراجات سے آرام گاہوں یا تفریح گاہوں کی سیر کرائی جاتی ہے۔

گزشتہ چند سالوں میں بعض سرکاری مزرعوں نے اتنی ترقی کی ہے کہ پورے شہر کے شہر بن گئے ہیں۔ ہزاروں تک آبادی پہنچ گئی ہے۔ نرسری۔ زچگی خانے۔ ہسپتال۔ سینما۔ تھیٹر۔ اسکول۔ کلب۔ کتب خانے عجائب خانے وغیرہ کثرت سے قائم ہو گئے ہیں۔ ان سب کے اخراجات حکومت برداشت کرتی ہے۔ ان مزرعوں کی زندگی اور شہری زندگی میں اب کوئی فرق باقی نہیں رہا ہے۔

ان مزرعوں پر نگرانی گو صنعتی کارخانوں کی طرح حکومت کی ہوتی ہے لیکن پورا انتظام چلانے والے وہیں کے کاشتکار ہوتے ہیں جو ابتداً معمولی کاشتکار کی حیثیت سے شریک ہوئے تھے اور بعد میں تعلیم و تربیت پا کر منتظم اور انجینیر بن گئے۔

سویٹ حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی یہ محسوس کیا تھا کہ زراعت مشینوں اور ٹریکٹرز کے اسٹیشن اشتراکی نظام معیشت کے تحت اسی وقت آ سکتی ہے جبکہ ملک کی صنعتی ترقی میں کافی تیز رفتاری پیدا کر دی جائے اور زراعت کے تمام کام مشینوں کے ذریعہ ہونے لگیں۔ چنانچہ ۱۹۲۸ء اور اس کے بعد جس قدر بھی پنج سالہ خاکے بنائے گئے ان میں زرعی مشینوں کے کارخانوں

کو خاص اہمیت حاصل رہی۔ چنانچہ ان کارخانوں کی تعداد اسقدر بڑھ گئی ۔ اور اتنے بڑے بڑے کارخانے قائم ہوگئے کہ صرف روشاف کے کارخانے میں جتنی زرعی مشینیں بننے لگی تھیں اتنی زار شاہی کے تمام کارخانوں میں ملکر نہیں بنتی تھیں۔ استالن گراڈ اور چلیابنسک کے ٹریکٹرز کے کارخانے ایک سال میں پچاس پچاس ہزار ٹریکٹرز تیار کرتے تھے۔ سیراٹوف۔ زاپروژے اور راستوف میں فصلیں بونے اور کاٹنے کی مشینوں کے بڑے بڑے کارخانے قائم تھے جو جنگ کی وجہ سے مشرقی علاقوں میں منتقل کر دیئے گئے ہیں۔ زرعی آلات کی پیداوار میں روس کا نمبر ساری دنیا میں پہلا ہے۔

۱۹۳۰ء میں پورے روس میں مشینوں اور ٹریکٹرز کے کل ۱۵۰ اسٹیشن قائم تھے۔ جو ۱۹۳۹ء میں ۶۳۵۰ ہوگئے۔ اب مشرق بعید سے لیکر یوکرین تک اور شمال سے لیکر جنوب تک کوئی بھی علاقہ ایسا نہیں ہے جہاں یہ اسٹیشن قائم نہ ہوں۔ ۱۹۳۸ء میں مختلف اسٹیشنوں میں ایک لاکھ پتیس ہزار فصلیں اور کاٹنے کی مشینیں۔ ایک لاکھ ۹۰ ہزار موٹر لاریاں۔ ایک لاکھ ۵ ہزار گہانے کی مشینیں اور ۳ لاکھ ۹۴ ہزار طاقتور ٹریکٹرز تھے۔ اور بعد کے سالوں میں ان کی تعداد میں اور بھی اضافہ ہوتا گیا۔ ان مشینوں کے علاوہ اور بھی کئی مشینیں ان اسٹیشنوں میں موجود رہتی ہیں۔ ہر اسٹیشن سے ملا ہوا مشینیں درست کرنے کا بھی ایک کارخانہ ہوتا ہے۔

مشینوں اور ٹریکٹرز کے اسٹیشن سرکاری ہوتے ہیں اور وہی اس کے پوری اخراجات اٹھاتی ہے۔ ایک اسٹیشن کئی مشترکہ مزرعوں کے بیچ میں ہوتا ہے۔ اور حسب ضرورت ان کی مدد کرتا ہے۔ مشترکہ مزرعوں میں کاشت کی اپنی مشینیں نہیں ہوتیں۔ وہ ان اسٹیشنوں سے ہر سال معاہدہ کر لیتے ہیں کہ وہ مقررہ نوعیت کا اتنا کام ان تاریخوں میں کر دیں گے۔ دونوں اس معاہدہ کی پابندی کرتے ہیں فصلوں کے لئے زمین تیار کرنے۔ کاٹنے۔ گہانے۔ اور باربرداری کے تمام کام اسی معاہدہ کے تحت اسٹیشنوں کی مشینوں سے لئے جاتے ہیں کام کے لحاظ سے اس کا معاوضہ فیس کی شکل میں ادا کر دیا جاتا ہے جو حکومت کو چلا جاتا ہے۔

ان مشینوں کے اسٹیشنوں کے ذریعہ پیداوار کے طریقوں میں نئی نئی مشینیں اور نئی ٹکنک رائج کی جاتی ہیں اور اس طرح سے ان سے پیداوار کے بڑھانے میں مدد لی جاتی ہے۔ ان میں ٹریکٹرز کے ماہر انجنیئر، میکانک۔ ماہر زرعی معاشیات۔ حساب داں، ماہر اراضیات اور دوسرے شعبوں کے ماہر کافی تعداد میں رہتے ہیں۔ اور نہ وہ صرف مشترکہ مزرعوں کو ہر قسم کی امداد و مشورہ دیتے ہیں بلکہ نوجوان کاشتکاروں کو ٹکنیکل نظری و عملی تعلیم بھی دیتے ہیں۔

مشترکہ مزرعوں میں زمین تیار کرنے یا فصلیں بونے کا کام ایک آدھ مشین سے نہیں کیا جاتا بلکہ وقت واحد میں کئی مشینوں

کی ایک ٹیم کرتی ہے۔ اور ایک ٹیم جب ایک مزرعے میں متعین ہوتی ہے تو پورا کام ختم ہونے تک وہیں رہتی ہے۔ میکانک اور ماہر زرعی معاشیات ان کے کام پر نگرانی رکھتے ہیں۔ مشینوں کی درستی کا انتظام کرتے ہیں اور ہر قسم کا ماہرانہ مشورہ بہم پہنچاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے فصلیں بر وقت لوئی جاتی ہیں کاٹی جا سکتی ہیں اور انکو ہر قسم کی بیماریوں وغیرہ سے محفوظ رکھا جا سکتا ہے۔

زراعت میں مشینوں کے آ جانے کی وجہ سے کام کرنے والوں کی کارگردگی میں چھ گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ ان اسٹیشنوں کی سفارش پر ہر سال تقریباً ایک لاکھ کاشتکاروں کے لڑکے مختلف اداروں میں میکانکس کورس کے لئے بھیجے جاتے ہیں۔ اور بہت سارے زراعت کی دوسری شاخوں کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجے جاتے ہیں ۱۹۳۸ئہ میں مختلف زرعی کالجوں سے پاس ہو کر تقریباً ۱۳ ہزار۔ ماہر زرعی معاشیات۔ ماہر علاج حیوانات و آب پاشی وغیرہ نکلے تھے۔ جنھیں اپنے اپنے مشترکہ کھیتوں میں بھیجدیا گیا تھا۔ ۱۹۳۸ئہ میں تقریباً ۱۵ لاکھ کاشتکار ٹریکٹرز چلانے والے۔ اور فصلیں کاٹنے کی مشین چلانے والے تھے اور ایک لاکھ ۴ ہزار لاریاں چلانے والے ۲ لاکھ ۴۰ ہزار مشترکہ کھیتوں کے صدر۔ ۵ لاکھ ۲۵ ہزار مشترکہ کھیتوں کے منتظم اور ۲ لاکھ ۶۴ ہزار کے قریب مولیشیوں کے مزرعوں کے صدر تھے۔

چھٹا باب

زرعی سائنس

ساری دنیا میں سویٹ روس ہی ایک ایسا ملک ہے جہاں زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ وہ طبعی ہو، حیاتی ہو یا معاشرتی سائنس بنیاد کا کام کرتی ہے۔ خود خاکہ بندی کی بنیاد سائنس پر قائم ہے چنانچہ یہی وجہ ہے کہ زرعی ترقی کے لئے سب سے زیادہ توجہ زرعی سائنس پر کی گئی ہے اور گزشتہ سالوں میں اس کی خاص طور سے کوشش کی گئی ہے کہ تقریباً ڈھائی لاکھ مشترکہ مزرعوں میں سے ہر ایک میں کم از کم ایک ماہر دیہی معاشیات۔ ایک مویشیوں کی پرورش کا ماہر

مہیا کیا جائے تاکہ یہ لوگ دیہی معاشی مسائل میں ہر قسم کی ٹکنیکل اور
اور سائنٹیفک امداد پہنچا سکیں۔ ۲۰ ہزار بڑے مزرعوں میں تو سائنٹفک
تجربہ خانہ بھی قائم ہیں جہاں پر نہ صرف چھوٹے پیمانے پر تحقیقاتی کام
انجام پاتا ہے بلکہ یہ زراعت میں نئی ٹکنیک کو عملی طور پر استعمال
کرنے میں مدد دیتے ہیں اور تمام مقامی مسائل حل کرنے کی کوشش
کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ پورے ملک میں ۵۰۰ تجرباتی مزرعے
اور ۲۶۷ تجرباتی اسٹیشن قائم ہیں جو اپنے حلقہ کے تمام مسائل
پر تحقیقاتی کام انجام دیتے ہیں۔ ان کے اوپر ۹۰ زرعی تحقیقاتی
انسٹیٹیوٹس مختلف جامعات میں یا ان سے قریب قائم ہیں جہاں
تمام ملک کے زرعی مسائل مثلاً کھاد۔ پودوں کی بیماریاں. نئی قسم
کے پودوں کی دریافت۔ ان کی پیوند سازی وغیرہ پر تفصیلی تحقیقاتی
کام انجام پاتا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں زرعی سائنس کی اعلیٰ شاخوں
میں ۱۴ ہزار سائنس داں کام کر رہے تھے۔

زرعی سائنس میں جن لوگوں نے غیر معمولی کام انجام دیئے ہیں
ان میں آئی۔ وی۔ میچورن کو خاص شہرت خاص ہے۔ انہوں نے
پودوں کی پیوند سازی سے بڑے حیرت خیز نتائج حاصل کئے
ہیں۔ ابتداً انھوں نے سائبیریا۔ کینیڈا۔ اور دوسرے بہت سارے
پہاڑی علاقوں سے ایسے پودے حاصل کئے جو سخت ترین موسموں
کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور ان کے ساتھ جنوب کے نازک پودوں

کا پیوند لگایا اس سے جو پودے حاصل ہوے۔ ان میں دو قسم کے
خواص پائے جاتے تھے۔ ایک طرف تو وہ نہایت مضبوط تھے،
ہر قسم کے موسم کا مقابلہ کر سکتے تھے۔ دوسری طرف ان کے پھلوں میں
ذائقہ جنوبی علاقوں کے پودوں کا موجود تھا۔ اور جسامت بھی بڑی
تھی۔ اس طرح سے میچورن نے پھلوں کی کئی اعلیٰ قسمیں حاصل کیں
جن میں سے سیب۔ شاہ دانہ اور بیر کی قسمیں۔ بہت مشہور ہیں۔ انھوں
نے ان کے علاوہ پرندانہ۔ شفتالو۔ بادام۔ خوبانی۔ آلوچہ وغیرہ کے
پودوں کے پیوند سے ان کے نہایت مضبوط درخت حاصل کئے اور
تقریباً تین سو قسم کے نئے نئے میوؤں کے درخت اس پیوند سازی
سے حاصل کئے۔ چنانچہ میچورن کے ان حیرت انگیز تجربات کا نتیجہ یہ
نکلا کہ شفتالو۔ انگور۔ سیب۔ لیموا ور سنترہ وغیرہ کے درخت ملک کے
ہر حصہ میں لگائے جانے لگے۔ ۱۹۴۰ میں شمال کے انتہائی سرد
علاقوں میں ان پھلوں کے درختوں سے ایک کروڑ پھل حاصل کئے
گئے تھے۔ اور پورے ملک میں باغات کے ۴۳ لاکھ ایکڑ ہو گئے
تھے۔ ترقی کی رفتار اتنی تیز تھی کہ سنہ ۱۹۳۹ء میں جتنے پھل حاصل
ہوئے تھے۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں ان سے دوگنے حاصل کئے گئے۔ اب
اکثر مشترکہ کھیتوں میں باغ لگ گئے ہیں اور ملک کے ہر حصہ میں
ہر قسم کے پھل دستیاب ہوتے ہیں۔

میچورن نے پھلوں کی کاشت میں حیرت انگیز انقلاب پیدا

کر دیا اور اکثر پھلوں اور باغوں کے نام اس کے نام پر رکھے گئے ہیں۔ میچورن کی تحقیقات نے سنترے۔ لیمو اور اس قسم کے درختوں کی ترقی اور ان کے پھیلانے میں بڑی مدد کی ہے چنانچہ منطقہ حارہ اور خاص طور سے جنوبی قفقاز میں سنترے۔ لیمو۔ چکوترے۔ اور چائے کے زیر کاشت رقبہ میں بہت سرعت سے اضافہ ہوا ہے سنہ ۱۹۴۰ء میں صرف جارجیا میں سنترے لیمو وغیرہ اتنے پیدا کئے جاتے تھے۔ کہ سارے ملک کی ضروریات کو پورا کر سکتے تھے۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں اس علاقہ سے ۲۵ کروڑ سنترے وغیرہ باہر بھیجے گئے۔

روسی زرعی سائنس کے ایک اور ماہر لائسنکو اپنی بہار کاری کی ایجاد کی وجہ سے بین الاقوامی شہرت رکھتے ہیں۔ بہار کاری کے طریقوں میں بیجوں کو بونے سے پہلے ان پر حرارت اور روشنی کا عمل کرتے ہیں جس کی وجہ سے پودے بونے کے بعد جلد نکل آتے ہیں۔ جلد بڑھ جاتے ہیں اور فصل مقابلتاً نصف مدت میں تیار ہو جاتی ہے۔ ساتھ ہی فی ایکڑ پیداوار میں ۹۰ سے ۱۸۰ پونڈ تک اضافہ ہو جاتا ہے۔ چنانچہ مختلف اجناس کی بہار کاری روس میں اب ایک عام چیز ہو گئی ہے۔ سنہ ۱۹۳۸ء میں ایسے علاقوں کا رقبہ جہاں کاشت بہار کاری کے بعد ہوئی تھی۔ ۲ کروڑ ۷۴ لاکھ ایکڑ تھا اور سنہ ۱۹۳۹ء میں ۳ کروڑ ۸۴ لاکھ ایکڑ ہو گیا اور بعد کے سالوں میں اس میں اور اضافہ ہو گیا ہے۔ اجناس کے علاوہ شکر قند۔ آلو۔ روئی

اور دوسری تمام چیزوں کی بہار کاری بھی ایک عام چیز ہوگئی ہے
لائسنکو نے بہار کاری کے علاوہ انتخاب کے بھی نئے طریقے معلوم
کئے ہیں۔ ان طریقوں کو استعمال کر کے انھوں نے بہاری گیہوں کی بہت
ساری اعلیٰ قسمیں معلوم کی ہیں۔ جن کے بونے سے ان کے بیج
خود آپ اپنے لئے کھاد پیدا کر لیتے ہیں اور ان بیجوں سے
فی ایکڑ پیداوار میں ۴ ۱۳ سے ۱۸۷ پونڈ تک اضافہ ہو سکتا ہے
ٹٹسن (Tsitsin) ایک اور سائنس داں اور رکن اکامی
نے زرعی سائنس کی ترقی میں غیر معمولی حصہ لیا ہے۔ انھوں نے مختلف
درختوں کی پیوند سازی کے طریقوں کو بڑی ترقی دی ہے۔ خاص
طور پر جنگلی گھاس میں مختلف اناجوں کے پودوں کے پیوند لگا کر بڑے
حیرت خیز نتائج حاصل کئے ہیں۔ روس کے بعض علاقوں میں کوچ
نامی ایک خاص قسم کی خودرو گھاس ہوتی ہے جو ہر قسم کے موسم
بیماریوں اور کیڑوں وغیرہ کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ اس پر ۱۹۳۰ء
میں گیہوں کے پودے کا پیوند لگایا گیا تو ایک ایسا پودا حاصل ہوا
جس کا وجود دنیا کے کسی حصہ میں نہیں تھا۔ اس میں ایک خصوصیت
یہ تھی کہ اس قسم کے گیہوں کے بیج بونے کے بعد اس کا پودا پورے
ایک سال تک رہتا ہے اور اس سے سال بھر میں سات آٹھ فصلیں
کاٹی جا سکتی ہیں۔ ایک مرتبہ فصل کے کاٹنے کے بعد پودا خشک نہیں
ہوتا بلکہ پھر بڑھتا ہے۔ دوسری خوبی یہ ہوتی ہے کہ یہ پودے ہر قسم

...... کی بیماریوں - پالے اور کیڑوں کا مقابلہ کرسکتے ہیں۔ چنانچہ جب تجربات کی حد سے گزر کر اس کی کاشت بڑے پیمانہ پر کی گئی تو ۱۹۳۰ء میں ماسکو کے اطراف کے غیر معمولی ناموافق موسمی حالات کے باوجود اس گیہوں کے فی اکیڑ ۵۶۰ پونڈ حاصل ہوئے۔ اور گیہوں کا دانہ بھی کافی بڑا تھا۔ اس نئی تحقیق کی وجہ سے اب ملک کے ہر حصہ میں گیہوں کی کاشت ہورہی ہے۔ میٹسن کے پیوندسازی کے نظریہ پر دوسرے تحقیقاتی مزرعوں میں بھی نہایت مفید کام ہورہا ہے۔ شمالی قفقاز میں دار وسیلانک کے تحقیقاتی مرکز میں وہاں کے ماہر دیہی معاشیات درزہادن نے مٹسن گیہوں پر رائی کا پیوند لگانے میں کامیابی حاصل کرلی ہے اس کے علاوہ انھوں نے سہ سالہ گیہوں کی بھی ایک قسم پیدا کرلی ہے اس کی خصوصیت یہ ہے کہ اس گیہوں کا بیج بونیکے بعد اس کا درخت تین سال تک لگاتار فصلیں دیتا ہے۔ اور ایک سال میں سات فصلیں حاصل ہوتی ہیں۔ اس طرح ایک درخت سے تین سال میں ۲۱ تا ۲۴ فصلیں حاصل کی جاتی ہیں۔

گیہوں کی کاشت اور ایکسالہ و سہ سالہ گیہوں کی نئی نئی قسموں کے حاصل کرنے میں وادیلاف کے کارنامے بھی بہت اہم ہیں۔ انھوں نے بھی پیوندسازی کے ذریعہ کئی نئی قسمیں حاصل کی ہیں اس کے علاوہ انھوں نے ترکاریوں کی بھی ایسی قسمیں پیدا کی ہیں جو

انتہائی گرم اور انتہائی سرد علاقوں میں ہو سکتی ہیں۔

روسی سائنس کی سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ نظریوں اور انکے عملی استعمال میں کوئی بُعد نہیں ہوتا چنانچہ گزشتہ چند سالوں میں نظری سائنس میں جس قدر بھی ترقی ہوئی ہے سب کو عملی طور پر استعمال کیا جا رہا ہے۔

انقلاب سے قبل روسی کاشتکاروں کو صرف رائی کی روٹی میسر آتی تھی اور اگر کسی دستر خوان پر گیہوں کی سفید روٹی نظر آتی تو اسے عمارت کی نشانی سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اب گیہوں ایسے سب علاقوں میں بھی بویا جا رہا ہے جہاں اس سے قبل کبھی نہیں بویا جاتا تھا۔ اب ہر کاشتکار کو گیہوں آسانی سے میسر آ جاتا ہے

مسٹر آئنسفلیڈر کس آکادمی آف سائنس کی زیر نگرانی قطب شمالی کے تحقیقاتی مراکز میں غلہ اور ترکاری کی کاشت کے متعلق اہم کام انجام دیا گیا ہے۔ ان مراکز میں جو اوٹس چارہ آلو اور دوسری بہت سی ترکاریوں کی ایسی قسمیں پیدا کر لی گئی ہیں جن کی قطب شمالی کے برفیلے علاقوں میں آسانی سے کاشت ممکن ہے چنانچہ یاقوتیہ کی جمہوریہ میں۔ جہاں سال بھر برف رہتی ہے۔ اور بہت ہی مختصر عرصہ کے لئے گرمی کا موسم آتا ہے۔ بہت سارے مشترکہ مزرعے قائم ہیں۔ جہاں نئے اور سائنٹفک طریقوں پر کاشت کی جاتی ہے اور غلہ اور ترکاریوں کی اچھی فصلیں حاصل ہوتی ہیں۔

انقلاب سے قبل کسی مقام پر بھی گرم خانوں کے ذریعہ کاشت نہیں ہوتی تھی۔ لیکن اب قطب شمالی کے برفانی علاقوں میں ۳۷ ہزار گرم کیاریاں (Hot Beds) اور ۴ لاکھ ۵۲ ہزار مربع فیٹ سبز خانے (Green Houses) قائم ہیں۔ آبنائے کولا کے ساحل پر جو ۷۰ عرض البلد پر واقع ہے فی ایکڑ ۸ ٹن آلو۔ سولہ ٹن شکر قند اور اسی قسم کی زمینی ترکاریاں پیدا کی جاتی ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں صرف علاقہ مرمان کے انڈسٹریا نامی ایک مشترکہ کھیت میں ۵۳ لاکھ ۵۶ ہزار پونڈ کے قریب مختلف ترکاریاں۔ اور ۲۸ لاکھ پونڈ آلو۔ ہزار ہا ٹن گھاس اور شکر قند کی قسم کی زمینی ترکاریاں پیدا کی گئیں تھیں۔ گزشتہ چند سالوں میں اس علاقہ کی کاشت میں اور بھی اضافہ ہوگیا ہے ــــ میدانوں میں کاشت کے علاوہ سائبیریا کے بہت بڑے برفانی علاقے میں زمین دوز تہہ خانے بنائے گئے ہیں۔ جن میں مصنوعی طور پر حرارت اور روشنی پہنچا کر بہت بڑے پیمانہ پر کاشت کی جاتی ہے ان کے علاوہ ان علاقوں میں شیشے کے گھر بنائے گئے ہیں جن میں مصنوعی حرارت اور روشنی کی مدد سے کاشت کی جاتی ہے۔ ۱۹۳۸ء میں جب یہ شیشہ کے گھر نئے نئے قائم کئے گئے ہیں تو اس سال ان میں ۴۳۶ ٹن مختلف ترکاریاں پیدا کی گئی تھیں۔

سوویٹ سائنس کی ایک اور بہت اہم اور بڑی کامیابی یہ ہے کہ

اب ایک مقام کے پودوں کو بالکل مختلف زمین اور آب و ہوا کے مقامات پر منتقل کیا جا سکتا ہے۔ چنانچہ کیوبان میں اب چائے کی کاشت کی جا رہی ہے اور یوکرین اور شمالی قفقاز میں روئی کی پہلے شکر قند صرف یوکرین میں ہو سکتی تھی اور اب کیوبان سارا ٹوف التائی اور ملک کے دوسرے بے شمار علاقوں میں بوئی جا رہی ہے۔ انتہائی شمالی علاقوں اور آذربائیجان اور ترکمانیہ میں سبز روئی کی نئی نئی قسمیں پیدا کر کے پھیلائی گئی ہیں۔

زرعی تجربہ گاہوں میں ملک کے مختلف حصوں کے لئے شکر قند کی بھی کئی قسمیں پیدا کی گئی ہیں۔ اور یہ اب ملک کے ہر حصہ میں ہو سکیگی۔ انتخاب کی سائنس کا یہ پہلا واقعہ ہے کہ آلو کے انسٹیٹیوٹ نے ایک قسم ایسی حاصل کی ہے جو ہر قسم کے کیڑوں اور بیماریوں کا مقابلہ کر سکتی ہے۔ لائسنکو نے آلو کی ایک ایسی قسم پیدا کی ہے جس کی کاشت موسم گرما میں بھی ہو سکتی ہے اس کے علاوہ اب تک آلو کی تقریباً ۷۰۰ قسمیں پیدا کی گئی ہیں۔ حال ہی میں تمباکو کی ایک نئی قسم پیدا کی گئی ہے جو نیکوٹین نامی زہر سے بالکل پاک ہوتی ہے۔

روس کے سائنٹفک اداروں میں مختلف بیماریوں اور کیڑوں سے پودوں کو محفوظ رکھنے کے طریقے پر بھی بہت غیر معمولی تحقیقاتی کام انجام دیئے گئے ہیں۔ تجربات سے ایک خاص

قسم کے کیڑے معلوم کئے گئے ہیں جو ہر قسم کی بیماریوں اور بیماریوں کے کیڑوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ان کیڑوں کی ملک کے بہت سارے تجربہ خانوں میں پرورش کی جارہی ہے اور انھیں سارے پودوں میں بیماریوں کا مقابلہ کرنے کے لئے بڑے پیمانہ پر استعمال کیا جارہا ہے۔ اس کے علاوہ کئی قسم کے زہر بھی معلوم کئے گئے ہیں جن کی مدد سے مختلف بیماریوں پر قابو پایا جا سکتا ہے۔ زرعی سائنس میں اسقدر غیر معمولی ترقی کی وجہ سے زرعی کیمیا کو بھی کافی فروغ ہوا ہے۔ امونیا کے نمکوں کے متعلق یہ انکشاف ہوا ہے کہ یہ کھاد کے لئے نہایت موزوں ہوتے ہیں۔ یہ نمک اب عام طور پر کھاد کے لئے استعمال ہوتے ہیں۔ گزشتہ چند سالوں سے مختلف تجربہ گاہوں میں ایک خاص قسم کا تجرباتی کام انجام دیا جارہا ہے اس طریقہ میں پودوں کو مختلف عمروں میں مختلف کھادیں دی جاتی ہیں اور یہ معلوم کرنے کی کوشش کی جاتی ہے کہ کس قسم کے کس عمر کے پودے کے لئے کونسی کتنی کھاد دینی چاہئے فی الحال یہ طریقہ ابھی ابتدائی منزل میں ہے لیکن اب تک کے نتائج نہایت حوصلہ افزا ہیں اور توقع ہے کہ یہ تحقیقات آئندہ چلکر زرعی سائنس میں انقلاب پیدا کردیگی۔

زار شاہی میں کھیتوں کے لئے اچھی قسم کی کھاد عام طور پر ملتی ہی نہیں تھی اور ملتی بھی تھی تو بڑے جاگیرداروں کے کھیتوں کے

لئے اب ہر کھیت کے لئے اعلیٰ قسم کی کھاد کافی وافر مقدار میں مہیا کی جاتی ہے۔ نئی کھادوں میں جراثیمی کھاد۔ بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس نئی کھاد کی وجہ سے پیداوار میں ۲۵، ۳۰ فیصدی اضافہ ہو جاتا ہے۔

زرعی مشینیں بھی اب زراعت کا ایک اہم جزو ہو گئی ہیں، اور انمیں بھی تحقیقاتی کام کافی بڑے پیمانہ پر انجام پاتا ہے۔ گزشتہ چند سالوں میں ٹریکٹروں کے اداروں اور کارخانوں میں کئی قسم کے نئے ٹریکٹرز اور مشینیں تیار کی گئی ہیں جو ڈیزل (Diesel) اور گیس کے انجنوں سے چلتی ہیں۔ خرچ بہت کم آتا ہے۔ بونے اور کاٹنے میں انتہائی سہولتیں حاصل رہتی ہیں اور وقت بہت کم صرف ہوتا ہے انسٹیٹیوٹ آف سائنٹفک نے بیج بونے کی ایک خاص قسم کی مشینیں بنائی ہیں جن سے بوائی انتہائی مکمل طریقہ پر ہوتی ہے یہ نئے آلات گیہوں۔ شکر قند اور دوسرے اناج اور ترکاریوں کے لئے استعمال ہو رہے ہیں۔ سنہ ۱۹۳۹ء میں ان مشینوں سے ۲لاکھ ۱۰ ہزار ایکڑ پر کاشت کی گئی تھی۔ اس کے علاوہ سورج مکھی۔ ارنڈی اناج اور ترکاریوں کی فصلیں کاٹنے کی بھی بے شمار نئی مشینیں ایجاد ہو چکی ہیں۔

سویٹ سائنسدانوں اور موجدوں نے ایک خاص قسم کی کٹائی اور غلہ صاف کرنے کی مشینیں بھی بنائی ہیں۔ جن کی مدد سے شمال کے

غیر معمولی مرطوب علاقوں کی فصلیں اس طرح کاٹی جاتی اور صاف کی جاتی ہیں کہ رطوبت کا کوئی مضر اثر ان پر پڑنے نہیں پاتا۔

سوویٹ روس میں زراعت کے تمام شعبوں میں مشین کا دخل ہو جانے کی وجہ سے کاشتکاری اور باربرداری کے لئے مویشیوں کی ضرورت نہیں رہی ہے۔ صرف گوشت، دودھ۔ اون، اور چمڑے کے لئے ان کی پرورش کی جاتی ہے۔ جانوروں کی افزائش نسل اور پرورش کے سلسلہ میں بھی سوویٹ سائنسدانوں نے غیر معمولی جدت اور نئی صلاحیتوں کا ثبوت دیا ہے۔ مثال کے طور پر آئی وینیاف کا ذکر کیا جا سکتا ہے جنھوں نے جانوروں کے دو نسلی کے طریقہ سے کئی نئی قسمیں پیدا کی ہیں۔ خصوصاً ان کی پیدا کی ہوئی سؤروں کی نئی قسم بہت مشہور ہے۔ اس کے علاوہ سوویٹ روس میں مصنوعی طور پر جانوروں کی تخم ریزی ( ) کے طریقہ کو بھی بہت ترقی دی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے ایک بیل سے ایکسال میں پندرہ سو کے قریب بچھڑے پیدا کئے جا سکتے ہیں۔ اور ہر بھیڑ سال بھر میں ۱۶ سو کے قریب ... بچوں کا باپ بن سکتا ہے اس کی وجہ سے ایک طرف ۹۵ فیصدی نر جانوروں کی پرورش کی ضرورت باقی نہیں رہتی دوسرے اعلیٰ نسل کا پھیلانا آسان ہو جاتا ہے۔

روسی زراعت کی کسی شاخ میں بھی چلے جائیں ہر جگہ

ہزاروں سائنسدان اور کاشتکار مختلف مزرعوں کی تجربہ گاہوں میں نئے طریقوں کی تلاش میں مصروف نظر آئیں گے۔ نیچر کو انسانی ضروریات کا تابع بنانے کی جدوجہد صرف چند سائنسدانوں کی جدوجہد نہیں رہی ہے بلکہ حقیقی معنوں میں عوام کی جدوجہد بن گئی ہے۔ چنانچہ اس کا ہلکا سا ثبوت اس سے ملیگا کہ کل سوویٹ یونین کی زرعی نمائش ۱۹۳۶ء میں منعقد ہوئی تو اس میں تقریباً ۲ لاکھ سرکاری اور مشترکہ کھیتوں اور مشینوں اور ٹریکٹر وغیرہ اسٹیشنوں اور بے شمار تجربہ گاہوں نے حصہ لیا تھا اور اشتراکی کاشتکاروں نے اپنی چند سالہ جدوجہد کا ایسا غیر معمولی نمونہ پیش کیا تھا جسکی مثال انسانی تاریخ پیش کرنے سے قاصر ہے

سوویٹ سائنس اور وہاں کے عوام میں غیر معمولی ربط ہونے کی وجہ سے سائنس دان بہت بے جگری اور جسارت سے اپنے کام کو آگے بڑھاتے ہیں۔ اور ملک کی قوت پیدائش میں اپنی رات دن کی جدوجہد سے اضافہ کرتے ہیں۔ دوسری طرف عام کاشتکار سائنس دانوں کے تجرباتی نتائج کو عملی جامہ پہنا کر خود سائنس کو آگے بڑھاتے ہیں۔ روسی کاشتکار اپنے سائنس دان میچورن کے اس مقولہ پر عمل کرتے ہیں کہ ہم کو نیچر کی کسی امداد پر بھروسہ کرکے نہیں بیٹھ رہنا چاہئے بلکہ آگے بڑھکر خود نیچر کی تسخیر کرلینی چاہئے۔ ترقی وہی تو ہیں

کر سکتی ہیں۔ جو انسان کے آگے بڑھنے کی صلاحیتوں اور قوتوں
کو ساتھی انسانوں کے غلام بنانے پر صرف نہیں کرتیں بلکہ ان سے
نیچر کی تسخیر کا کام لیتی ہیں۔"

ساتواں باب

تقسیم پیداوار کا نظام

انقلاب سے قبل زار شاہی میں جس طرح ذرائع پیداوار پر چند لوگوں کا انفرادی قبضہ تھا اسی طرح تقسیم پیداوار بھی بڑے بڑے تاجروں اور سرمایہ داروں کے ہاتھ میں تھی۔ تمام صنعتی اور زرعی پیداوار عام کھلے بازار میں اسی طرح فروخت ہوتی تھی جس طرح کہ آج بھی دوسرے ممالک میں ہوتی ہے۔ کارخانوں اور کھیتوں سے یہ تاجر مال راست خرید لیتے تھے اور شہری اور دیہاتی تھوک فروشوں کے ہاتھ فروخت کرتے تھے۔ یہ تھوک

فروش مقامی چلر فروشوں کے ہاتھ اپنی چیزیں بیچتے تھے اور عام شہریوں اور دیہاتیوں کے ہاتھ چیزیں ان ہی چلر فروشوں کے توسط سے پہنچتی تھیں۔ اور اس طرح صارفین کو استعمال کی تمام چیزیں کئی ہاتھوں میں گزرنے کے بعد ملتی تھیں جس کی وجہ سے کارخانوں اور کمپنیوں کے نرخ اور بازار کے نرخ میں زمین اور آسمان کا فرق ہوتا تھا۔ اس لئے کہ یہ تمام درمیانی لوگ اپنا نفع لگاتے تھے۔ اس درمیانی نفع اندوزی کو ختم کرنے اور اس پر قابو پانے کے لئے وسط سترھویں صدی میں انگلستان اور اس کے بعد جرمنی میں ایک تحریک شروع ہوئی تھی جس کا مقصد یہ تھا کہ شہروں اور دیہاتوں میں ایسی انجمنیں قائم کی جائیں جو اپنے ارکین کے مشترکہ سرمایہ سے تمام ضروری چیزیں راست کارخانوں سے خرید کر مہیا کریں اور اس کاروبار کا منافع بجائے درمیانی آدمیوں کو جانے کے صارفین کو جائے۔ یہ تحریک امداد باہمی کی تحریک کہلاتی ہے اس تحریک کے انگلستان اور یورپ میں مقبول ہونے کا اثر روس پر بھی پڑا اور آہستہ آہستہ یہاں بھی امداد باہمی کی تحریک فروغ پانے لگی۔ ملک کے مختلف صوبوں میں خاص طور پر شمالی روس کے علاقوں اور یوکرین کے بڑے صنعتی شہروں میں کافی بڑی تعداد میں امداد باہمی کی صارفین کی انجمنیں قائم ہوگئیں۔ لیکن ان انجمنوں کا کاروبار ادس کے صرف چند ترقی یافتہ علاقوں تک محدود رہا۔ اور غیر دسی علاقوں

خاص طور پر مشرقی روسی علاقوں میں ان کا وجود بالکل برائے نام رہا دوسرے ان کے کاروبار اور راراکین کی تعداد بہت محدود تھی اور ملک کی سالانہ تجارت میں ان کا حصہ بہت معمولی تھا جب ناجرادر کاروباری لوگ ہمیشہ انکو ناکام بنانے کی کوشش کرتے رہتے تھے۔ صرف ایسے علاقوں میں یہ کچھ چل نکلتی تھیں۔ جہاں کچھ سرکاری امداد اور سرپرستی حاصل ہوتی

انقلاب کے بعد نومبر ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد سویٹ حکومت کو بہت سخت معاشی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ایسا ملک جو چار سال کی مسلسل جنگ کے بعد انتہائی طور پر تباہ ہوچکا تھا۔ تمام زراعت اور صنعتیں تباہ ہوچکی تھیں۔ زندگی بہت غیر محفوظ ہوگئی تھی۔ ملک کا معاشی نظام بہت کچھ درہم برہم ہوگیا تھا۔ ایسے حالات میں ایک طرف کارخانے چلانے تھے۔ کاشت کی تنظیم کرنی تھی۔ دوسری طرف ایسے وسائل اختیار کرنے تھے۔ کہ شہر اور دیہات کے درمیان تجارتی تعلقات قائم کردیئے جائیں اور شہری اور دیہی آبادی کی تمام ضروریات کی چیزیں مہیا کی جائیں۔ ساتھ ہی بیرونی حملہ آوروں کے لئے فوجی تنظیم کی جائے اور اس کے لئے غذا اور سامان کا بندوبست کیا جائے۔ اس کے لئے حکومت نے ایک طرف اپنے تجارتی مرکز قائم کردیئے۔ اور تجارت کو بحال کرنے کی سخت کوشش شروع کی۔ امداد باہمی کی

صارفین کی نئی نئی انجمنیں ملک کے لئے مختلف حصوں میں قائم کردیں اور پرانی انجمنوں کو راست اپنی نگرانی میں لے کر ان کی تنظیم شروع کردی۔ اس لئے کہ ان انجمنوں کے پرانے کارپرداز زیادہ تر ایسے تھے جو درمیانی اور اعلیٰ طبقوں سے تعلق رکھتے تھے اور یہ طبقہ پورا کا پورا مزدوروں اور کسانوں کی اس نئی حکومت کا بالکل مخالف تھا۔ یہ طبقہ ہر طرح اس کی کوشش کر رہا تھا کہ معاشی نظام کسی طرح سنبھلنے نہ پائے۔ اور اپنی ان ریشہ دوانیوں میں وہ امداد باہمی کی انجمنوں سے بھی بہت فائدہ اٹھا رہا تھا۔ چنانچہ اس طبقہ کی کارستانیوں کا خاتمہ کرنے کے لئے امداد باہمی کی پوری تحریک کو حکومت نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا۔ اس تحریک کو اپنے قبضہ میں کر لینے کے بعد حکومت کو نئی نئی دقتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ اور وہ یہ کہ کاروبار سے واقف اور ایماندار کارکن اور حساب دانوں کا ملک میں کال تھا کمیونسٹ اور ہوشیار کارکنوں کو دوسرے کاموں سے ہٹا کر اس پر لگایا نہیں جا سکتا تھا۔ اشیاء کی پیداوار میں کوئی مرکزیت نہیں تھی اس لئے ان انجمنوں کے لئے اتنا مال مہیا کرنا بہت دشوار تھا جتنی کہ مانگ تھی۔ لیکن ان دقتوں کے باوجود ملک کی تجارت میں ان انجمنوں کا حصہ مسلسل بڑھتا گیا۔

نئی معاشی پالیسی سنہ ۱۹۲۰ء کے بعد سوویٹ حکومت ملک کو تمام اندرونی و بیرونی دشمنوں سے پاک کرنے میں

کامیاب ہوگئی۔ اور اس کی جڑیں مضبوط ہوگئیں تو ۱۹۲۱ء میں عام معاشی پالیسی میں تبدیلی کردی گئی اور اس کا اثر تقسیم پیداوار کے نظام پر بھی پڑا۔ اس نئی معاشی پالیسی کے تحت ایک طرف تو حکومت نے چھوٹے بیوپاریوں کو کاروبار کی عام اجازت دیدی دوسری طرف صارفین کی امداد باہمی کی انجمنوں پر سے اقتدار اٹھالیا گیا اور ۱۹۲۴ء کے قانون میں بھی ان انجمنوں کے جمہوری نظام کو تسلیم کرلیا گیا اس کے بعد سے صارفین کی یہ انجمنیں خود اس کے اراکین چلانے لگے نئی معاشی پالیسی کے تحت ان انجمنوں کی شرکت گو بالکل عام لوگوں کے صوابدید پر چھوڑ دی گئی تھی لیکن ملک کے طول و عرض میں روز بروز بے شمار انجمنیں قائم ہونے لگیں اور ان کے اراکین کی تعداد میں بھی انتہائی سرعت سے ترقی ہونے لگی۔ تقسیم پیداوار میں اشتراکی نظام معیشت کو زیادہ سے زیادہ داخل کرنے کے لئے حکومت نے بھی ان انجمنوں کی ہر طرح امداد کرنی شروع کردی اور اسکا انتظام کیا کہ ان میں بازار کے خوردہ فروشوں کے مقابلہ میں سستا مال مہیا کیا جائے اور تمام سرکاری کارخانوں کا مال ان ہی کے ذریعہ فروخت کیا جائے۔ جس کی وجہ سے یہ انجمنیں بازار کے مقابلہ میں زیادہ سستے داموں پر مال بیچنے لگیں۔ خریداروں کو بونس دیئے لگیں۔ اور حصص کی رقم پر منافع بھی تقسیم کیا جانے لگا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چھوٹے سے چھوٹے دیہات میں امداد باہمی کی انجمنیں قائم ہونے لگیں یہاں تک لوگوں کی

مانگ اشیاء کی پیداوار اور فراہمی سے زیادہ بڑھ گئی اور ان انجمنوں میں اکثر چیزوں۔ مثلاً جوتے۔ کپڑوں۔ صابن۔ وغیرہ کے لئے رسد بندی کرنی پڑی۔ تاکہ ہر شخص کو صرف ضروریات کی چیزیں ملکیں طلب اور رسد میں تعاون نہیں پہلے پنجسالہ خاکہ کے بعد ہی قائم ہو سکا

پنجسالہ نظام العمل

انقلاب کے بعد کے دس بارہ سال میں جیسے جیسے ملک کی معاشی زندگی ترقی پاتی رہی لوگوں کی عام معاشی حالت بھی بہتر ہوتی گئی۔ خصوصاً پہلے پنجسالہ خاکہ کے بعد سے مزدوروں۔ کاشتکاروں اور کسانوں کی اجرت میں کافی تیز رفتاری سے اضافہ ہو گیا۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ان کی قوت خرید بھی اسی تیزی سے بڑھنے لگی۔ اور امداد باہمی کی انجمنوں میں اور ان کے اراکین کی تعداد میں نہایت تیز رفتاری سے اضافہ ہونے لگا۔ ساتھ ہی ضروریات کی چیزوں اور تفریح و بناؤ سنگھار کی چیزوں میں اسی تیزی سے اضافہ ہونے لگا۔ اور ان انجمنوں کے کاروبار میں کافی وسعت پیدا ہو گئی۔ پہلے پنج سالہ خاکے کے بعد سے نہ صرف پورے زرعی اور صنعتی اور پیداواری نظام کو اشتراکی اصول معیشت کے تحت لانے کا بیڑا اٹھالیا گیا تھا بلکہ اس کی بھی کوشش کی گئی تھی کہ ان اشیاء کی فروخت بھی اشتراکی اصولوں پر امداد باہمی کی انجمنوں کی ذریعہ کے جائے۔ چنانچہ جب صنعتوں اور زراعت میں انفرادی ملکیت کا خاتمہ ہو گیا اور امداد باہمی کی انجمنوں کی تنظیم

نہایت وسیع ہوگئی۔ تو ان کے مقابلہ میں انفرادی تاجروں کے لئے ملک کی معاشی زندگی میں کوئی مقام نہیں رہا۔ اور ملک کی معاشی زندگی سے یہ طبقہ آہستہ آہستہ غائب ہوگیا۔ چنانچہ پہلے خاکہ کے بعد ہی ۱۹۳۲ء میں ۷۰ فیصدی سے زیادہ تجارت ان انجمنوں کے ہاتھ میں آگئی تھی۔ اور بحرالکاہل سے لیکر پولینڈ تک کوئی علاقہ بھی ایسا نہیں رہا تھا۔ جہاں کے ہر گاؤں میں کم از کم ایک صارفین کی انجمن نہ قائم ہوگئی ہو۔ اس کے بعد سے نہ صرف ان انجمنوں کی تعداد اور ان کے اراکین میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا بلکہ ہزاروں نئی نئی عمارتیں ان کے لئے تعمیر ہوگئیں اور سامان میں مقدار اور نوعیت دونوں کے لحاظ سے غیر معمولی اضافہ ہوگیا۔ چنانچہ ۱۹۱۴ء میں امداد باہمی کی انجمنوں کے اراکین کی تعداد ۵ کروڑ سے زیادہ پہنچ گئی تھی۔ ان انجمنوں کے کاروبار کی نوعیت اور وسعت کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ لینن گراڈ کی صارفین کی انجمن کے اراکین ۱۹۳۳ء میں ۹ لاکھ ۸ ہزار ہو گئے تھے اور پورے شہر میں اس کی ۸۴ سوشاخیں قائم تھیں مرکزی اسٹور میں ۲۵ ہزار قسم کی مختلف چیزیں موجود رہتی تھیں۔ اور سامان کی مقدار اتنی تھی کہ اس کا ڈھائی کروڑ روبلز (۵ کروڑ روپیہ) کا آگ کا بیمہ کرادیا گیا تھا۔ اور اس کے بعد سے گزشتہ سالوں میں کاروبار میں ۵۰ فیصدی اضافہ ہوا ہے۔ ماسکو کی انجمن کی بچوں کے کھلونوں کی شاخ میں ۱۹۳۵ء میں ۲ ہزار قسم کے کھلونے ملتے تھے۔ اور

لوگوں کو اس بات پر بھی شکایت تھی کہ انکی تعداد بہت کم ہے اور قسمیں بھی بہت زیادہ نہیں ملتی ہیں۔ بہت ساری انجمنیں نہ صرف کپڑا اور ضروریات کی دوسری چیزیں ہی فروخت کرتی ہیں بلکہ ناپ سے کپڑے بھی سلوا کر مہیا کرتی ہیں اور ان کے یہاں کئی ہزار درزی کام کرتے ہیں۔ بہت ساری انجمنیں اب اس کا بھی انتظام کرتی ہیں کہ سامان خریداروں کے گھروں پر پہنچوا دیتی ہیں۔ اس کے لئے خاص قسم کی تنظیم قائم کی گئی ہے کھانے پینے اور دوسری روز مرہ کی ضروریات کی چیزیں لوگ روزانہ دام دے کر خریدنے کے بجائے کوپن کے ذریعہ خریدتے ہیں۔ مثلاً روٹی کے کوپن خرید لئے گئے اور روزانہ وہ کوپن دیکر جسقدر روٹی چاہی لے لی۔ اس سے ہر وقت پیسے ساتھ رکھنے کی زحمت باقی نہیں رہتی۔

ملک کے اکثر شہروں اور صنعتی علاقوں میں صرف کھانے کی بھی انجمنیں قائم ہیں۔ ہر بڑی عمارت میں ایک انجمن ہوتی ہے اور پوری عمارت کے لوگوں کے لئے کھانے مہیا کرتی ہے۔ اس انجمن کی دوکان میں تقسیم کا کام خود انجمن کے رکن کر لیتے ہیں۔ باری باری سے چند لوگ منتظم اور اس کے مددگاروں کے فرائض انجام دے دیتے ہیں یہ دوکان صرف چند گھنٹوں کے لئے کھلتی ہے اور ہر شخص خود وہاں جاکر اپنا کھانا لے جاتا ہے۔ یا وہیں پر کھا لیتا ہے۔ کھانے پینے کی چیزیں اور خاص طور پر روٹیاں بڑے بڑے کارخانوں میں تیار ہوتی ہیں اور ہر انجمن کو حسب ضرورت مہیا کر دی جاتی ہیں۔

پورے ملک میں نہ صرف اس طرح سے آسانی کے ساتھ کھانے پینے
کی چیزیں ملتی ہیں۔ بلکہ تمام صنعتی علاقوں میں مشترکہ مزرعوں اسکولوں
اور دفاتر سے ملحق بڑے بڑے کھانے کے ہال قائم ہو گئے ہیں ——
جن میں معمولی داموں پر اچھا کھانا مہیا کیا جاتا ہے۔ مختلف اداروں
میں کام کرنے والے کھانے کی چھٹی میں بجائے گھر جا کر کھانے کے یہیں
کھا لیتے ہیں۔ یہ کھانے کے ہال بہت مقبول ہوتے جاتے ہیں اور بڑی
تیزی سے تمام ملک میں ان کا جال پھیلتا جاتا ہے۔ ان میں کھانا
نہ صرف خوش ذائقہ ملتا ہے بلکہ ان کی تیاری میں حفظان صحت
اور غذائیت کا خاص طور پر لحاظ رکھا جاتا ہے

تحریک امداد باہمی شہروں کی طرح دیہاتوں میں بھی اسی تیز رفتاری
سے فروغ پا رہی ہے۔ دیہی علاقوں کی ان انجمنوں کا مقصد یہی
نہیں ہے کہ صرف اپنے ارکین کی ضروریات کو پورا کریں بلکہ اس کا
بھی خیال رکھا جاتا ہے کہ اس خرید و فروخت کے کام میں ان کا اتنا وقت
ضائع نہ ہو جائے کہ اس کا اثر زراعت کے کاموں پر پڑے۔ اس کے
لئے فصلوں کے بونے اور کاٹنے کے زمانہ میں ان انجمنوں کے کاروبار
کا بڑا حصہ کھیتوں پر منتقل کر دیا جاتا ہے۔ تاکہ ان کسانوں کو اپنی ضروریات
کی چیزیں خریدنے کے لئے گاؤں تک چلکر نہ آنا پڑے۔ ان انجمنوں
کی دوکانوں کی حالت اب وہ پہلی سی نہیں ہے جہاں سوائے
موٹے جھوٹے کپڑے اور چند ضروری چیزوں کے اور کچھ نہیں ملتا تھا

اب کاشتکار کی معاشی اور معاشرتی زندگی بہت آگے نکل چکی ہے اب ان دکانوں میں گراموفون، ریڈیو۔ بائسکلیں۔ موٹر سائیکلیں ۔۔ اور کپڑا، گھڑیاں۔ چمڑے کا سامان اور صابن تیل وغیرہ وافر مقدار میں دستیاب ہوتے ہیں۔ اور ان کی مانگ بھی روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ بعض وقت مانگ اتنی بڑھ جاتی ہے کہ ان انجمنوں کے بس سے باہر ہو جاتی ہے۔ ان انجمنوں کی کارکردگی میں اسی سرعت سے اضافہ نہیں ہو سکا۔ کہ جس سرعت سے دوسرے معاشی اداروں میں ہوا تھا اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ابتداً ان کو اچھے کارپرداز نہیں ملتے تھے دوسرے ان میں منشوکوں اور لڑائکی کے حیلوں نے سازشی جال پھیلا رکھے تھے۔ لیکن دوسرے پنجسالہ خاکہ کے بعد ان دقتوں پر کافی قابو حاصل کر لیا گیا ہے اور ان انجمنوں کی کارکردگی میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔

ملک کی پیداوار کی تقسیم کے ۸۰ فیصد سے زائد حصہ پر امداد باہمی کی انجمنوں کا قابو ہے۔ بقیہ حصہ پر مختلف دوسرے ادارے قابض ہیں۔ مثلاً اکثر کارخانوں کی خود فروشی کی اپنی دوکانیں قائم ہیں اور ان کارخانوں کا زیادہ تر مال ان کی اپنی دکانوں کے ذریعہ فروخت ہوتا ہے گزشتہ چند سالوں میں ان دوکانوں کی ترقی میں کچھ سرعت پیدا ہو گئی تھی لیکن تحریک امداد باہمی کے ہمدردوں کے احتجاج کی وجہ سے انکی ترقی اب کافی رک گئی ہے۔ ملک کی بڑھتی ہوئی ضروریات کے

پیش نظر بعض بڑے مقامات اور صنعتی شہروں میں حکومت نے خود اپنی بڑی بڑی دوکانیں کھولی ہیں۔ بعض مقامات کی مقامی میونسپلیٹوں نے بھی اپنی دوکانیں کھلوائی ہیں۔ بعض بڑے شہروں میں جہاں روٹی اور گوشت وغیرہ کے کارخانے ہیں وہاں سے ملحق ان چیزوں کی تقسیم کی بھی دکانیں قائم ہیں۔ ان تمام قسم کی جلد فروشی کی دوکانوں کی تعداد اور کاروبار امداد باہمی کی انجمنوں کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ البتہ بعض اوقات ان دونوں قسم کی دکانوں میں مقابلہ ہو جاتا ہے جس کی وجہ سے ان کی کارکردگی میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔

امداد باہمی کی انجمنوں کی تنظیم

سویٹ روس میں امداد باہمی کی انجمنیں تین قسم کی ہوتی ہیں

(۱) دیہی انجمنیں جن کی تعداد سب سے زیادہ ہے اور جن کا رکن اس گاؤں کا ہر شخص ہو سکتا ہے۔

(۲) شہری انجمنیں جن کا رکن اس شہر کا ہر شخص ہو سکتا ہے۔

(۳) ادارے وار انجمنیں جو کسی کارخانے یا ادارے میں ہوتی ہیں اور جن کے رکن صرف اس کارخانے یا ادارے کے لوگ ہو سکتے ہیں۔

دیہی انجمنیں مختلف حلقوں میں تقسیم کردی جاتی ہیں اور ہر حلقہ

کی ایک یونین ہوتی ہے۔ شہری انجمنوں کی یونینز نہیں ہوتیں اس لئے کہ وہ خود یونین کی حیثیت رکھتی ہیں ان کی خود اپنی کئی کئی شاخیں ہوتی ہیں۔ مثلاً لینن گراڈ کی امداد باہمی کی انجمن کے اراکین کی تعداد ۱۲، ۳، لاکھ کے قریب ہے اور پورے شہر میں ۵۰۰ سے اوپر شاخیں ہیں۔ انجمنوں کے لحاظ سے پورے ملک کو ۳۲ حلقوں یا صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا ہے۔ یہ یونینز اور شہری انجمنیں اپنی صوبہ واری انجمن کی جو اوبلاسٹ کہلاتی ہیں رکن ہوتی ہیں اکثر چھوٹی جمہوریتوں میں ایک ہی اوبلاسٹ ہے اور بڑی جمہوریتوں مثلاً یوکرین میں ایک سے زیادہ ہیں۔ یہ تمام اوبلاسٹ مرکزی انجمن کی رکن ہوتی ہیں۔

ابتدائی دیہی انجمنوں اور شہری انجمنوں کے اراکین ہر دو تین ماہ میں ایک مرتبہ جلسہ عام میں جمع ہوتے ہیں۔ جس میں مرد اور عورتیں یکساں طور پر حصہ لیتی ہیں۔ جلسہ عام میں پورے دو تین مہینہ کے کاروبار پر تنقید ہوتی ہے اور مشورے دیئے جاتے ہیں شکائیتیں پیش ہوتی ہیں اور ان کی اصلاح کی تدبیریں سوچی جاتی ہیں۔ جلسہ عام سال میں ایک مرتبہ انجمن کے مہتمم، منیجر اور مجلس انتظامی کا انتخاب کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک کمیٹی بھی نامزد کی جاتی ہے جو کاروبار میں منیجر اور مجلس انتظامی کو مشورہ دیتی ہے اور حساب وکتاب کی تفصیلی جانچ کرتی ہے۔ مجلس انتظامی کے کاروبار کے علاوہ

یونین کے لئے بھی دو تین اراکین کو نامزد کرتی ہے۔
امداد باہمی کی انجمنوں کی دیہی یونین کی کانفرنس ہر تین ماہ یا چھ ماہ میں ایک مرتبہ ہوتی ہے۔ جس میں تمام رکن انجمنوں کے نمائندے شریک ہوتے ہیں۔ تحریک کی مختلف خامیوں اور کاروبار سے متعلق تمام مسائل پر مباحثے ہوتے ہیں۔ یہ کانفرنس سال میں ایک مرتبہ ایک کونسل کا انتخاب کرتی ہے اور کونسل اپنے صدر اور مجلس انتظامی کے دوسرے اراکین منتخب کرتی ہے اور او بلاسٹ کے لئے اپنے نمائندے نامزد کرتی ہے ان کا خاص کام تحریک امداد باہمی کو فروغ دینا۔ تمام قسم کی امداد باہمی کی انجمنوں میں تعاون پیدا کرنا اور ان کے درمیانی اختلافات کو رفع کرنا ہوتا ہے۔
صوبہ واری جمہوریتی ادارے یا او بلاسٹ کی رکن دیہی یونینز کے علاوہ شہری انجمنیں بھی ہوتی ہیں۔ ہر یونین اور شہری انجمن او بلاسٹ کے لئے اپنا ایک نمایندہ نامزد کرتی ہے۔ اس ادارے کی کانفرنس سال میں ایک یا دو مرتبہ ہوتی ہے۔ جس میں کونسل کا انتخاب ہوتا ہے اور کل روس کی مرکزی امداد باہمی کی انجمن کے لئے نمایندے نامزد کئے جاتے ہیں۔ کونسل کا اجلاس دو تین ہفتوں میں ایکمرتبہ ہوتا ہے اور مختلف یونینز اور شہری

انجمنوں کے باہمی مسائل اور اُن کی کاروباری ضروریات سے متعلق مسائل کے تصفیہ کئے جاتے ہیں۔

مرکزی انجمن جس میں تمام جمہوریتوں اور صوبہ واری انجمنوں کے اراکین ہوتے ہیں سال میں دو تین مرتبہ اجلاس کرتی ہے۔ اور تحریک امداد باہمی سے متعلق تمام مسائل کا تصفیہ کرتی ہے۔ اپنے تحت کی تمام انجمنوں کے لئے سامان کی فراہمی کا انتظام کرتی ہے اس کے لئے کافی بڑا عملہ رکھا جاتا ہے۔ یہ عملہ انجمنوں کی تنظیم اور نگرانی کا کام بھی کرتا ہے اور ان کے لئے تمام ذرائع حمل ونقل بھی مہیا کرتا ہے۔ ہر قسم کے سامان کی خریدی اور فراہمی کا بھی بندوبست کرتا ہے حسابات کی تنقیح وجانچ کا بھی انتظام کرتا ہے۔

عام طور پر یوں تو ابتدائی تعلیم کا انتظام ہر جگہ مقامی سوویٹس کے سپرد ہوتا ہے۔ لیکن امداد باہمی کے سرگرم اور جوشیلے کارکنوں کے لئے جو خاص قسم کی پیشہ ورانہ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں تعلیم کا انتظام امداد باہمی کی انجمنیں خود کرتی ہیں۔ انجمنوں کے ملازمین اور مختلف کمیٹیوں کے اراکین کو ٹکنیکل تعلیم کے حاصل کرنے میں خاص امداد دی جاتی ہے۔

اور ہر قسم کی سہولت بہم پہنچائی جاتی ہے۔ امداد باہمی کے اپنے
تعلیمی ادارے ملک کے مختلف حصوں میں قائم ہیں۔ ہر اوبلاسٹ
کے تحت ٹکنیکل تعلیم کا ایک مدرسہ ضرور قائم کیا جاتا ہے۔ ماسکو میں
امداد باہمی کی ایک اکادمی اور لینن گراڈ میں ایک انسٹیٹیوٹ بھی ہے
جن کی تعلیم جامعی تعلیم کے مماثل ہوتی ہے۔ اور ان میں ہر اوبلاسٹ
کیلئے نشستیں محفوظ رہتی ہیں۔ ان اداروں کے تعلیم یافتہ لوگوں کو بڑی
بڑی انجمنوں اور مرکزی ادروں میں اہم ٹکنیکل اور ذمہ داری کی
خدمت دی جاتی ہے۔

امداد باہمی کی انجمنوں کو ملک کی معاشی اور سیاسی زندگی میں غیر
معمولی اہمیت حاصل ہوتی ہے اسی طرح ملک کے مختلف اداروں
اور سوویٹوں کے لئے ٹریڈ یونینز نمایندے نامزد کرتی ہیں۔ سوویٹ
یونین میں امداد باہمی کی انجمنوں اور ان کے اراکین کی تعداد ساری
دنیا کی انجمنوں اور اراکین کی مجموعی تعداد سے زیادہ ہے۔

آٹھواں باب

معاشی تحفظ

دنیا کے کسی ملک پر بھی نظر ڈالئے خواہ وہ یورپ یا امریکہ کا انتہائی ترقی یافتہ سرمایہ دار ملک ہی کیوں نہ ہو وہاں کی معاشی اور معاشرتی زندگی میں ایک چیز خاص طور سے نمایاں نظر آئیگی اور وہ یہ ہے کہ درمیانی طبقہ اور خاص طور پر مزدور طبقہ کی زندگی، انتہائی غیر محفوظ ہوتی ہے۔ دونوں طبقات کے سروں پر مستقبل کا خوف ہمیشہ منڈلایا کرتا ہے۔ اگر کمانے والا سخت بیمار ہو جائے یا مر جائے تو بچوں اور بیویوں پر آفات اور مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑتے ہیں اور وہ انتہائی افلاس اور تباہ حالی کا شکار

ہو جاتے ہیں۔ نہ بیماریوں کا علاج ہی ممکن ہوتا ہے اور نہ ہی بچوں کی تعلیم وتربیت ہی کا انتظام ہو سکتا ہے۔ بڑے سرمایہ دار ممالک میں مزدوروں کی مسلسل جدوجہد اور کشمکش کے بعد آنسو پونچھنے کے مختلف قسم کے بیمے ضرور رائج کر دیئے گئے ہیں لیکن اس سے اس طبقہ کو کسی قسم کا معاشی تحفظ حاصل نہیں ہوتا البتہ کسی قدر مدد ضرور مل جاتی ہے۔

زاروں کے روس کے جہاں سرمایہ داری ابھی ابتدائی حالت میں تھی اور جاگیردارانہ نظام کے شکنجے ابھی باقی تھے۔ کھیتوں اور کارخانوں میں کام کرنے والے محنت کشوں کی حالت کا اندازہ وہ لوگ آسانی سے کر سکتے ہیں جو مشرقی ممالک کے ان طبقوں کی کی حالت سے واقف ہیں۔ افلاس اور تباہ حالی سے وہ لوگ بے انتہا کچلے جا رہے تھے ان کی کمر ٹوٹی جا رہی تھی۔ نہایت ہی معمولی اجرت پر روزانہ ۱۲، ۱۴ گھنٹہ کام کرنا ہوتا تھا۔ کسی قسم کے بیمہ کا کوئی طریقہ رائج نہیں تھا۔ بیمار ہونے پر گھر کے لوگوں کے لئے بھیک کا ٹھیکرا لیکر نکلنے کے سوا کوئی چارہ کار نہ تھا۔ معذور ہو جانے پر گویا زندگی ہی کا خاتمہ ہو جاتا تھا۔

سوویٹ حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی دوسرے سب سے اہم مسائل میں اس مسئلہ کو بھی جگہ دی۔ چنانچہ لینن نے اپنے ابتدائی اعلانات میں معاشرتی بیمہ اور معاشی تحفظ کا خاص طور سے ذکر کیا

ہے۔ گزشتہ ۲۶ سال میں کئی مختلف قسم کے بیمہ فنڈ قائم ہو گئے ہیں اور ہر سال ان میں تیزی سے اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ اور آج دنیا کے تمام محنت کشوں کے برخلاف سویٹ مزدور یہ محسوس کرتے ہیں کہ اگر انھیں کوئی حادثہ پیش آجائے یا وہ مرجائیں تو ان کی بیوی بچے لاوارث اور محتاج نہ ہو جائینگے۔ بلکہ ان کی زندگی بالکل محفوظ رہے گی۔ وہ بوجھ جواب تک ان کے کاندھوں پر تھا اب ساری قوم اس بوجھ کو اپنے کاندھوں پر لے لیگی۔ بچے اسی طرح تعلیم پاتے رہیں گے۔ بیوی اپنی زندگی اسی طرح گزار سکیگی۔ ہر شخص کو قانوناً اس کا حق حاصل رہتا ہے کہ وہ روزگار کا مطالبہ کرے اور حکومت کا فرض ہے کہ وہ ہر شخص کے لئے روزگار مہیا کرے۔ تمام قسم کے بیموں کا انتظام مزدور سبھائیں کرتی ہیں۔ اور ان بیموں کے لئے سرمایہ دار ممالک کی طرح مزدوروں کی اجرت سے رقم کاٹ کر کوئی سرمایہ جمع نہیں کیا جاتا بلکہ مختلف قسم کی صنعتوں۔ زراعت اور دوسرے کاروبار سے حکومت کو جو آمدنی ہوتی ہے اس کا ایک جز ہر سال بیمہ کے کاموں پر خرچ کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۹۴۱ء میں روسی موازنہ میں کل آمدنی ۲۱۶۰۴۰ ملین روبلز تھی اور کل خرچ ۲۱۶۰۵۲ ملین روبلز تھا اس میں سے تعلیم اور انشورنس کے لئے ۴۷۰۰۰ ملین روبلز یا کل خرچ کے ۲۴ فیصدی کے قریب مختص کئے گئے تھے۔

سوویٹ روس کے تمام کارخانے اور کھیت مزدوروں اور کاشتکاروں کی مشترکہ ملکیت ہوتے ہیں۔ وہی ان کا انتظام کرتے ہیں اور ان سے جو کچھ بھی آمدنی ہوتی ہے وہ ان ہی کی خوشحالی اور احتیوں پر صرف کی جاتی ہے۔ ہر کارخانہ اور کھیت کی آمدنی ان میں کام کرنیوالوں میں دو طرح تقسیم ہوتی ہے۔ ایک انفرادی اجرتوں کی شکل میں دوسرے معاشرتی انشورنس کی صورت میں۔ ان دونوں کا تعین مزدور سبھائیں اور کسانوں کی انجمنیں کرتی ہیں ہر سال مزدور سبھائیں ان مسائل کو حل کرنے کے لئے کمیٹیاں کرتی ہیں ان کے تصفیہ کی بموجب دونوں مدوں میں رقومات تقسیم کر دی جاتی ہیں۔ ان تقسیموں میں اس کا خاص خیال رکھا جاتا ہے کہ ایسے مراعات نہ دیئے جائیں جن سے لوگوں میں لاپرواہی اور کام سے جی چرانے کی ذہنیت پیدا ہونے لگ جائے۔ پہلے پنجسالہ پروگرام کے بعد سے معاشرتی بیمہ کی مرکزیت کو آہستہ آہستہ ختم کیا جا رہا ہے اور ہر کارخانے دفتر اور مزرعے ہی میں مرکز قائم کئے جا رہے ہیں جو نہ صرف اجرتوں کا تعین کرتے ہیں اور اجرتیں تقسیم کرتے ہیں بلکہ بیمہ کی رقومات بھی تقسیم کرتے ہیں۔ بیمہ کے حسابات بھی اب مزدور سبھاؤں کے مرکزی دفاتر میں نہیں رکھے جاتے بلکہ ہر مزدور سبھا اس کا انتظام خود اپنے طور پر کر لیتی ہے۔ البتہ حسابات کی جانچ اور خرچ کی

نگرانی کے فرائض اب بھی مرکزی یونین کے سپرد ہیں۔ یہ اس لئے کیا گیا ہے کہ اب تمام انفرادی سبھاؤں میں اچھے کارپرداز اور سمجھدار لوگ آ گئے ہیں اور مقامی حالات اور ضروریات کو وہ زیادہ اچھی طور پر محسوس کر سکتے ہیں البتہ بیمہ سے متعلق پالیسی کے تعین اور دیگر اہم مسائل کے تصفیہ کے لئے تنظیم میں اور زیادہ مرکزیت پیدا کر دی گئی ہے اور بجائے ہر جمہوریت میں ایک وزارت کے قیام کے پورے ملک کے لئے صرف ایک وزارت قائم کر دی گئی ہے۔ یہ مرکزیت مرکزی مزدور سبھا کے فیصلہ کی بناء پر کی گئی ہے۔ صحت کے بیمہ سے متعلق سارا نظام۔ جہاں تک اس کے عملی پہلو کا تعلق ہے۔ ہر جمہوریت کی وزارت صحت عامہ چلاتی ہے دوسری تمام چیزوں کا انتظام جس میں تمام قسم کی رقومات کی ادائیاں شامل ہیں مختلف مقامی مزدور سبھاؤں کے سپرد ہے اور مرکزی مزدور سبھا ان سب میں باہمی تعاون پیدا کرتی ہے۔ اور ان سب کے کام پر نگرانی بھی رکھتی ہے۔

معاشرتی بیمہ کے تحت سویٹ یونین میں بسنے والی ہر مزدور عورت اور بچے کے لئے ہر قسم کے معاشی تحفظ کا انتظام کیا گیا ہے اس میں اس کا کوئی لحاظ نہیں رکھا جاتا کہ اس سے فائدہ اٹھانے والے کی آمدنی کیا ہے۔ انشورنس فنڈ میں اس کا حصہ کیا ہے بلکہ ہر شخص کو اس کی ضروریات کے لحاظ سے امداد دی جاتی ہے معاشرتی بیموں کے علاوہ مرکزی حکومت اور مختلف جمہوریتیں اپنے مختلف

مدات میں سے بھی معاشی تحفظ سے متعلق ضروری چیزوں پر رقومات
صرف کرتی ہیں۔ اور مزدوروں اور کسانوں کی انجمنیں بھی کئی مختلف
طریقوں سے ان کاموں میں حصہ لیتی ہیں۔ اس بیمہ کے تحت گو کہ
بے شمار کام انجام پاتے ہیں لیکن بڑی دلچسپ اور حیرت خیز چیز یہ
ہے کہ پوری تنظیم انتہائی سادہ اور آسان ہے اور ہر شخص کو ہر امداد بالکل
وقت پر مل جاتی ہے۔

سوویٹ یونین میں بسنے والے ہر شخص کی جسمانی صحت اور طبی امداد
سے متعلق تمام ضروریات کی تکمیل اسی بیمہ فنڈ سے کی جاتی ہے جس
کی تفصیل بیسویں باب میں دی گئی ہے۔ جب کوئی شخص مر جاتا ہے
تو تجہیز و تکفین کے تمام اخراجات بیمہ فنڈ سے ادا ہوتے ہیں۔ اور
پس ماندگان کے لئے فوراً ہر قسم کی سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔
کوشش یہ کی جاتی ہے کہ انکی معاشی اور معاشرتی زندگی پر مرنے
والے کی وجہ سے کوئی اثر نہ پڑنے پائے۔ خاص طور سے اگر پس ماندگان
ایسے ہوں جو برسر روزگار نہ ہوں تو ان کی ہر ضرورت کی تکمیل پر خاص
توجہ کی جاتی ہے۔ جو ارکان روزگار کے قابل ہیں ان کے لئے فوراً
روزگار مہیا کیا جاتا ہے۔ بچوں کی تعلیم کی پوری ذمہ داری لے لی جاتی
ہے۔ اگر کسی عورت کا شوہر مر جائے اور اس کی بیوی اس قابل
نہ ہو کہ اپنے بچوں کی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام کر سکے تو اس کی آمدنی
میں ضروریات کے لحاظ سے اضافہ کر دیا جاتا ہے اور اگر کوئی مزدور

یا کاشتکار یا سپاہی کسی مشین وغیرہ سے یا میدان جنگ میں مر جاتا ہے۔
تو اس کے پسماندگان کو دوسروں کے مقابلہ میں زیادہ امداد دی جاتی
ہے
مختلف کارخانوں کھیتوں اور دفاتر میں کام کرنے والوں کو بیماری
کی صورت میں ہر قسم کی طبی امداد مہیا کی جاتی ہے۔ اس کے لئے پہلے
مزدور سبھا کے ڈاکٹر کے پاس معائنہ کروانا ہوتا ہے۔ وہ بیماری
کا صداقتنامہ جاری کرتا ہے جس میں اسکی بھی صداقت ہوتی ہے کہ
کس قسم کے علاج کی ضرورت ہے۔ اس کے بعد اسے حسب ضرورت
اعلی سے اعلی طبی امداد بہم پہنچائی جاتی ہے۔ اس پورے علاج کے
اخراجات بیمہ فنڈ سے ادا کئے جاتے ہیں۔ اور مریض کو بیماری کے
زمانہ کی پوری اجرت بھی ملتی ہے۔
جب کوئی شخص کسی حادثہ کی وجہ سے کام کرنے کے قابل نہیں
رہتا تو اسے معاشرتی بیمہ سے خاطر خواہ مدد دی جاتی ہے۔ اس کے
لئے ڈاکٹروں کا ایک بورڈ اس کا معائنہ کرتا ہے۔ اگر وہ اس حادثہ
میں کام کرنے سے بالکل معذور ہو گیا ہو تو اسے تمام عمر اتنی رقم ملتی
ہے جسقدر اسے تنخواہ یا اجرت کے طور پر ملتی تھی۔ ایسے لوگ جو معذور
تو ہو جاتے ہیں لیکن چل پھر سکتے ہیں انھیں اجرت کا تین چوتھائی
حصہ تمام عمر ملتا ہے۔
جب کوئی عورت حاملہ ہو جاتی ہے تو اسے نہ صرف ہر قسم کی

طبی امداد دی جاتی ہے بلکہ طبی مشورہ بھی مفت دیا جاتا ہے زچگی
سے دو ماہ قبل اور دو ماہ بعد پوری تنخواہ کے ساتھ چھٹی ملتی ہے
زچگی کے تمام اخراجات بیمہ فنڈ سے ادا کئے جاتے ہیں بلکہ شیرخوار بچے
کیلئے بھی کافی بڑی رقومات دی جاتی ہیں۔ اور بچے کی شیرخواری
کے زمانہ میں ۲۰ روبلز (۲۰ روپیہ) ماہانہ علیحدہ دیئے جاتے ہیں

سویٹ دستور کی دفعہ ۱۱۸ کی رو سے سویٹ یونین کے ہر شخص کا
یہ حق ہے کہ اس کے لئے روزگار فراہم کیا جائے اور کام کی نوعیت اور
مقدار کے لحاظ سے اسے اجرت دی جائے۔ جن اشخاص کے لئے روزگار
فراہم نہ ہو سکے انکے اخراجات کی ذمہ داری بیمہ فنڈ پر ہوتی ہے لیکن
یہ ایک بہت عجیب اور دلچسپ چیز ہے کہ ۱۹۳۰ء کے بعد سے ایک بھی
مثال ایسی نہیں ملتی کہ کسی شخص کو بھی بے روزگاری کا الاؤنس دیا گیا
ہو اس لئے کہ بے روزگاری کا ملک میں وجود ہی نہیں ہے۔ روسی معاشی
زندگی کی غیر معمولی ترقی نے اتنے غیر معمولی مواقع فراہم کر دیئے ہیں کہ مزدور
سبھائیں ہر شخص کے لئے فوراً روزگار مہیا کر دیتی ہیں۔ اگر کوئی مرد یا
عورت اپنی زندگی کے کسی مرحلہ پر اپنی کارکردگی میں اضافہ کرنے کے
لئے ٹیکنیکل تعلیم حاصل کرنا چاہے تو مزدور سبھائیں فوراً اس کا بندوبست
کرتی ہیں اور اس دوران میں ان کے اخراجات خود برداشت کرتی
ہیں۔ روسی قانون کی رو سے کوئی شخص بیکار نہیں رہ سکتا۔ سوائے
ایسی صورت کے جبکہ کسی بیماری یا ضعیفی کی وجہ سے اسے مجبور ہونا پڑے

ا۔ جس کے لئے ڈاکٹر تصدیق کر دیں۔

بیمہ فنڈ کی اور دوسری سرگرمیوں میں آرام گاہوں اور تفریح گاہوں کا انتظام بھی خاص اہمیت رکھتا ہے۔ ملک کے مختلف حصوں اور خاص طور سے قفقاز اور کریمیا کے تمام شاہی محلوں اور جاگیرداروں کی رہائش گاہوں کو ان کے لئے وقف کر دیا گیا ہے ان کے علاوہ بے شمار نئی نئی عمارتیں بھی تعمیر کی گئی ہیں۔ مزدور سبھائیں اس کی کوشش کرتی ہیں کہ ان کے ہر رکن کو بیماری اور ضرورت کی صورت میں کسی نہ کسی آرام گاہ میں جگہ مل سکے۔ اور ہر رکن ہر سال اپنی چھٹیاں اپنی پسند کی تفریح گاہ میں گزار سکے ان تمام اداروں سے متعلق انتظام مزدور سبھاؤں کے سپرد ہوتا ہے

گزشتہ چند سال سے روس میں امداد باہمی کی قرضے کی انجمنیں نہایت سرعت سے ملک کے طول و عرض میں پھیلتی جا رہی ہیں یہ انجمنیں اپنے اراکین کو بغیر کسی کفالت کے چھوٹے چھوٹے قرضے فوری ضروریات کے لئے دیتی ہیں۔ ان کی نوعیت ان دیہی قرضہ کی انجمنوں کی سی نہیں ہے۔ جیسی کہ ہندوستان جرمنی اور دوسرے ممالک میں قائم ہیں۔ جہاں قرضہ کفالت پر دیا جاتا ہے اور قرض لینے والے اس رقم کو زیادہ نفع کمانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ روسی قرضہ کی انجمنوں میں قرضہ پر کوئی سود نہیں لیا جاتا۔ اراکین فوری ضرورت کے لئے چھوٹی چھوٹی رقومات ان انجمنوں سے لیتے ہیں اور جلد واپس

کر دیتے ہیں۔ یہ انجمنیں اپنے اراکین کو وقت پڑنے پر رقوماً بطور تحفہ بھی دیتی ہیں۔ بیمار آدمیوں کو جن کی آمدنی ناکافی ہوتی ہے یہ مالی امداد دیتی ہیں۔ ان انجمنوں کا رکن ہر شخص ہو سکتا ہے لیکن زیادہ تر مزدور سبھاؤں کے اراکین اس کے رکن ہیں۔ اور مزدور سبھائیں ان انجمنوں کو چلاتی ہیں ان کے لئے سرمایہ بیمہ فنڈ مہیا کرتا ہے۔ اور اخراجات کی پابجائی کے لئے ہر رکن اپنی آمدنی کا نصف فی صدی ادا کرتا ہے۔ معاشرتی بیمہ کی سرگرمیاں اسقدر بڑے پیمانہ پر ہیں کہ اس کا اندازہ دوسرے ممالک میں رہنے والوں کے لئے دشوار ہے ملک میں بسنے والے کروڑ انسانوں کی بہت بڑی تعداد کی بے شمار معاشی اور معاشرتی ضروریات اسی بیمہ فنڈ سے پوری ہوتی ہیں۔ دوسرے پنجسالہ پروگرام کے بعد اس نظام نے پورے شہری علاقہ اور کافی دیہی علاقوں کا احاطہ کر لیا تھا اور توقع تھی کہ تیسرے پروگرام کے ختم پر یہ نظام مکمل ہو جائیگا۔

معاشرتی بیمہ کے تحت کام کرنے والوں کو بڑھاپے میں خاص قسم کی سہولتیں اور راحتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں جب مرد ساٹھ سال کے ہو جاتے ہیں یا عورتیں ۵۵ سال کی ہو جاتی ہیں تو انھیں ان کی اجرت کا ۵۰ فیصدی بطور پنشن کے دیا جاتا ہے جو لوگ زیر زمین کانوں اور کیمیائی اشیاء کے کارخانوں وغیرہ میں کام کرتے ہیں ان کی پنشن میں دس بارہ فیصدی تک اضافہ بھی کر دیا جاتا ہے۔ غیر معمولی دماغی

کام کرنیوالے سائنس دانوں کو پنشن بھی ان کی تنخواہ کے مساوی دی جاتی ہے پنشن یافتہ کام کرنیوالوں کی انجمنیں قائم ہیں جن کو بیمہ فنڈ سے ہر قسم کی امداد پہنچائی جاتی ہے اور وہ اپنے اراکین کی صحت اور تفریح کا خیال رکھتی ہیں انھیں دستکاری کی تعلیم دیتی ہیں تاکہ وہ آسانی سے اپنی آمدنی میں کافی اضافہ کرسکیں اور ان کے لئے مصروفیت بھی نکل آئے۔ ان کے لئے آرام گاہوں اور تفریح گاہوں کے دروازے ہروقت کھلے رہتے ہیں ان کی انجمنیں ہر قسم کی طبی امداد کا انتظام کرتی ہیں حتیٰ کے مصنوعی دانت وغیرہ تک مہیا کرتی ہیں۔ وہ لوگ جو زیادہ ضعیف اور معذور ہو جاتے ہیں انکے لئے زاروں اور بڑے جاگیرداروں کے بے شمار محل مخصوص کردئیے گئے ہیں جہاں ہر قسم کا آرام مہیا کیا جاتا ہے اور تفریح کے لئے کتابیں اخبار، گرامفون اور ریڈیو مہیا کئے جاتے ہیں۔ ۱۹۳۸ء میں انکی انجمنوں نے مختلف ضروریات پر ۵ کرور ۸۰ لاکھ روبلز صرف کئے تھے۔ انکی انجمنیں اپنے اراکین کی بنائی ہوئی چیزیں بازار میں فروخت کرکے اس کے دام اراکین میں تقسیم کردیتی ہیں۔

زار شاہی میں بوڑھا کسان سارے خاندان کے لئے وبال جان ہو جاتا تھا اور ہمیشہ موت کا طالب رہتا تھا۔ اشتراکی نظام نے کاشتکار کی زندگی میں انقلاب پیدا کردیا ہے۔ اب ضعیف کاشتکار اپنے خاندان کا محتاج نہیں رہتا بلکہ حکومت اس کی تمام

راحتوں اور دلچسپیوں کی ذمہ داری اپنے سر لے لیتی ہے۔ اس کیلئے ہر مشترکہ کھیت اپنی آمدنی کا دو فیصدی وقف کرتا ہے۔ سنہ ۱۹۳۲،۳۰ میں ڈیڑھ کروڑ ضعیف کاشتکاروں کے فنڈ سے خرچ ہوئے تھے۔

سویٹ قانون کی رو سے ہر شخص کو اس کا حق حاصل ہے کہ بڑھاپے اور ضعیفی میں اسکی ساری ذمہ داری حکومت اٹھائے

حصہ دوم

سیاسی زندگی

"تمام دنیا میں روس ہی ایک ایسا ملک ہے جس نے تمام قوموں
تمام نسلوں بلکہ تمام انسانوں میں حقیقی قسم کی معاشی مساوات پیدا کی
ہے اور عورتوں کو آزادی دی۔ ایک ایسی جمہوریت کا نمونہ پیش کیا ہے
جس کی نقل جنگ کے بعد ساری دنیا کو اور خود امریکہ کو بھی کرنی ہوگی۔
اسی حقیقی جمہوریت کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ آج روس اسٹالن کی سرکردگی
میں جرمنی جیسے ملک کا مقابلہ کر رہا ہے۔ جنگ کے بعد کی دنیا میں
امن قائم کرنے میں۔ چین۔ انگلستان۔ اور دیگر اتحادی اقوام بہت
بڑا حصہ لیں گی۔ لیکن حقیقی امن کے لئے روس کے نقطۂ نظر کو اور
روس اور امریکہ کے اتحاد کو بہت بڑی اور بنیادی حیثیت حاصل رہیگی۔"

(مسٹر ڈ ہنیوی۔ اے۔ والیس نائب صدر ممالک متحدہ امریکہ)
۸ / نومبر ۱۹۴۲ء

نواں باب

سویٹ حکومت

(۱)

سویٹ روس کا نظام معاشرت اور معیشت سرمایہ دار ممالک کے نظاموں سے مختلف بنیادوں پر قائم ہے۔ یہاں پر حکومت کا کام سرمایہ داروں یا زمینداروں کی پشت پناہی کرنا نہیں بلکہ مزدوروں اور کسانوں کی پشت پناہی کرنا ہے اور صرف یہی نہیں بلکہ ان کو باقتدار بنانا ہے۔ انکی حکومت قائم کرنا ہے اور طبقہ داری کشمکش کا خاتمہ کرکے ایک غیر طبقہ داری نظام زندگی قائم کرنا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ سویٹ حکومت کا نظام حکومت ساری دنیا کے نظاموں سے

بالکل مختلف ہے اور اسکو سمجھنے کے لئے ان چیزوں کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے۔

سنہ ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد جب مزدور طبقہ کو اقتدار حاصل ہو گیا تو ملک میں مزدور طبقہ کی ڈکٹیٹر شپ قائم کر دی گئی۔ اور پوری مشین کو اس طرح ڈھالا گیا کہ مزدور جماعت کی حکومت کے استحکام میں مدد دے۔ ہر دیہات اور شہر میں سوٹیں قائم (SOVIETS) کی گئیں جن کے اراکین مقامی مزدوروں اور کسانوں کے منتخب کردہ تھے اور تمام اقتدار ان سوئیٹوں کے ہاتھ میں منتقل کر دیا گیا۔ سنہ ۱۹۲۱ء کے بعد جب تمام بیرونی اور اندرونی دشمنوں کا سر کچل دیا گیا تو ملک کی بڑی بڑی قومیتوں مثلاً یوکرین۔ سفید روس اور روس خاص اور قفقازی قومیتوں کی سوئٹس نے ایک مرکزی حکومت کے قیام کی تجویز منظور کی اور ان تمام جمہوریتوں کی ایک یونین بنائی جس میں بعد میں مشرقی روس کی دوسری جمہوریتیں بھی شریک ہو گئیں۔ اس نئی حکومت کے لئے ایک دستور بھی مرتب کیا گیا جس نے سنہ ۱۹۲۴ میں قانون کی شکل اختیار کی۔ یہ زمانہ ایسا تھا جبکہ نہ صرف درمیانی طبقہ کے مخالف انقلاب عناصر ابھی ملک میں کافی تعداد میں باقی تھے بلکہ تجارت اور صنعتوں کا کافی بڑا حصہ ابھی تک ان کے ہاتھ میں تھا۔ اس کے علاوہ کسان طبقہ ابھی اسی پرانے نظام معیشت میں تھا۔ اور بڑے سرمایہ دار کاشتکار

اس نظام کے مخالف تھے۔ انکی یہ مخالفت ۱۹۲۸ء کے پنجسالہ پروگرام کے بعد سے اور بھی تیز ہو گئی تھی۔ اس زمانہ میں پورا اقتدار مزدور طبقہ کے ہاتھ میں رہا تاکہ اشتراکی نظام معیشت اور معاشرت قائم کرنے کے لئے تمام مخالف قوتوں پر قابو پانے میں سہولت ہو۔ دوسرے پنجسالہ نظام عمل کے ختم کے قریب جبکہ ملک صنعتی اور زرعی پیداوار کے ۹۰ فیصدی سائل اشتراکی بنیادوں پر آگئے تو اشتراکی نظام معیشت نے معاشرت میں بھی انقلاب پیدا کر دیا اور ضرورت اس کی محسوس ہوئی کہ ملک کے دستور میں تبدیلی کر دی جائے اس لئے کہ کسی ملک میں قانون اس ملک کے لوگوں کے باہمی تعلقات میں استواری پیدا کرنے کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ اور جوں جوں معاشی زندگی میں تبدیلی ہوتی ہے تو ان تعلقات میں بھی تغیر پیدا ہوتا ہے اور اس تغیر کے ساتھ تمام قوانین بھی بدل دینے ہوتے ہیں۔ چنانچہ تمام سوویٹس کی ساتویں کانگرس نے ۲۸ جنوری ۱۹۳۵ء کو یہ تصفیہ کیا کہ ۱۹۲۴ کے دستور میں تبدیلی کر دینی چاہئے اور ایسا دستور مرتب ہونا چاہئے جس میں ہر شخص کو مساوی حقوق حاصل ہوں اور پورا نظام اور زیادہ جمہوری اصولوں پر آجائے۔ اس کانگرس کی سفارش پر فبروری ۱۹۳۵ء میں سوویٹ یونین کی مرکزی مجلس انتظامی نے اسٹالن کی صدارت میں ایک کمیٹی مقرر کی تاکہ وہ دستور مرتب کر کے پیش کرے۔ اس کمیٹی نے دستور مرتب کرنے کے بعد تمام ملک کے سامنے پیش کر دیا۔ تاکہ ہر کارخانے

ہر مزرعے اور ہر دفتر میں اس پر مباحثہ ہو چنانچہ تقریباً ایک سال تک پورے ملک میں صرف ایک ہی موضوع بحث رہا اور پریس میں ہزاروں تجویزیں اور اعتراضات اور نمودار ہونے لگے۔ ان سب کی روشنی میں مناسب ترمیمیں کرنے کے لئے آل یونین آف سوویٹس نے یکم دسمبر ۱۹۳۶ء کی کانگریس میں ۲۰۲ ارکین کی ایک کمیٹی مقرر کی۔ اس کمیٹی نے اسکو ترمیمات کے بعد آخری تشکیل دی جسے ۵ دسمبر ۳۶ء کو قانونی شکل حاصل ہوگئی۔ اور یہی دستور اس وقت ملک میں نافذ ہے۔

نظام حکومت:۔ سویٹ اشتراکی جمہوریتوں کی یونین (U.S.S.R.) ۱۶ قومی یونین جمہوریتوں کا ایک وفاق ہے۔ ہر جمہوریت کو مساوی حقوق حاصل ہیں۔ ہر ایک کا اپنا الگ دستور ہے۔ ہر ایک کو یونین سے علیحدگی کا حق حاصل ہے۔
۱۹۴۰ء سے اس یونین میں وفاق روس کی یونین (R.S.F.S.) اور یوکرین۔ بائلوروس۔ آذربائجان جارجیا۔ آرمینا۔ ترکمانیہ ازبک۔ تاجک۔ قازق خرغیز۔ کیریلیا لٹویا۔ لتھوانیا۔ اور استھونیا کی اشتراکی یونین جمہوریتیں شریک ہیں۔ ان میں سے ۷ یونین جمہوریتوں کی آبادی کی اکثریت مسلمانوں پر مشتمل ہے۔
یونین جمہوریتیں خود ۱۹ خودمختار سویٹ اشتراکی جمہوریتوں ۹ خودمختار علاقوں اور ۱۰ قومی حلقوں پر مشتمل ہیں۔ جن میں سے

آرایف ایس ایف۔ آر۔ میں ۱۵ خود مختار سویٹ اشتراکی جمہوریتیں۔ ۸ خود مختار علاقے اور ۱۰ قومی حلقے ہیں۔ آذربائیجان کی یونین جمہوریت میں ایک خود مختار جمہوریت اور ایک خود مختار علاقہ ہے جارجیا میں ۲ خود مختار جمہوریتیں اور ایک خود مختار علاقہ ہے۔ ازبک یونین جمہوریت میں ایک خود مختار جمہوریت ہے اور تاجک یونین جمہوریت میں ایک خود مختار علاقہ۔ اس طرح سے یونین جمہوریتیں خود مختلف آزاد قومی علاقوں اور حلقوں کا ایک وفاق ہیں جس کی وجہ سے چھوٹی سے چھوٹی قوم کو بھی ہر طرح کی معاشی اور معاشرتی آزادی حاصل رہتی ہے اور ہر ایک کو مساوی حقوق حاصل رہے ہیں۔

یونین جمہوریتوں کا اپنا الگ دستور ہوتا ہے اور داخلی نظم ونسق کے تمام اختیارات ہوتے ہیں۔ مرکزی حکومت کے تحت چند مشترکہ مسائل ہوتے ہیں مثلاً۔ خارجی تجارت۔ خارجی حکمت عملی۔ دفاع۔ دستور سازی۔ معاشی نظام کی خاکہ سازی۔ رسل ورسائل ایسے بنک اور صنعتی ادارے جن کا تعلق پورے ملک سے ہو۔ اشتراکی قوانین کی پابندی۔ اور تمام جمہوریتوں میں معیار زندگی کام کے اوقات۔ معاشرتی۔ بیمہ اور صحت عامہ کا یکساں معیار برقرار رکھنا وغیرہ مرکزی حکومت کا سب سے بااقتدار ادارہ اعلیٰ سویٹ ([illegible]) ہوتا ہے جسے سویٹ پارلیمنٹ کا نام بھی دیا جاتا ہے۔ اعلیٰ سویٹ دو ایوانات پر مشتمل ہوتی ہے۔ جس میں ایک سویٹ

آف دی یونین ہوتی ہے اور دوسری قومیتوں کی سویٹ - دونوں
کا انتخاب راست ہوتا ہے ۔ اور ملک کے تمام بالغ مرد اور عورتیں
اس کے لیے ووٹ دے سکتی ہیں - یونین آف دی سویٹ کے لیے
پورے ملک کو تین لاکھ آبادی کے حلقوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے -
اور ہر حلقہ سے ایک نمائندہ منتخب کیا جاتا ہے اور اس طرح
اس میں کل ۹ ۶ ۵ نمائندے ہوتے ہیں - قومیتوں کی سویٹ میں
ہر یونین جمہوریت سے ۲۵ اراکین - ہر خود مختار جمہوریت سے ۱۱
اراکین ہر خود مختار علاقہ سے ۵ اراکین اور ہر قومی حلقہ سے ایک کن
منتخب ہو کر آتا ہے - قومیتوں کی سویٹ کے کل اراکین کی تعداد ۶۵۷
ہوتی ہے - ان دونوں ایوانات کے اختیارات بالکل مساوی ہوتے
ہیں - قومیتوں کے سویٹ میں روسی وفاقی جمہوریت (R.E.S.F.R
جس کی آبادی ۱۰ کروڑ ہے اس کے بھی ۲۵ اراکین ہوتے ہیں اور
جمہوریہ ارمینیا جس کی آبادی ۳۰ لاکھ ہے اس کے بھی ۲۵ اراکین اور
اس کے مقابلہ میں یونین آف دی سویٹ میں روسی وفاقی جمہوریت
کی آبادی کے تناسب سے ارمینیا سے ۳۳ گنا اراکین زیادہ ہوتے
ہیں ۔ اور اس طرح بڑی جمہوریتوں کو پہلے ایوان میں اور دوسری
تمام چھوٹی قومیتوں کو دوسرے ایوان میں اکثریت حاصل رہتی ہے
جس کی وجہ سے کوئی ایسی چیز طے نہیں ہو سکتی جو کسی ایک کے بھی
مفاد کے خلاف ہو ۔ دنیا کی دستور سازی کی تاریخ میں یہ پہلی مثال

ہے کہ دونوں ایوانوں کے اراکین راست عام انتخاب کے ذریعہ آتے ہیں اور دوسرا ایوان اس لئے قائم کیا گیا ہے کہ تمام قوموں کے حقوق کی حفاظت ہو سکے۔ مرکزی حکومت کے تمام مسائل کے متعلق قوانین یہی پارلیمنٹ بناتی ہے۔

اعلیٰ سویٹ کا اجلاس چونکہ مسلسل نہیں ہو سکتا اور نہ ہی اس کے اجلاس جلد جلد طلب کئے جا سکتے ہیں اس لئے یہ ایک پریسیڈیم کا انتخاب کرتی ہے جو بطور ایک مجلس اعلیٰ کے کام کرتی ہے۔ اس میں ہر یونین جمہوریت کا ایک رکن ہوتا ہے اور جس زمانہ میں سویٹ اعلیٰ کے اجلاس نہیں ہوتے تو پریسیڈیم ضروری قوانین بناتی اور منظور کرتی ہے۔ وزراء کا تقرر کرتی ہے ان کو برطرف بھی کر سکتی ہے سال میں کم از کم دو مرتبہ اعلیٰ سویٹ کے اجلاس ضرور طلب کرتی ہے اگر دونوں ایوانوں میں بنیادی اختلاف رائے ہو جائے تو دونوں کی تحلیل کر کے نئے انتخاب کر سکتی ہے۔ بین الاقوامی معاہدات کی توثیق کر سکتی ہے وفاع کے لئے ضروری تدابیر اختیار کر سکتی ہے اور وہ ۔۔ تمام امور جو اعلیٰ سویٹ کے اقتدار میں ہوں ان کے متعلق تصفیہ کر سکتی ہے۔ لیکن اسے اپنے تمام فیصلوں کی توثیق سویٹ اعلیٰ سے کروانی ہوتی ہے۔

پریسیڈیم کے علاوہ سویٹ مجلس وزراء ([illegible] Commissars) کا بھی انتخاب کرتی ہے یہ یکسار

یا وزرا مختلف محکموں کے صدر بنائے جاتے ہیں۔ اگر کوئی دستور کی کسی طرح کی خلاف ورزی کرے تو پریسیڈیم اس کے تصفیہ کو کالعدم کر دیتی ہے۔ یہ مجلس یکسار مختلف جمہوریتوں کے یکساروں کے کاموں میں تعاون عمل پیدا کرتی ہے۔ اور مناسب ہدایتیں دیتی ہے۔ اور ملک کی معاشی زندگی۔ امن وامان اور فوجی مسائل سے متعلق ضروری عملی تدابیر اختیار کرتی ہے۔ یہ یکساریں عام طور پر دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق پورے ملک اور مرکزی حکومت سے ہوتا ہے مثلاً دفاع۔ امور خارجہ۔ بیرونی تجارت۔ وغیرہ۔ دوسری وہ جن کا تعلق پورے ملک سے بھی ہوتا ہے اور ہر یونین جمہوریت سے بھی مثلاً فینانس۔ خاکہ سازی وغیرہ۔ ان کے لئے مرکزی حکومت کے علاوہ ہر جمہوریت میں بھی وزارتیں ہوتی ہیں مرکزی حکومت کے یکسار جمہوریتوں کے وزراء کے کام میں صرف تعاون پیدا کرتے ہیں

مرکزی حکومت میں جس طرح ایک اعلیٰ سویٹ ہوتی ہے اسی طرح ہر یونین جمہوریت میں بھی ایک اعلیٰ سویٹ ہوتی ہے لیکن فرق صرف اسقدر ہوتا ہے کہ یونین جمہوریت کی اعلیٰ سویٹ میں صرف ایک ہی ایوان ہوتا ہے۔ اس میں بھی ایک پریسیڈیم اور مجلس یکسار ہوتی ہے خود مختار جمہوریتوں میں بھی ایک اعلیٰ سویٹ اسی طرح ہوتی ہے ان اعلیٰ سویٹوں کے علاوہ ہر شہر اور ہر دیہات میں ایک مقامی

سویٹ ہوتی ہے اور اس کے بھی تمام ارکین عام انتخاب کے ذریعہ آتے
ہیں۔ ان مقامی سوئیٹوں کے اراکین کی تعداد اس شہر کی آبادی اور
یونین جمہوریت کے دستور پر منحصر ہے ماسکو میں ہر تین ہزار آدمیوں
میں ایک رکن منتخب ہوتا ہے۔ اور اس طرح ماسکو سویٹ میں تقریباً
۲ ہزار اراکین ہوتے ہیں۔ بڑے شہروں کی سوئٹس میں جہاں اراکین
کی تعداد کافی زیادہ ہوتی ہے۔ ایک پریسیڈیم بھی ہوتی ہے جو دس
پندرہ اراکین پر مشتمل ہوتی ہے جس کے اراکین شہر کی اہم انتظامی
خدمات پر مامور کئے جاتے ہیں۔ ان کا اجلاس عام طور سے ہفتہ
میں ایک مرتبہ ہوتا ہے۔ روزمرہ کے کام پر نگرانی کے لئے ایک مجلس
عاملہ بھی منتخب کی جاتی ہے۔ دیہی سوئیٹوں میں پریسیڈیم نہیں
ہوتی بلکہ ایک صدر اور ایک مجلس انتظامی ہوتی ہے۔ اور یہ اپنی
سویٹ کے سامنے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ یہ سویٹ تمام کام مختلف ذیلی
کمیٹیوں کے سپرد کر دیتی ہیں مثلاً تمام دیہی اور شہری سوئٹس میں
تعمیر۔ تعلیم۔ صحت عامہ۔ صفائی۔ حمل ونقل۔ مقامی تجارت۔
صنعت و حرفت۔ امداد باہمی۔ روشنی۔ پارک۔ پولس۔ زراعت
دفاع اور فنانس وغیرہ کی ذیلی کمیٹیاں ہوتی ہیں۔ ان کے علاوہ
ایک کمیٹی خاکہ بندی کی بھی ہوتی ہے۔ جو اس حلقہ کے لئے اسی
طرح ہوتی ہے جس طرح مرکزی خاکہ بندی کا ادارہ پورے ملک کے
لئے۔ ان ابتدائی سوئٹس کے تحت تقریباً وہ تمام مسائل ہوتے ہیں۔

جو اعلیٰ سویٹ کے تحت ہوتے ہیں سوائے خارجی تجارت اور خارجی
پالیسی وغیرہ جیسی چیزوں کے۔ یعنی مرکزی حکومت کے تحت جتنے محکمہ
قائم ہوتے ہیں۔ تقریباً اتنے ہی محکمہ ہر مقامی سویٹ میں ہوتے
ہیں۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ اُن کے حلقہ اثر میں پورا ملک ہوتا ہے
اور ان کے حلقہ میں صرف ایک شہر یا دیہات۔ یہ ابتدائی سوئیٹس
اپنی عمارتیں خود تعمیر کرواتی ہیں۔ مزدوروں کو خود ہی منتخب کرتی ہیں
اپنے بنکوں کی آپ تنظیم کرتی ہیں۔ نئے بلدی کام شروع کرتی ہیں اپنے
طور پر طعام خانے۔ چائے خانے اور ہوٹل وغیرہ قائم کرتی ہیں۔ مقامی
ضرورتوں مثلاً ایندھن وغیرہ کا انتظام کرتی ہیں اور مقامی تجارت
کی تنظیم کرتی ہیں۔ البتہ اس کا خیال رکھنا ہوتا ہے کہ منظورہ خاکے
اور اپنی جمہوریت کے دستور اور پالیسی کے خلاف کوئی چیز نہ ہونے پائے
ابتدائی شہری اور دیہی سوئیٹوں کے اندرونی انتظام پر یونین جمہوریت
کی سویٹ اعلیٰ کی نگرانی ہوتی ہے اور وہ مختلف ابتدائی سوئٹس کے
کاموں میں تعاون بھی پیدا کرتی ہے اور اس پر نگرانی رکھتی ہے کہ تمام
امور خاکہ کے مطابق انجام پا رہے ہیں یا نہیں۔

مقامی سوئیٹوں کے نمائندوں کی ذمہ داریاں بہت اہم ہوتی
ہیں۔ ہر حلقہ کے رائے دینے والے اپنے نمائندے کے پاس اپنی بلدی
ضروریات کے متعلق مشورے اور ہدایتیں بھیجتے ہیں۔ اور ان ضروریات
کی تکمیل میں خاص دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔

اور یہ نمائندے حتی الامکان رائے دہندوں کے مشوروں کو اپنا رہبر بناتے ہیں۔ ان نمائندوں کو وقتاً فوقتاً اپنے حلقہ کے لوگوں کو تمام کاموں کے مختلف پہلوؤں سے آگاہ کرنا ہوتا ہے۔

یونین جمہوریتوں کا نظام حکومت

یونین جمہوریت کی اعلیٰ سوویٹ

پریسیڈیم

مجلس وزراء

مرکزی مجلس وزراء

یو ایس ایس آر کا وکیل سرکار

یونین جمہوریت کا وکیل سرکار

یو ایس ایس آر کی عدالت عالیہ

یونین جمہوریت کی عدالت العالیہ

یو ایس ایس آر کی مجلس وزراء

یو ایس ایس آر کا خاکہ بندی کا کمیشن

امور داخلہ
انصاف
صحت عامہ
مالیات
تجارت

مرکزی مجلس وزراء کے نمائندے
فنون لطیفہ

تعلیمات
مقامی صنعتیں
بلدی معاشی مسائل
معاشی امور کے مصارف

مچھلیوں کی صنعت
گوشت اور ڈیری کی صنعت
غذائی صنعت ــ سوتی کپڑے کی صنعت
ہلکی صنعتیں ــ لکڑی کی صنعت
زراعت ــ اور سرکاری مزرعے

یونین جمہوریت کا خاکہ بندی کا اسٹیٹ کمیشن

سوویٹ اشتراکی جمہوریتوں کی یونین کا نظام حکومت

یو ایس ایس - آر کی اعلیٰ سوویٹ

تومیتوں کی سوویٹ

سوویٹ آف دی یونین

قانون سازی کے مسودات کا کمیشن
امور خارجہ کا کمیشن
موازنہ کا کمیشن

قانون سازی کے مسودات کا کمیشن
امور خارجہ کا کمیشن
موازنہ کا کمیشن

وکیل سرکار

عدالت العالیہ

مجلس وزراء

اسٹیٹ بنک
فنون لطیفہ
اعلیٰ التعلیم

تعمیری سامان کی صنعتیں - ہتھیار
بھاری کلیں بنانے کی صنعتیں
اوسط درجہ کی مشینوں کی صنعتیں
عام مشینیں بنانے کی صنعتیں
بحریہ - زرعی اشاک
تجارت - امور خارجہ
انصاف - صحت عامہ

برقی اسٹیشن اور برقی صنعتیں
لوہے اور فولاد کی صنعتیں -
دوسری دھاتوں کی تلزکاری کی صنعتیں
کیمیائی صنعتیں - ہوائی جہاز کی صنعتیں
جہاز سازی کی صنعتیں - سامان جنگ کی صنعتیں
لکڑی کی صنعتیں - زراعت
سرکاری غلہ اور مویشیوں کے فارم
مالیات

دفاع - امور خارجہ
خارجی تجارت - ریلوے
پوسٹ - ٹیلیگراف - ٹیلیفون
دریائی ذرائع حمل و نقل
ایندھن کی صنعت - مچھلیوں کی صنعت
گوشت اور ڈیری صنعت - غذا کی صنعت
کپڑے کی صنعت - ہلکی صنعتیں -

خاکہ بندی کے کمیشن پر نگرانی
کرنیوالے کمیشن -

دسواں باب

سویٹ حکومت

(۲۱)

مزدور سبھائیں:۔ صنعتی مزدوروں کی انجمنیں جنھیں تمام دنیا میں ٹریڈ یونینز یا مزدور سبھاؤں کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ موجودہ انقلاب کے پہلے خاص اہمیت رکھتی ہیں۔ روس کی صنعتی ترقی کے ساتھ مزدور طبقہ پیدا ہوا اور اس کی تنظیم بھی بڑھتی گئی۔ باوجودیکہ ملک کے قانون کی رو سے اس قسم کی انجمنیں قائم کرنے کی اجازت نہیں تھی لیکن مزدور لیڈروں اور خاص طور سے کمیونسٹوں کی سرکردگی میں اواخر ۱۹ ویں صدی اور اوائل بیسویں صدی میں اس تحریک نے ملک میں خاص اہمیت حاصل

کرلی تھی۔ اور ۱۹۰۵ء میں نہ صرف ان انجمنوں کے اراکین کی تعداد ڈھائی لاکھ کے قریب تھی بلکہ پورے روس کی مزدور سبھاؤں کی کانفرنسیں بھی منعقد ہوتی تھیں۔ مزدور سبھاؤں نے ۱۹۱۷ء کے انقلاب میں بھی غیر معمولی حصہ لیا تھا۔ انقلاب کی ناکامی کے بعد بے شمار مزدور لیڈروں کو قید کر لیا گیا تھا۔ قتل کر دیا گیا تھا یا انھیں ملک سے باہر نکال دیا گیا تھا اور اس تحریک کو کچلنے کی انتہائی کوشش کی گئی تھی لیکن جس طرح مزدور طبقہ کا فنا کرنا ناممکن تھا اسی طرح اس طبقہ کی تنظیموں کو ختم کرنا بھی دشوار تھا۔ البتہ انکو بالکل خفیہ طریقہ پر کام کرنا ہوتا تھا۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب کے زمانہ میں پھر ان کو آزادانہ کام کرنے کا موقع ملا لینن۔ اسٹالن اور بڑے بڑے لیڈر جو ملک بدر تھے روس واپس آگئے اور مزدور سبھاؤں کی تنظیم بہت بڑے پیمانے پر ہونے لگی ۔ چنانچہ انقلاب کے بعد کے چند ماہ میں رکنیت دس لاکھ تک پہنچ گئی انقلاب کی کامیابی اور اس کے برقرار رکھنے میں مزدوروں اور ان کی سبھاؤں کا غیر معمولی حصہ ہے اور یہ لازمی تھا کہ انقلاب کی کامیابی کے بعد ان کی انجمنوں کو ملک کے دستور میں خاص جگہ دی جاتی۔

سویٹ روس کے دستور کی رو سے ہر شخص کو کسی بھی مزدور سبھا کا رکن بننے کا حق حاصل ہے اور مزدور سبھا کا شمار ان تنظیموں میں کیا جاتا ہے جو مختلف سویٹوں کے لئے امیدواروں کو نامزد کرتی ہیں

مزدور سبھائیں عام طور پر ان تمام کارخانوں اور دفتروں وغیرہ میں ہوتی ہیں۔ جہاں کام کرنے والوں کی کافی تعداد ہوتی ہے۔ ہر سبھا کے اس خاص ادارے کے تمام کام کرنے والے خواہ وہ منیجر ہوں یا ٹکنیشین یا ڈاکٹر اور نرسیں وغیرہ سب رکن ہو سکتے ہیں۔ یہ سبھائیں ہر سال اس کارخانہ یا ادارے میں کام کرنے والوں کی اجرت کا تعین کرتی ہیں۔ وقتاً فوقتاً تمام اراکین کو جمع کر کے ادارے کے تمام انتظامی مسائل پر بحث کرواتی ہیں۔ اور اس کا جائزہ لیتی ہیں۔ کہ کس شعبہ میں کیا کام ہو رہا ہے اور کیا ہونا چاہیے۔ کام میں کونسی خامی ہے اور اسے کس طرح درست کرنا چاہیے۔ پیداوار میں کس طرح اضافہ کیا جا سکتا ہے۔ اور سست رفتار اور نا اہل لوگوں کی کس طرح اصلاح کی جا سکتی ہے

مزدور سبھائیں معاشرتی بیمہ کے پورے نظام کو چلاتی ہیں۔ حکومت ہر ادارے کی معاشرتی بیمہ کی رقم وہاں کی مزدور سبھا کو دیدیتی ہے اور یہ سبھائیں خود اپنے اراکین میں رقومات تقسیم کرتی ہیں اور ان کی تمام معاشرتی ضروریات کی دیکھ بھال کرتی ہے۔ ہر ادارے میں اب کی سبھا کی جانب سے ایک اخبار شائع کیا جاتا ہے۔ جس میں اس ادارے میں کام کرنے والے اپنے معاشی۔ سیاسی اور معاشرتی مسائل پر مضامین لکھتے ہیں اور انکے ذریعہ پورے نظام کی اصلاح کرواتے ہیں۔ بڑے کارخانوں میں یہ اخبار چھاپ کر تقسیم کئے جاتے ہیں اور چھوٹے اداروں میں دیواری اخبار نکالے جاتے ہیں۔

۱۹۳۵ء کے بعد مزدور سبھاؤں کی اہمیت اور بھی زیادہ بڑھ گئی ہے کارخانوں کی نگرانی اور کام کی جانچ کا کام بھی حکومت نے ان کے سپرد کر دیا ہے یہ انجمنیں اپنے اراکین کی ۔۔ اعلیٰ ٹکنیکل تعلیم کا بھی بندوبست کرتی ہیں اور انکی ترقی کی بھی صورتیں پیدا کرتی ہیں۔ اپنے اراکین کے لئے چھٹیوں اور فرصت کے دنوں میں بے شمار معاشرتی سرگرمیوں تفریحی سفر اور کلبوں کا انتظام کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ حسب ضرورت سیاسی مجلسیں منعقد کرتی ہیں جن میں مختلف سوئیٹوں کے لئے اراکین نامزد کئے جاتے ہیں اور اکثر یہی نامزد کردہ اراکین بڑی اکثریت سے منتخب ہوتے ہیں۔ اس کے علاوہ کامریڈس کی عدالتیں بھی یہی سبھائیں قائم کرتی ہیں جن میں اس ادارے کے چھوٹے چھوٹے جھگڑوں کا تصفیہ کیا جاتا ہے۔

سرمایہ دار ممالک اور سوویٹ روس کی مزدور سبھاؤں کا اگر ہم آپس میں مقابلہ کریں تو بہت اہم اور بہت دلچسپ فرق ہمیں محسوس ہوتا ہے۔ سرمایہ دار ممالک میں مزدور سبھائیں اس لئے قائم کیجاتی ہیں تاکہ سرمایہ داروں اور نفع اندوزوں کے مقابلہ میں مزدوروں کے حقوق کی حفاظت کریں جس کی وجہ سے سرمایہ دار اور مزدور کی کشمکش برابر جاری رہتی ہے اور ہمیشہ بڑی بڑی اور چھوٹی ہڑتالیں ہوا کرتی ہیں۔ اس کے برعکس روسی سبھائیں ایسے لوگوں کی نمائندہ ہوتی ہیں جو خود ہی تمام ذرائع پیداوار کے مالک ہیں

اور جن کی ہمیشہ یہ کوشش رہتی ہے کہ پیداوار میں زیادہ سے زیادہ اضافہ کیا جائے۔ اس لئے کہ پیداوار کے اضافے سے کسی دوسرے کا فائدہ نہیں ہوتا بلکہ خود ان کی اپنی معاشی اور معاشرتی زندگی ترقی پاتی ہے۔

ہر پیشے اور صنعت کی انفرادی سبھاؤں کے علاوہ ان کی حلقہ واری اور ہر جمہوریت کی اپنی ایک سبھا ہوتی ہے۔ اور پھر پورے ملک کی بھی ایک یونین ہوتی ہے۔ ان کے اراکین کو ذیلی سبھائیں منتخب کرتی ہیں اور ان کا کام ذیلی سبھاؤں کی دقتوں کو دور کرنا اور باہمی تعاون پیدا کرنا ہوتا ہے۔

سوویٹ یونین میں مزدور سبھاؤں کے اراکین کی تعداد ۱۹۴۰ء میں ۲ کروڑ ۲۰ لاکھ تھی جو کہ ساری دنیا کی سبھاؤں کی مجموعی تعداد سے بھی زیادہ ہے۔ ان سبھاؤں کے علاوہ جو صنعتی اور دفتری اداروں سے متعلق ہیں ملک میں امداد باہمی کی انجمنوں کا بھی ایک جال پھیلا ہوا ہے جو پورے صنعتی اور زرعی علاقے کا احاطہ کرتا ہے اور اس کے اراکین کی تعداد ۵ کروڑ ہے۔ جس طرح مزدور سبھائیں صنعتی اور شہری آبادی کے حقوق کی حفاظت کرتی ہیں اسی کے مماثل مشترکہ کھیتوں کا نظام دیہی آبادی کے تمام مسائل کو حل کرتا ہے۔ یہ مشترکہ کھیت بھی ان سبھاؤں کی طرح اجرت کا تعین کرتے ہیں۔ اور ہر قسم کی تعلیمی تفریحی اور معاشرتی ضروریات کی تکمیل کرتے ہیں اور معاشرتی

بیمے کا انتظام کرتے ہیں۔

کمیونسٹ پارٹی:۔ سویٹ روس میں کمیونسٹ پارٹی ہی وہ جماعت ہے جس نے ۱۹۱۷ئہ کے انقلاب کو کامیاب بنانے میں مزدور اور کسان طبقہ کی رہبری کی اور اس کے بعد مسلسل یہ کوشش کرتی رہی کہ ملک سے طبقہ واری کشمکش کا خاتمہ کردیا جائے پیداوار دولت پر سب کی ملکیت قائم کردی جائے اور محنت کش طبقہ کو غلامی سے ہمیشہ کے لئے آزاد کرادیا جائے۔ اور چونکہ ملک کی آبادی کا سب سے بڑا حصہ محنت کشوں کا تھا اور وہی سب سے زیادہ اس کا خواہشمند تھا کہ طبقہ واری کشمکش کا خاتمہ ہو جائے اس لئے یہ جماعت ملک کی بہت بڑی اکثریت کی اپنی اور محبوب جماعت رہی ہے۔ اور اب بھی اس کی مقبولیت اسی طرح برقرار ہے سویٹ نظام میں کمیونسٹ پارٹی کے اصل مقام کو سمجھنے کے لئے چند چیزوں کا پیش نظر رکھنا ضروری ہے پہلی چیز یہ ہے کہ پارٹی کی نوعیت کیا ہے۔ دوسرے پارٹی نے کن مراحل سے گزر کر موجودہ حیثیت حاصل کی ہے۔ تیسرے عوام اور پارٹی کا تعلق کیا ہے کمیونسٹ پارٹی کی جن بنیادوں پر تنظیم کی جاتی ہے وہ جمہوری مرکزیت کہلاتی ہے۔ پارٹی کی تمام تنظیموں خواہ وہ ضلع واری ہوں۔ تعلقہ واری ہوں۔ ابتدائی ہوں یا مرکزی سب میں عاملہ جماعتیں خفیہ رائے دہی کے ذریعہ

منتخب کی جاتی ہیں۔ پارٹی میں جب کوئی مسئلہ تصفیہ کے لئے پیش ہوتا ہے۔ تو اس میں مباحثہ آزادانہ ہوتا ہے۔ اس کی ہر امکانی کوشش کی جاتی ہے کہ ہر رکن اس میں حصہ لے۔ مباحثہ کے بعد کوئی تصفیہ ہو جاتا ہے تو کوئی رکن اس سے انحراف نہیں کرتا۔ اسے خلوص کے ساتھ اس پر سختی سے کاربند ہونا پڑتا ہے کمیونسٹ پارٹی میں اقتدار اعلیٰ پارٹی کانگریس کو حاصل ہوتا ہے۔ اس میں ہر حلقہ کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ہر کانگریس ہر سال ایک سنٹرل کمیٹی کا انتخاب کرتی ہے۔ جو کانگریس کی جانب سے تمام امور انجام دیتی ہے۔ اور کانگریس کے فیصلوں پر عمل کرواتی ہے۔ پارٹی کا ہر رکن عملی رکن ہوتا ہے۔ اسے نہ صرف پارٹی کا چندہ دینا ہوتا ہے بلکہ مفوضہ ہر کام کرنا ہوتا ہے۔ پارٹی میں صرف ایسے لوگوں کو لیا جاتا ہے جو اپنے حلقہ کے محنت کشوں میں اعتماد رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ جو اعتماد کھو دیتے ہیں وہ پارٹی سے خارج کر دیئے جاتے ہیں۔

روس کی صنعتی ترقی کے بعد اواخر ۱۹ ادیں صدی میں جبکہ ملک میں طبقہ داری کشمکش بڑھی اور مزدور طبقہ کی تنظیم شروع ہوئی تو اس میں ابتدا ہی سے مارکس اور انگلس کے پیروؤں نے جن میں لینن اور بعد میں اسٹالن کو نمایاں جگہ حاصل رہی مزدور طبقہ کی تنظیم اور ان کی سرگرمیوں میں غیر معمولی حصہ لیا۔ لینن اور اسٹالن

کی پارٹی کا جو ابتدأً بالشویک پارٹی کہلاتی تھی یہ نظریہ تھا کہ اشتراکیت موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کے ارتقاء کا نتیجہ ہے۔ سرمایہ دارانہ نظام لازماً اسی طرح ختم ہو جائیگا۔ جس طرح کہ جاگیردارانہ نظام کا خاتمہ ہو گیا۔ سرمایہ دارانہ نظام مزدور کی شکل میں خود اپنی قبریں کھودنے والے پیدا کر رہا ہے۔ صرف محنت کش طبقہ کی طبقہ واری جنگ میں کامیابی درمیانی طبقہ کا خاتمہ کر سکیگی۔ اور انسانیت کو لوٹ اور سرمایہ داری سے نجات دلوا سکیگی۔ جس طرح مارکس اور انگلس نے بتلایا ہے محنت کش طبقہ کو اپنی قوت کا احساس ہونا چاہیئے۔ اپنی طبقہ واری جنگ کا احساس ہونا چاہیئے اور اسے سرمایہ داروں کے خلاف جنگ کے لئے متحد ہو جانا چاہیئے۔ سرمایہ دارانہ نظام کو بغیر محنت کشوں کے انقلاب کے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ اس کے لئے ضروری ہے کہ محنت کش طبقہ اس نظام کا تختہ الٹ کر اپنی حکمرداری جسے مزدور طبقہ کی ڈکٹیٹرشپ کہتے ہیں قائم کرے۔ اور چونکہ سرمایہ دارانہ نظام میں صنعتی مزدور سب سے زیادہ انقلابی اور سب سے زیادہ ترقی پسند ہوتا ہے اس لئے صرف یہی طبقہ ان تمام عناصر کو جو سرمایہ دارانہ نظام سے غیر مطمئن ہوں اپنے ساتھ منظم کر سکتا ہے اور سرمایہ دار طبقہ کے الٹنے میں ان کی رہبری کر سکتا ہے! لیکن پرانی دنیا کو ختم کر کے نئی غیر طبقہ وار دنیا پیدا کرنے کے لئے مزدور طبقہ کو اپنی ایک پارٹی بنانی چاہیے جسے مارکس اور انگلس نے کمیونسٹ پارٹی کا نام دیا ہے۔" اور یہ پارٹی ہمیشہ اپنے اس

نظریہ پر قائم رہی چنانچہ باوجودیکہ لینن۔ اسٹالین اور ان کے دوسرے بہت سارے ساتھیوں کو برسوں سائبیریا اور یورپ میں جلاوطنی کے دن کاٹنے پڑے اور زار نے ان کے کچلنے کی ہر ممکنہ تدبیر اختیار کی لیکن ان کی اور ان کی پارٹی کی مزدور طبقہ سے وابستگی ہمیشہ باقی رہی۔ اور انقلابی سرگرمیاں برابر جاری ہیں۔ جس کی وجہ سے مزدور طبقہ کو اپنے غیر معمولی اعتماد رہا۔ ۱۹۰۵ء میں جب لینن کی سرکردگی میں انقلابی کوششیں عروج پر آئیں اور بعض جگہ انقلاب وقتی طور پر کامیاب بھی ہوگیا۔ اور سوئیٹ قائم کی گئیں تو ان میں بالشویک پارٹی کو بہت زیادہ مقبولیت حاصل ہوئی۔ ۱۹۱۷ء کے انقلاب کی کامیابی کے بعد اس پارٹی کی مقبولیت میں انتہائی سرعت سے اضافہ ہونے لگا۔ چنانچہ ۱۹۱۸ء میں جب پہلی سوئیٹ کانگریس کا اجلاس ہوا تو اس میں ۰۰ا کمیونسٹ اور ۶۰۰ دوسرے غیر پارٹی کے لوگ منتخب ہوکر آئے تھے۔ اسی کے چھ ماہ بعد جب دوسری کانگریس کا اجلاس ہوا تو اس میں ۳۹۰ اراکین کمیونسٹ تھے اور ۲۵۹ دوسرے مختلف جماعتوں کے۔ اسی دوسری کانگریس نے کمیونسٹ پارٹی کی سرکردگی میں روسی سوئیٹ اشتراکی جمہوریت کا اعلان کیا۔

۱۹۱۷ء کے انقلاب کی کامیابی کے بعد پورے ملک سے سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کے نشانات مٹانے کے لئے مزدور طبقہ نے جو جدوجہد کی ہے اس میں کمیونسٹ پارٹی کے اراکین سب سے

زیادہ پیش پیش رہے اور اس کے بعد تعمیری سرگرمیوں کے ہر شعبہ میں خواہ وہ کارخانہ ہو یا مشترکہ مزرعہ ہر جگہ کمیونسٹ پارٹی کے اراکین نے بہت غیر معمولی حصہ لیا۔ گزشتہ سالوں میں ملک کی ساری معاشی اور ثقافتی زندگی میں وہ روح رواں رہے ہیں۔ اور آج ملک کی مدافعت میں وہ سب سے پیش پیش ہیں۔ انھوں نے اپنی قوت کو کبھی بھی اپنی بھلائی بہتری کے لئے استعمال نہیں کیا بلکہ ساری قوت غیر طبقہ واری سوسائٹی کے قیام اور تمام بنی نوع انسان کی بھلائی پر صرف کیا یہی وجہ ہے کہ اس پارٹی کی مقبولیت ہمیشہ بڑھتی رہی ہے۔

کمیونسٹ پارٹی کے علاوہ نوجوانوں کی بھی کمیونسٹ جماعتیں ہوتی ہیں جو کامسومال یا Comsomol کہلاتی ہیں۔ اس کے اراکین ۱۴ سے ۲۳ سال کی عمر کے نوجوان ہوتے ہیں۔ یہ پارٹی بالکل ان ہی اصولوں پر ہوتی ہے۔ جن اصولوں پر کمیونسٹ پارٹی ہوتی ہے۔ اس میں ملک کے بہترین نوجوان شریک ہوتے ہیں۔ یہ پارٹی نوجوانوں کی تنظیم کرتی ہے۔ انھیں صحیح قسم کا شہری بناتی ہے۔ یہ پارٹی ملک کی تعمیری اور دفاعی سرگرمیوں میں غیر معمولی رضاکارانہ خدمات انجام دیتی ہے گزشتہ چند سالوں میں اس کی رکنیت نہایت سرعت سے بڑھتی رہی ہے ۱۹۴۰ء میں اس کے اراکین کی تعداد ۵۰ اور ۶۰ لاکھ کے درمیان تھی۔

۱۴ سال سے کم عمر بچوں کے لئے بھی اسی طرح کی ایک تنظیم ہوتی ہے

جو پائینرز (Pioneers) کی تنظیم کہلاتی ہے اس میں بھی بچوں کی کافی بڑی تعداد شریک ہے۔ یہ انجمنیں بچوں میں تنظیم پیدا کرتی ہیں سگرٹ نوشی شراب نوشی اور جھوٹ بولنے سے بچوں کو بچاتی ہیں۔ اور انکی تمام معاشرتی سرگرمیوں میں رہبری کرتی ہیں۔ یہ ادارے بچوں میں صحیح قسم کا شعور پیدا کرتے ہیں تاکہ وہ آئندہ ایک کامیاب شہری بنیں اور ملک کے لئے زیادہ سے زیادہ مفید ثابت ہوں۔ ان اداروں کی زیر نگرانی بے شمار پارک۔ تھیٹر۔ ناچ گھر۔ اور سینما وغیرہ ہوتے ہیں۔ جو ملک کے بڑے بڑے ماہرین کی زیر ہدایت بچوں کی اعلیٰ تربیت کا سامان مہیا کرتے ہیں۔

سویٹ دستور کی خصوصیات:۔ ۱۹۳۶ء کا دستور اس چیز کی صاف طور سے نشاندھی کرتا ہے کہ سویٹ یونین میں اشتراکی نظام معیشت اور معاشرت قائم ہو چکا ہے۔ تمام کارخانوں۔ کھیتوں کانوں غرض کہ ہر چیز پر سب کی مشترکہ ملکیت قائم ہو چکی ہے۔ بے روزگاری کا نام و نشان باقی نہیں رہا ہے۔ کام کرنا عزت اور شرافت کی نشانی ہے۔ دوسرے ممالک کی طرح طبقہ داری کشمکش باقی نہیں رہی ہے، دو طبقے مزدوروں اور کسانوں کے ضرور ہیں لیکن ان کے مفادات ایک دوسرے سے مختلف نہیں ہیں۔ ایک دوسرے کو لوٹتے کھسوٹتے نہیں ہیں بلکہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں ہر قوم کو مساوی حیثیت اور مساوی حقوق حاصل ہیں۔ اور ہر ایک کو ترقی کرنے کے یکساں اور

مساوی مواقع حاصل ہیں اور ترقی یافتہ قوموں کا یہ فرض ہے کہ پسماندہ قوموں کی ترقی میں مدد کریں۔

ابتداً جب ۱۹۳۶ء کا دستور مرتب ہوا اور اس کا مسودہ شائع کیا گیا تو ساری دنیا میں اس کے متعلق غیر معمولی دلچسپی پیدا ہوئی اور موافق اور مخالف ہر قسم کی باتیں اس کے متعلق کہی جانے لگیں۔ ان بہت ساری باتوں میں چند خاص طور سے لائق توجہ ہیں امریکہ کے پریس نے دستور کے شائع ہونے کے ساتھ ہی یہ بات کہنی شروع کی کہ روسی حکومت اب اشتراکیت کے اصول کو ترک کر کے اسی پرانے زار شاہی ڈھرے پر آ رہی ہے۔ اور بالشویک پارٹی کی حکومت ختم کر دی جا رہی ہے اس کا جواب اسٹالن نے خوب دیا ہے۔ انھوں نے تبلایا ہے کہ کہ "اگر محنت کش طبقہ کی ڈکٹیٹر شپ کی بنیادوں کو وسیع کر کے اس میں اتنی لچک پیدا کر دی جائے کہ وہ سوسائٹی کی رہبری کا اور زیادہ طاقتور ذریعہ بن جائے اور اس کو یہ معترضین اس سے تعبیر کریں۔ کہ مزدور طبقہ کی ڈکٹیٹر شپ کمزور ہو گئی تو یہ سوال کچھ بیجا نہ ہو گا کہ یہ اصحاب محنت کش طبقہ کی ڈکٹیٹر شپ کے واقعی معنی سمجھتے بھی ہیں یا نہیں؟ اور یہ سویٹ روس کو اشتراکی نظام قایم کرنے میں جو کامیابی ہوئی صنعتوں اور زراعت کو اشتراکی نظام معیشت کے تحت لانے میں جو کامیابی ہوئی اور ان اداروں میں جو جمہوری اصول عام طور پر آگیا ہے سب کو قانونی شکل دینے کے معنے دائیں جانب جھک جانے کے ہیں تو یہ سوال

کرنا بیجا نہ ہوگا کہ یہ معترضین دائیں اور بائیں کے معنی بھی سمجھتے ہیں؟"

بعض پڑھے لکھے لوگ جو کسی قدر مارکس اور اینگلس وغیرہ کی کتابیں پڑھ لیتے ہیں وہ ایک اور دلچسپ بات یہ کہتے ہیں کہ مارکسی نظریہ کی رو سے طبقہ داری کشمکش کا خاتمہ ہو جانے کے بعد اب ریاست کی ضرورت باقی نہیں رہنی چاہئے اور روس میں اسٹیٹ کا خاتمہ ہو جانا چاہیئے۔ اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ معترضین ایک چیز بھول جاتے ہیں کہ سویٹ روس غیر اشتراکی حکومتوں سے گھرا ہوا ہے اور اسے ان سب کے مقابلہ کیلئے اپنے کو تیار رکھنا چاہئے آج وہ سب سے بڑی مخالف اشتراکیت قوت سے برسرپیکار ہے۔ اسٹیٹ کی ضرورت اسوقت باقی نہیں رہے گی جب کہ اشتراکی نظام ساری دنیا میں آ جائے گا۔

سویٹ روس سے متعلق سب سے اہم اور سب سے دلچسپ سوال جو عام طور سے لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں کا نظام حکومت دراصل جمہوری ہے یا آمریت یا ڈکٹیٹر شپ قائم ہے۔ آمریت کے معنی جو عام طور پر لئے جاتے ہیں وہ ایک آدمی کی حکومت کے ہیں۔ لیکن اگر ہم سویٹ دستور پر نظر ڈالیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ تمام چھوٹی بڑی عدالتوں میں ایک جج نہیں ہوتا بلکہ تین جج ہوتے ہیں جن میں سے دو عوام کے منتخب کردہ ہوتے ہیں اور ہر تصفیہ اکثریت سے ہوتا ہے۔ میونسپلیٹوں میں تمام امور اس کی مجلس انتظامی انجام دیتی ہے

جو عوام کی منتخب کردہ ہوتی ہے۔ ملک کی سب سے مقتدر جماعت اعلیٰ سوویٹ ہے اس کے پورے اراکین راست عوام منتخب کرتے ہیں یہی حال جمہوری سوئیٹوں اور مقامی سوئیٹوں کا ہے۔ ہر حلقہ کے لوگ جب چاہیں اپنے نمائندے کو کسی بھی سوویٹ سے واپس بلوا سکتے ہیں۔

اس کے بعد دوسرے اداروں مثلاً کارخانوں، مزدور سبھاؤں۔ اور امداد باہمی کی انجمنوں کو لیجئے۔ سب کی تنظیم جمہوری اصولوں پر ہے ان کے تمام عہدہ دار حتیٰ کہ ڈائرکٹر تک اسی ادارے کے لوگ خود منتخب کرتے ہیں۔ ان سب اداروں میں کام کرنے والے ایک مجلس انتظامی منتخب کرتے ہیں اور وہی پورا کام چلاتی ہے۔ چنانچہ ہم کسی بھی عدالتی۔ قانونی یا انتظامی ادارے کو لیں ہر جگہ کوئی تصفیہ بھی کبھی ایک آدمی نہیں کرتا بلکہ کئی آدمی ملکر کرتے ہیں۔ اور یہ سب آدمی عوام کے منتخب کردہ ہوتے ہیں۔

اس سلسلہ میں ایک اہم چیز اور بھی زیر بحث آتی ہے وہ پورے نظام میں کمیونسٹ پارٹی کی حیثیت ہے۔ اس پارٹی کو دستور کے لحاظ سے کوئی جگہ حاصل نہیں ہے لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ملک کے تمام تصفیوں میں اس پارٹی کا خاص دخل ہوتا ہے۔ ہر کارخانے ہر مزرعے اور ہر ادارے میں کمیونسٹ پارٹی کے اراکین ہوتے ہیں اور وہی ہر تصفیہ میں سب کی رہبری کرتی ہے۔ لیکن پارٹی کے لوگ اپنی رائے بالجبر قانون کے ذریعہ دوسروں پر عائد کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ بلکہ بحث و مباحثہ

کے ذریعہ قائم کرتے ہیں۔ چونکہ کمیونسٹ پارٹی محنت کشوں کی اپنی جماعت ہے اس لئے وہ کوئی ایسی چیز نہیں کرتی جو اس طبقہ کے مفاد کے خلاف ہو اور اس لئے اس کی رائے تمام لوگوں کے لئے آسانی سے قابل قبول ہوتی ہے

روس کے متعلق ایک اعتراض اور بھی بہت عام ہے اور وہ یہ ہے کہ یہاں بھی فاشسٹ ممالک کی طرح صرف ایک پارٹی کی حکومت ہے جس طرح جرمنی میں صرف نازی جماعت قائم ہے اسی طرح روس میں سوا کمیونسٹ پارٹی کے اور کوئی جماعت قائم نہیں ہو سکتی اور یہ خود ڈکٹیٹرشپ کا ثبوت ہے۔ یہ نتیجہ نکالتے وقت چند چیزوں کو پیش نظر رکھنا چاہئے۔ دنیا کے دوسرے ممالک پر اگر ہم نظر ڈالیں تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ مختلف طبقات میں بٹے ہوتے ہیں ایک طرف زمیندار ہیں اور دوسری طرف کاشتکار۔ ایک طرف سرمایہ دار ہیں دوسری طرف مزدور۔ زمینداروں اور کاشتکاروں کے مفادات ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ سرمایہ دار اور مزدور کے مفاد میں کوئی یکسانیت نہیں ہے۔ پھر ان طبقات کے علاوہ دوسرے درمیانی طبقہ کے بھی لوگ ہیں جو مختلف پیشوں میں مصروف ہیں۔ انکے مفادات بھی دوسروں سے علیحدہ ہیں۔ ایسے ملک میں جہاں طبقہ داری کشمکش ہو۔ ملک مختلف معاشی طبقات میں بٹا ہوا ہو تو یہ لازمی ہے کہ ہر طبقہ کی اپنی ایک پارٹی ہو جو اس طبقہ کے مفاد کی حفاظت کر سکے۔

مثال کے طور پر جرمنی کو لے لیا جائے جہاں پر سرمایہ دار اور درمیانی طبقہ نے ملکر تمام دوسرے طبقوں کو کچل دیا اور ایک پارٹی بنانے کی کوشش

ی ہے لیکن وہاں مزدور طبقہ کی منظم کمیونسٹ پارٹی آج بھی وجود رکھتی ہے اور اس کی سرگرمیاں اندرونی طور پر آج بھی جاری ہیں۔ اور یہ پارٹی دوسری جماعتوں کے ساتھ ہٹلر کے خاتمہ کے منتظر۔ ان سب ممالک کے برعکس روس میں ہر قسم کی طبقہ داری کشمکش کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ صرف دو طبقے مزدوروں اور کسانوں کے رہ گئے ہیں اور دونوں کے مفادات الگ الگ نہیں بلکہ یکساں ہیں ایسی صورت میں جبکہ پورے ملک کا مفاد ایک ہی ہو تو ایک سے زیادہ پارٹیوں کا تصور ہی مہمل ہے۔

بعض وقت یہ بھی کہا جاتا ہے کہ قانوناً کمیونسٹ پارٹی کو اقتدار حاصل ہو یا نہ ہو لیکن چونکہ عملاً کمیونسٹ پارٹی کے فیصلے ملک کے تمام امور پر اثر انداز ہوتے ہیں اور چونکہ اسٹالن کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر ہیں اس لئے حقیقتاً وہی سارے ملک کے ڈکٹیٹر ہیں۔ اس کے جواب میں پہلی چیز تو سب سے زیادہ نمایاں یہ ہے کہ اسٹالن کو ہٹلر اور دوسرے فاشسٹ آمروں کی طرح قانوناً کسی قسم کا اقتدار نہ جنگ سے پہلے حاصل تھا نہ اب ہے۔ جنگ کے بعد سے البتہ اسٹالن کو وزیر اعظم بنا کر انصرام جنگ کے لئے ایک جنگی کابینہ ضرور بنادی گئی ہے تاکہ تمام امور کی تکمیل میں سرعت پیدا کی جا سکے لیکن یہ پوری کابینہ مع وزیر اعظم کے ہر معاملہ میں اعلیٰ سوویٹ کے سامنے جوابدہ ہے۔ روسی وزیر اعظم کو اتنے بھی اختیارات حاصل نہیں ہیں جتنے کہ امریکہ کے صدر کو ہیں۔ اسٹالن اس میں شک نہیں کہ کمیونسٹ پارٹی کے معتمد کی حیثیت سے روس

کے سب سے بااثر شخص رہے ہیں لیکن ملک کا کوئی کام صرف ان کی مرضی سے انجام نہیں پاتا ہے۔ خود اسٹالن نے مشہور سوانح نگار ایمل لڈوگ (E. Ludwig) کو اس کا بہت مفصل جواب دیا ہے۔ مسٹر ایمل لڈوگ نے اسٹالن سے یہ سوال کیا تھا کہ "بیرونی دنیا میں ایک طرف تو یہ سمجھا جاتا ہے کہ سویٹ روس میں تمام تصفیہ چند افراد نہیں کر لیتے بلکہ کئی آدمی ملکر کرتے ہیں اور دوسری طرف یہ سمجھا جاتا ہے کہ تمام تصفیہ چند افراد انفرادی طور پر کر لیا کرتے ہیں۔ دراصل تصفیے کون کرتا ہے؟" اس کے جواب میں اسٹالن نے کہا "ایک آدمی اکیلا کوئی تصفیہ نہیں کر سکتا۔ ایک شخص کا تصفیہ ہمیشہ یا اکثر یک طرفہ ہوتا ہے لیکن جب تصفیہ مشترکہ طور پر کئی آدمی کرتے ہیں تو تمام پہلو سامنے آتے ہیں۔ ہمارا تین انقلابوں کا تجربہ یہ ہے کہ ایک آدمی جو تصفیہ کرتا ہے اس پر اگر کئی آدمی ملکر غور نہ کریں اور ان کو جانچ نہ لیں تو ۱۰۰ میں سے ۹۰ تصفیہ یکطرفہ ہوتے ہیں۔ ہماری کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی میں جو ملک کے سارے نظام کی رہبری کرتی ہے ۷۰ آدمی ہوتے ہیں۔ جن میں ملک کے سب سے قابل صنعتی لیڈر۔ تحریک امداد باہمی کے سب سے قابل لیڈر تقسیم پیداوار کے سب سے اچھے منتظم فوج کے سب سے قابل آدمی۔ ہمارے سب سے اچھے پروپگنڈہ کرنے والے۔ سرکاری اور مشترکہ کھیتوں کے اعلیٰ ترین ماہر اور سویٹ یونین کی مختلف قوموں اور قومی مسائل کے سب سے بڑے ماہر شامل ہوتے ہیں۔ گویا کہ اس میں

ہمارے ملک کے دماغ کا نچوڑ ہوتا ہے۔ ہر شخص کو اپنے تجربات پیش کرنیکا موقع حاصل رہتا ہے۔ اور تمام تصفیہ انتہائی بحث ومباحثہ کے بعد ہوتے ہیں۔ اگر ہمارے یہاں تصفیہ چند افراد کے ہاتھ میں ہوتے تو ہم قدم قدم پر اپنے ہر کام میں سخت غلطیوں کے مرتکب ہوتے لیکن چونکہ اس پوری جماعت میں ہر شخص دوسروں کی غلطیوں کو درست کرسکتا ہے۔ اور ہم غلطیوں کی اصلاح کی جانب خاص توجہ کرتے ہیں اس لئے ہم اکثر صحیح نتیجوں پر پہونچتے ہیں"

گیارھواں باب

خارجی حکمت عملی

سویٹ روس کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق یوں تو تمام دنیا میں بہت سخت غلطی فہمیاں پھیلی رہی ہیں لیکن اس کی خارجی حکمت عملی کے متعلق سب سے زیادہ مخالفانہ پروپگنیڈہ ہوا ہے اور اس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ سویٹ روس کی خارجی پالیسی کا مطالعہ کرتے وقت اس چیز کو پیش نظر نہیں رکھا جاتا کہ خارجی پالیسی کا سارا انحصار داخلی پالیسی اور داخلی معاشی زندگی پر ہوتا ہے۔ زار شاہی کی ہوس کاریوں اور دوسرے چھوٹے ممالک خاص طور سے۔ بلقان۔ ایران

ترکی وغیرہ پر چیرہ دستیاں لوگوں کے دلوں میں سوویٹ روس کی طرف سے خدشہ پیدا کیا کرتی ہیں کہ کہیں اپنے ملک کو اور وسعت دینے کے لئے ایران ترکی اور بلقان پر قبضہ نہ کرلے۔ بہت کم لوگ ایسے ہیں جو زار شاہی اور سوویٹ حکومت کی خارجی حکمت عملی کے بنیادی فرق کو سمجھ سکتے یا محسوس کر سکتے ہیں۔ زار کی حکومت ایک سرمایہ دارانہ نظام کی حکومت تھی جس میں پیداوار اور دولت کے تمام ذرائع چند بڑے بڑے تاجروں۔ صناعوں اور جاگیرداروں کے قبضہ میں تھے اور صنعتی اور زرعی پیداوار کا مقصد ملک کے لوگوں کی ضروریات کی تکمیل نہیں تھا بلکہ شخصی نفع اندوزی تھا۔ یہ نفع اندوزی اسی وقت تک برقرار رہ سکتی تھی جبکہ بڑھتی ہوئی صنعتوں اور صنعتی ترقی کے ساتھ نئے نئے بازار مال کی نکاسی کے لئے مہیا ہوتے جاتے۔ ابتداً روسی سرمایہ داروں کے لئے یوکرین۔ قفقاز اور مشرقی ایشیائی روس کے علاقے اچھے بازار تھے لیکن صنعتی ترقی اور سرمایہ داری کے عروج کے زمانہ میں ایک وقت ایسا بھی آجاتا ہے جبکہ اپنے ملک کے بازار مال کی نکاسی کے لئے ناکافی ہو جاتے ہیں۔ اور ضرورت اسکی ہوتی ہے کہ باہر نئے نئے بازار ڈھونڈے جائیں۔ یہ اسی وقت ممکن ہے جبکہ نئے ممالک پر قبضہ کیا جائے۔ چنانچہ مشرق بعید میں چین وغیرہ اور مشرق وسطیٰ میں ایران۔ افغانستان۔ عرب اور ترکی میں روسی ریشہ دوانیاں اور روس و بلقان اور روس و ترکی کی تمام جنگیں صرف ان ہی اسباب

کی وجہ سے تھیں۔ لیکن جس طرح روس کے لئے نئے نئے بازاروں
کی ضرورت تھی اسی طرح یورپ کے دوسرے سرمایہ دار ممالک بھی
اپنے لئے نوآبادیاں چاہتے تھے جس کی وجہ سے ان ممالک کے
مفادات باہم ٹکرانے لگے اور دنیا کو ۱۹۱۴ء کی جنگ کا سامنا
کرنا پڑا۔

اس جنگ میں روس کے مزدور طبقہ نے موقع سے فائدہ
اٹھا کر زار شاہی پر سخت وار کیا اور پورے سرمایہ دار اور زمیندار
طبقہ کا خاتمہ کر دیا گیا اور پورے ملک کا معاشی نظام بدل دیا۔
پیداوار کے تمام ذرائع پر سب کا مشترکہ قبضہ قائم کر دیا اور پیداوار
کو ذاتی نفع اندوزی کے بجائے ملک میں بسنے والوں کی ضروریات
کا پابند کر دیا۔ جس کی وجہ سے بیرونی علاقوں کی ضروریات
بالکل ختم ہوگئیں اور اس کے ساتھ ہی پوری خارجی پالیسی میں بنیادی
تبدیلی پیدا ہوگئی۔ پڑوس کی حکومتوں کے خلاف نہ صرف
ریشہ دوانیوں کا خاتمہ کر دیا گیا۔ بلکہ فنلینڈ۔ ترکی۔ ایران وغیرہ
کی آزادی بھی تسلیم کر لی گئی بعد میں ان ممالک کو اپنی قومی ترقی کے
حصول کی کوششوں کے زمانے میں خاص طور سے امداد دی گئی
ترکی اور ایران کی آزادی بڑی حد تک سوویٹ یونین کی مرہون
منت ہے۔

اس نو قائم شدہ حکومت نے ابتدائی زمانے ہی سے یہ پالیسی اختیار

کی کسی طرح مشرق اور مغرب دونوں حصوں میں بالکل امن وامان رہے تاکہ اسے اپنی معاشی اور معاشرتی ترقی کا پورا پورا موقع مل سکے چنانچہ ۱۹۲۱ء میں اس سلسلہ میں سب سے پہلا قدم اٹھایا گیا اور ایران افغانستان اور ترکی سے دوستانہ معاہدے طے کئے گئے جن کی رو سے ان ممالک کو مساویانہ حیثیت حاصل ہو گئی اور زار شاہی کو ان ممالک میں جو غیر معمولی مراعات تھیں ان سے خود سوویٹ حکومت نے دستبرداری حاصل کر لی۔ ۱۹۲۲ء میں جرمنی سے بھی ایک معاہدہ ہو گیا۔ جس کی وجہ سے ہٹلر کے برسر اقتدار آنے تک دونوں ممالک میں تعلقات بہت خوشگوار رہے۔ اس کے بعد ۱۹۲۴ء میں چین سے بھی ایک دوستانہ معاہدہ طے پا گیا اور مشرق بعید کی زار شاہی ریشہ دوانیوں کا بالکل خاتمہ ہو گیا۔ جاپان سے بھی اسی قسم کے معاہدہ کی کوشش کی گئی لیکن وہ اس جنگ کے شروع ہونے سے قبل تک سوویٹ یونین کی کوششوں کو رد کرتا رہا۔ سوویٹ یونین پہلا ملک تھا جس نے معاہدے کیلاگ کی توثیق کی اور اس معاہدے کو بروئے عمل لانے کے لئے بالٹک ریاستوں۔ پولینڈ، رومانیہ اور ترکی سے معاہدے کر لئے باوجودیکہ بالٹک ریاستیں زبردستی روس سے علیحدہ کر دی گئی تھیں اور یوکرین اور بائلو روس کا علاقہ پولینڈ میں اور بسرابیا کا علاقہ رومانیا میں شامل کر دیا گیا تھا۔ ان علاقوں کی واپسی کا مطالبہ سوویٹ یونین نے نہیں کیا تاکہ امن کسی طرح بھی متاثر نہ ہو۔

جہاں تک امن قائم کرنے کی کوششیں کی جا سکتی تھیں سویٹ یونین نے ہر جگہ پہل کی۔ لیکن دوسری طرف یورپ کے دوسرے ممالک کا اندرونی تضاد بڑھتا گیا تھا۔ سخت قسم کا معاشی بحران۔ اور بے روزگاری نے ان ممالک کی جڑیں ہلا دی تھیں۔ اور دنیا پھر نہایت سرعت سے ایک عالمگیر جنگ کی طرف بڑھ رہی تھیں۔ ہر طرف فوجی تیاریاں عروج پر پہونچ رہی تھیں۔ اس کو روکنے کے لئے اور زیادہ بڑے اقدامات کی ضرورت تھی تاکہ دنیا کی رہبری کی جا سکے اور جنگ کے خطرات کا مقابلہ کیا جا سکے۔

سنہ ۱۹۲۷ء میں سویٹ روس کی قوت اتنی بڑھ گئی تھی کہ وہ ایک اور اقدام آگے کی طرف کر سکتی تھی چنانچہ اس کی جانب سے تقلیل اسلحہ کی ایک تجویز ساری دنیا کے سامنے پیش کی گئی۔ ایسی ایک تجویز جنیوا کانفرنس میں بھی سنہ ۱۹۲۲ء میں پیش کی گئی تھی لیکن وہ مسترد کر دی گئی تھی۔ اس نئی تجویز میں یہ اسکیم پیش کی گئی کہ تمام دنیا کی حکومتیں لڑائی کے سامان میں کمی کریں اور چار سال میں ہر قوت غیر مسلح ہو جائے۔ لیکن تقلیل اسلحہ کی ان تجاویز کی تمام ممالک نے مخالفت کی۔ اس کے بعد روس کی جانب سے سنہ ۱۹۲۹ء میں پھر دوبارہ کوشش کی گئی اس مرتبہ یہ تجویز پیش ہوئی کہ لڑائی کے سامان میں آہستہ آہستہ کمی کی جائے اور تمام بھاری توپ خانے اور بمباری کے جہاز تباہ کر دیئے جائیں۔ ان کا بھی پہلی تجاویز کا سا حشر ہوا۔ سنہ ۱۹۳۲ء میں تقلیل اسلحہ

کی پھر ایک کانفرنس منعقد ہوئی اور اس میں امریکہ کی جانب سے یہ تجویز پیش ہوئی کہ ابتداً تمام ممالک کے جنگی سامان میں ایک تہائی کمی کر دی جائے اور اس کے بعد آہستہ آہستہ کمی کی جائے۔ اس تجویز کو سوائے سوویٹ روس کے اور کسی کی تائید نہ حاصل ہو سکی۔

۱۹۳۳ء سے بین الاقوامی سیاست نے ایک نیا پلٹا کھایا۔ جرمنی کی حالت معاشی پستی کی وجہ سے بہت خراب ہو گئی تھی۔ بے روزگاری نے نہایت بھیانک شکل اختیار کر لی تھی۔ مزدوروں اور سرمایہ داروں کے اندرونی تضاد نے نہایت نازک صورت اختیار کر لی تھی۔ اس کے لئے صرف ایک ہی راستہ تھا اور وہ یہ کہ مزدور طبقہ پورے سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ کر کے غیر طبقہ وار نظام معیشت قائم کر دیتا۔ سرمایہ دار طبقہ نے حالات کی نزاکت کو محسوس کر کے ہٹلر اور فاشستی نظام کو پورے ملک پر مسلط کر دیا اور مزدور طبقہ اپنی لیڈر شپ کی غداری اور کمزوری کی وجہ سے اسکو نہ روک سکا۔ ہٹلر نے برسر اقتدار آتے ہی ایک طرف تو مزدور تحریک اور اس کی تنظیموں پر سخت وار کرنے شروع کئے اور دوسری طرف بے روزگاری، کساد بازاری اور اندرونی تضاد پر قابو پانے کے لئے اپنا مقصد علی الاعلان جنگ جوئی اور تمام دنیا کی فتح قرار دیا۔ اور اس کے لئے نہایت تیزی سے تیاری شروع کر دی گئی۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ دوسری حکومتوں نے بھی اس کے ساتھ ہتھیاروں کی تیاری شروع کر دی اور تقلیل اسلحہ کا مسئلہ دفن ہو گیا۔ اس وقت

بھی سویٹ روس ہی نے دنیا کو جنگ و جدل سے بچانے کے لئے نہایت خلوص کے ساتھ کوشش کی اور ریم لیٹوناف وزیر خارجہ روس نے ۱۹۳۴ء کی تقلیل اسلحہ کی کانفرنس میں اس کے متعلق مفصل تجویزیں پیش کیں۔ اس نے بتایا کہ جنگ کا خطرہ نہایت تیزی سے بڑھتا جاتا ہے۔ اور تقلیل اسلحہ کی کانفرنس کو اب جنگ روکنے والی کانفرنس میں تبدیل ہو جانا چاہئے۔ ایسی صورت میں جبکہ حکومتیں علی الاعلان جنگ کی تیاریاں کر رہی ہیں۔ غیر جانبداری اور عدم اقدام کے معاہدات بالکل ناکافی ہیں۔ بلکہ ان کی جگہ تمام حکومتیں جو جنگ نہیں چاہتیں مثلاً انگلستان۔ فرانس۔ روس اور بلقان کی ریاستیں وغیرہ وہ آپس میں باہمی امداد کا معاہدہ کریں اور ایک ایسا محاذ قائم کریں کہ جنگ کو آگے بڑھانے والی قوتیں آگے بڑھنے سے رک جائیں۔

سویٹ روس نے اپنی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے پہلا اقدام یہ کیا کہ ۱۹۳۴ء میں انجمن بین الاقوام کی رکنیت قبول کر لی۔ اس کے بعد مئی ۱۹۳۵ء میں فرانس سے باہمی امداد کا معاہدہ کر لیا۔ اسی طرح کا ایک معاہدہ چیکو سلواکیہ سے بھی کر لیا۔ اسی زمانہ میں جرمنی اور جاپان لیگ سے علیحدہ ہو گئے اور جنگ کی تیاریوں میں اور اضافہ کر دیا۔ اس کی وجہ سے لیگ کے اندر جنگ کی مخالف قوتوں کا اثر بڑھ گیا لیگ میں شرکت کے وقت روس نے یہ چیز واضح کر دی کہ وہ انتداب اور نسلی عدم مساوات کے اصول کو پسند نہیں کرتا لیکن چونکہ حالات اسقدر

غیر معمولی ہیں اور امن برقرار رکھنے کا مسئلہ بے حد اہم ہو گیا ہے اس لئے ان مسائل کو فی الحال ملتوی کرنے پر دو مادہ ہوا اس کی وجہ سے چھوٹی قوموں میں روس کا وقار بہت بڑھ گیا۔ چیکوسلواکیہ اور فرانس کے ساتھ معاہدہ کے بعد اسی قسم کا پیش کش روس نے انگلستان اور پولینڈ کو بھی کیا مگر دونوں نے قبول نہیں کیا۔ اس قسم کے معاہدہ کے لئے جرمنی سے بھی راستہ کھلا رکھا گیا۔ انگلستان نے اسی دوران میں فرانس سے معاہدہ کر لیا اور مشرقی یورپ سے اپنی عدم دلچسپی کا اظہار کیا۔

روس نے ان تمام دقتوں کے باوجود جنگ کو روکنے اور امن برقرار رکھنے کی اپنی جدوجہد اسی طرح برقرار رکھی لیکن اسی ۱۹۳۵ء میں کچھ ایسے واقعات پیش آ گئے جس کی وجہ سے دنیا کے امن کو اور بھی خطرہ بڑھ گیا۔ جون ۱۹۳۵ء میں جرمنی کو انگلستان کا ایک تہائی بحری بیڑہ رکھنے کی اجازت مل گئی۔ اس معاہدہ نے فرانس کی خارجی حکمت عملی کو بے حد متاثر کیا اور اس کا رجحان اٹلی کی طرف بڑھ گیا۔ اسی باہمی کشمکش کا نتیجہ یہ نکلا کہ اٹلی نے ابیسینیا پر حملہ کر دیا اور دوسری طرف جاپان منچوریا پر حملہ آور ہو چکا تھا اور اس طرح یورپ اور ایشیا میں جنگ کا آغاز ہو گیا اسی زمانہ میں جرمنی نے عہد نامہ ورسائی کی خلاف ورزیوں کا آغاز کیا اور عام فوجی بھرتی شروع کر دی۔ اٹلی کے جارحانہ اقدام کے خلاف لیگ نے (Sanctions) نافذ کئے لیکن چونکہ تیل کو اس کے اثر سے محفوظ رکھا گیا تھا اور اسی کی اٹلی

کو ضرورت تھی اس لئے یہ پالیسی ناکام رہی دوسری طرف ہور۔ لاوال سمجھوتے نے اٹلی کے لئے اور بھی راستہ صاف کر دیا۔ ۳۷-۱۹۳۶ء کے زمانہ میں یورپی سیاست میں اور بھی پیچیدگیاں پیدا ہوگئیں۔ اور جنگ سرعت سے یورپ کے مختلف حصوں میں پھیل گئی۔ مشترکہ تحفظ کی تمام کوششیں دریا برد ہوگئیں۔ اسپین میں فرانکو نے اٹلی اور جرمنی کی امداد سے جمہوری حکومت کو الٹ کر فاشستی حکومت قائم کر دی اور اس کے بعد ہی آسٹریا پر جرمنی نے قبضہ کر لیا۔ اس موقعہ پر روس نے فرانس پولینڈ اور دوسری قوموں کو پھر دعوت دی کہ فاشستوں کی اس جنگ جویانہ کوششوں کو روکنے کے لئے سمجھوتہ سخت ضروری ہے۔ لیکن یہ کوشش بھی پہلی کوششوں کی طرح ناکام گئی۔

آسٹریا پر قبضہ کے بعد جرمنی نے اپنی جنگ جویانہ حرص و آز کا دوسرا نشانہ چیکوسلواکیہ کو بنایا جس نے ہٹلر کے مطالبات کی مزاحمت کی اور فرانس اور روس سے عہد نامے کی تکمیل کا مطالبہ کیا۔ فرانس نے نہ صرف چیکوسلواکیہ سے ہٹلر کے مطالبات تسلیم کر لینے کی خواہش کی بلکہ عہد نامہ کی خلاف ورزی کی دھمکی بھی دی اور جرمنی کے خلاف فوجی امداد سے انکار کر دیا۔ لیکن جب روس سے اس کے نقطہ نظر کی وضاحت چاہی گئی تو اس نے صاف صاف یہ کہا کہ وہ اپنے عہد نامہ پر قائم ہے۔ ڈاکٹر ریپکا وزیر چیکوسلواکیہ نے اپنی کتاب میں روس کے اس نقطہ نظر کے متعلق لکھا ہے وہ جب ہم نے روس سے اپنے نقطہ نظر کی وضاحت چاہی

تو روس نے جواب دیا کہ اس کے اور چیکو سلواکیہ کے معاہدہ کی رو سے اسکو اس وقت مدد دینی چاہیئے جبکہ فرانس بھی اس کی مدد کو آئے۔ لیکن باوجودیکہ فرانس مدد دینے کے لئے تیار نہیں ہے ہم ہر قسم کی فوجی امداد دینے کے لئے آمادہ ہیں۔ لیکن فرانس کی مدد نہ ملنے کی صورت میں چیکو سلواکیہ کی وزارت صرف روس سے مدد لینا نہیں چاہتی تھی۔ اس لئے کہ ایک طرف پولینڈ کی فاشست حکومت اسپر آمادہ نہیں تھی کہ اس کے علاقوں سے روسی فوجیں گزریں۔ دوسرے خود چیکو سلواکیہ کی حکومت میں بعض عناصر جو بڑے سرمایہ داروں پر مشتمل تھے صرف روس کی امداد لینا نہیں چاہتے تھے اور اس کی وجہ سے خود چیکو سلواکیہ کی حکومت میں انتشار پیدا ہونے کا خدشہ تھا۔ تیسرے یہ بھی خدشہ تھا کہ روس کے ہماری امداد پر آنے کو بہانہ بنا کر کہیں فرانس اور دوسری مغربی قومیں ہٹلر سے نہ مل جائیں اور روس کے خلاف اتنا بڑا محاذ بن جائے"۔

اسی ۱۹۳۸ء کے آخر میں میونک کے معاہدہ کی رو سے جو انگلستان جرمنی۔ فرانس اور اٹلی میں طے پایا تھا جرمنی کے مطالبات تسلیم کر لئے گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ چند ہی ماہ بعد پورے چیکو سلواکیہ پر جرمنی نے قبضہ کر لیا۔ اور اس کے بعد ہی پولینڈ پر جرمنی کے مطالبات شروع ہو گئے۔ چیکو سلواکیہ کے خاتمے اور عہد نامہ میونک کے بعد روس نے مشترکہ تحفظ کی تمام امیدیں کھو دیں اور اس نے اپنی یہ پالیسی بنائی کہ بہر قیمت

امن حاصل کیا جائے تاکہ ملک کو ہر حملہ آور کے خلاف تیار کیا جا سکے
۱۹۳۹ء میں جب پولینڈ پر جرمنی کے مطالبات شروع ہوئے تو آخر
کار انگلستان اور فرانس کو ہٹلر کو خاموش کرنے کی پالیسی ترک کر دینی پڑی
اور پولینڈ سے دونوں نے وعدہ کیا کہ جرمنی کے اس پر حملہ کی صورت
میں وہ اس کی مدد کریں گے۔ اسی زمانہ میں فرانس اور انگلستان نے
روس سے سلسلہ جنبانی شروع کی۔ لیکن روس نے اس گفتگو میں یہ
محسوس کیا کہ یہ کوششیں زیادہ خلوص پر مبنی نہیں ہیں۔ باوجودیکہ
پولینڈ پر جرمنی کے مطالبات بڑھتے جا رہے تھے اور اس سے اور
فرانس و انگلستان سے معاہدات ہو چکے تھے لیکن پولینڈ اس پر
آمادہ نہیں تھا کہ روسی فوجیں اس کے علاقے میں داخل ہوں۔
ایسی صورت میں روس کو اس کا اندیشہ ہوا کہ کہیں مغربی قوتیں جرمنی
اور روس سے جنگ چھڑ جانے کے بعد جرمنی کے ساتھ نہ ہو جائیں
اور اسے تنہا نہ چھوڑ دیں۔ چنانچہ اس کے متعلق وزیر خارجہ روس
نے اپنی اعلیٰ سویٹ کی ۳۱ مئی ۳۹ء والی تقریر میں صاف طور سے
اشارہ بھی کیا ہے۔ چنانچہ ان حالات سے مجبور ہو کر روس نے
جرمنی سے عدم اقدام کا معاہدہ کر لیا تاکہ جتنی مدت تک بھی ہو سکے
امن حاصل رہے اور آنے والے خطرہ کی زیادہ سے زیادہ تیاری کی
جا سکے۔ جرمنی نے روس سے معاہدہ کے بعد ہی یکم ستمبر ۱۹۳۹ء کو پولینڈ
پر حملہ کر دیا اور انگلستان اور فرانس نے جرمنی کے خلاف ۳ ستمبر کو اعلان

جنگ کردیا۔ اور ۱۹۱۴ء کی طرح ایک دوسری جنگ کا آغاز ہوگیا
پولینڈ کی قوت نازی حملہ کی تاب زیادہ دن نہ لاسکی اور
پندرہ روز کے اندر ہی اس کی قوت کا خاتمہ ہوگیا۔ جب پولینڈ کی
فوجیں تتر بتر ہوگئیں۔ حکومت فرار ہوگئی تو سویٹ حکومت نے فوراً ایک
نیا اقدام کیا اور پولینڈ میں اپنی فوجیں بھیجدیں اور ان علاقوں کو
اپنے قبضہ میں لے لیا جن کی اکثریت یوکرینی یا سفید روسی قوموں پر
مشتمل تھی۔ روس نے جن علاقوں کو اپنے قبضہ میں لیا یہ وہ علاقے تھے جو
۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد روس کی کمزوری سے فائدہ اٹھاکر زبردستی
نو قائم شدہ پولینڈ کی حکومت میں شامل کر دیئے گئے تھے۔ ان یوکرینی
اور سفید روسی قوموں پر پول قوم ایک عرصہ سے مظالم ڈھارہی تھی
اور محض دنیا کے امن کو متاثر نہ ہونے دینے کے لئے روس نے ان علاقوں
کو ابتک واپس حاصل نہیں کیا تھا۔ روس نے جرمنی کے حملہ اور پول
حکومت کی فراری کے بعد یہ محسوس کیا کہ وہ اگر اسوقت ان علاقوں
کو اپنے قبضہ میں نہیں لیتا تو سارے یوکرینی اور سفید روسی باشندے
اور ہزاروں یہودی نازیوں کے قبضہ میں چلے جائیں گے اور سخت
مظالم کا شکار ہوں گے۔ چنانچہ سویٹ حکومت نے ان قوموں کو
اپنے بھائیوں سے ملادیا اور انھیں دوسری قوتوں کے مساوی حقوق
دے کر ان کی اپنی سویٹیں قائم کردیں۔ مرکزی سویٹ میں انکے
نمائندے بھیجدیئے اور ان کی معاشی اور معاشرتی ترقی کے بے شمار

مواقع فراہم کر دیئے۔ یہی مقصد رومانیا کے حصہ بسرابیا پر قبضہ کا تھا۔ یہ علاقہ ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد زبردستی رومانیا کے قبضہ میں دے دیا گیا تھا۔ اس میں اکثریت رومالوی قوم کی نہیں بلکہ روسی قوم کی ہے۔

سویٹ روس نے گو جرمنی سے عدم اقدام کا معاہدہ کر لیا تھا لیکن اسے معلوم تھا کہ وہ فاشستوں کی ساری دنیا کو غلام بنانے کی کوششوں میں حائل ہے اور جلد یا بدیر جرمنی اس پر ضرور حملہ کریگا چنانچہ اس نے نہ صرف اندرونی فوجی تیاریوں میں تیز رفتاری پیدا کر دی بلکہ سرحدی علاقوں میں بھی حفاظتی تدابیر اختیار کرنی شروع کر دیں۔ اسی دوران میں فنلینڈ کا واقعہ پیش آگیا۔ فنلینڈ کی حکومت اور وہاں کی فوجوں کا کمانڈر انچیف مینرہیم سویٹ روس کا ابتدائی زمانے سے دشمن رہے ہیں۔ اور یہاں کی فاشست حکومت ہمیشہ سے مخالف سویٹ قوتوں سے سازباز کرتی رہی ہے۔ چنانچہ ۱۹۲۲ء سے فنلینڈ کی قلعہ بندی کی جارہی تھی تاکہ روس کے خلاف اقدام میں کام آسکے۔ یہ قلعہ بندیاں مینرہیم لائین کے نام سے مشہور ہیں اور یہ کسی طرح بھی فرانس کی ماژنو لائین اور جرمنی کی سگفریڈ لائین سے کمزور نہیں تھیں اس لئے کہ انکی تیاری میں فرانس اور وسطی اور مغربی یورپ کے فوجی ماہروں اور انجینیروں کا نہ صرف مشورہ ہی شریک تھا بلکہ ہتھیار اور فوجی سامان اور روپیہ بھی ان علاقوں

نے کافی مقدار میں مہیا کیا تھا۔ ۱۹۳۲ء میں ہٹلر کے برسر اقتدار آنے کے بعد فنلینڈ کی فاشستی حکومت اور جرمنی میں ربط قائم ہوگیا اور پوری قلعہ بندیوں میں جرمنی کے نئے دلچسپی بھی بڑھ گئی۔ جرمن انجنیروں اور سامان کی مدد سے اس لائین کو ایسا بنا دیا گیا کہ دنیا کے بڑے بڑے فوجی جنرل اسکو ناقابل تسخیر سمجھتے تھے۔ یہ قلعہ بندیاں روس کے دوسرے سب سے بڑے شہر اور صنعتی مرکز اور بندر گاہ لینن گراڈ سے ۲۰ میل پر واقع تھیں۔ ایسی صورت میں روس یہ کبھی برداشت نہیں کرسکتا تھا کہ اتنی اہم قلعہ بندیاں اس کے سر پہ رہیں۔ اس لئے اکتوبر ۱۹۳۹ء میں اس نے فنلینڈ کو باہمی امداد کے ایک عہدنامہ کی تکمیل کی دعوت دی جس میں یہ خواہش کی گئی کہ کریلیا میں فنلینڈ اپنی سرحد کو ۳۰، ۴۰ کیلومیٹر اندر کی طرف ہٹالے اور جزیرہ نما ہنگو عارضی طور سے سویٹ روس کے حوالہ کردے تاکہ اس میں وہ بحری اور ہوائی مرکز قائم کرسکے اور اس کے عوض میں سویٹ روس نے فنلینڈ کو اس سے دگنا علاقہ سویٹ کیریلیا کا پیش کیا۔ اس سے صاف ظاہر تھا کہ سویٹ روس کا مقصد صرف لینن گراڈ اور شمال مغربی سرحد کو خطرے سے بچانا تھا۔ اس سے نہ صرف فنلینڈ کا کوئی نقصان نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ اسے دگنا علاقہ مل رہا تھا۔ فنلینڈ بجائے اس دوستانہ تجویز کو قبول کرنے کے دو ماہ تک ٹال مٹول کرتا رہا اور اس کے بعد عام فوجی بھرتی شروع کرکے اپنی فوجیں ۳۰ ہزار سے ۴ لاکھ کردیں اور پورے فنلینڈ

کے پریس نے سویٹ روس کے خلاف سخت زہر افشانی شروع کر دی اور ۲۶ر نومبر ۱۹۴۹ء کو بعض روسی علاقوں پر گولہ باری کر دی گئی سرخ سپاہیوں کو بھی مار ڈالا اور باوجود مولوٹوف کے انتباہ کے ۳۰ نومبر کو بعض علاقوں میں فنلینڈ کی فوجیں گھس آئیں اور مجبوراً روس کو اقدامی کارروائی کرنی پڑی اور سویٹ فوجوں نے دنیا کی سب سے بڑی قلعہ بندیوں میں سے ایک کو سر کرنے کی مہم شروع کر دی، ۱۳ر مارچ ۱۹۴۰ء تک یہ پوری لائین نہ صرف توڑ دی گئی بلکہ بہت سارا سامان حرب قبضہ میں آگیا۔ اتنی مختصر مدت میں اتنی بڑی قلعہ بندیوں کو توڑنا یہ سرخ فوج کا بہت بڑا کارنامہ تھا۔ ۱۳ر مارچ کے بعد جنگ ختم ہو گئی اور فنلینڈ کی حکومت نے سویٹ روس کی صلح کی شرائط مان لیں۔ اس وقت سویٹ روس چاہتا تو پورے فنلینڈ پر آسانی سے قبضہ کر لیتا لیکن یہ اس کی پالیسی کے خلاف تھا۔ اس نے صرف وہی علاقے اپنے قبضہ میں لئے جس کا جنگ کے قبل اس نے مطالبہ کیا تھا اور فنی حکومت سے کسی قسم کا تاوان وصول نہیں کیا۔ اس برتاؤ کا صلہ آگے چلکر فنلینڈ نے یہ دیا کہ جرمنی نے جب روس پر حملہ کیا تو وہ جرمنی کے ساتھ شریک ہو گیا۔

پولینڈ کی فتح کے بعد ہٹلر نے اپنے مستقبل کے حملوں کی تیاری شروع کر دی اور چند ہی ماہ بعد بلجیم۔ ہالینڈ اور فرانس پر دھاوا بولدیا چند ہی ہفتوں کے اندر ان ممالک کی مزاحمت کا خاتمہ کر دیا۔ ان ممالک کی اندرونی طبقہ واری کشاکش اور حکمران طبقہ کی اندرونی سازش

اور نا اہلی اور غداری نے فرانس جیسے ملک کو جس کی دفاعی قلعہ بندیاں دنیا میں سب سے زیادہ مضبوط سمجھی جاتی تھیں چند ہفتوں میں جرمنی کے حوالے کر دیا اور لاول پیتان جیسے فاشسٹ دوست پانچویں کالم نے ساری قوم کو نازیوں کی غلامی کے جوے میں کسوا دیا۔

ہٹلر نے آسانی کے ساتھ یورپ کے ان تمام ممالک پر قبضہ کر لینے کے بعد یہ محسوس کیا کہ ابھی اسے ساری دنیا کی قوموں کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنے کے لئے سب سے بڑی رکاوٹ کو عبور کرنا ہے۔ اور وہ رکاوٹ سویٹ روس کی قوت تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ اگر وہ اس رکاوٹ کو دور کرنے میں کامیاب ہو جائے تو پھر ساری دنیا اس کی زیر نگیں ہو جائیگی اور پھر کوئی قوت اس کے ارادوں میں حائل نہ ہو سکیگی۔ یہی وجہ ہے کہ انگلستان پر اس نے گو سخت بمباری کی لیکن اس پر حملے کے ارادے کو روس پر غلبہ پانے تک ملتوی رکھا۔ چنانچہ فرانس پر قبضہ کے بعد جرمنی کی پوری توجہ سویٹ روس پر حملے کی تیاریوں پر مبذول ہو گئی اور اس کے لئے راستہ صاف کرنے کے واسطے اس نے اپنے دوسرے فاشسٹ ساتھی مسولینی کے ساتھ یکے بعد دیگرے یوگوسلافیہ۔ بلغاریہ۔ یونان اور رومانیہ پر قبضہ کر لیا اور جب ان علاقوں کے صنعتی وسائل پوری طور پر اس کے تصرف میں آ گئے تو اس نے سویٹ یونین پر ۲۲ جون ۱۹۴۱ء کو حملہ بول دیا۔ سویٹ یونین پر حملہ نے ساری دنیا کی مخالف فاشسزم قوتوں میں اتحاد پیدا کر دیا۔ خود انگلستان

میں مزدور طبقہ کا کافی بڑا حصہ جواب تک اس جنگ کو سامراجی جنگ تصور کر رہا تھا اب دوسرے تمام طبقوں کے ساتھ عوامی جنگ، کا نعرہ لیکر شامل ہوگیا۔ اور ساری دنیا کی ترقی پسند قوتوں کا اتحاد فاشسٹ قوتوں کے خلاف بڑھنے لگا۔ چنانچہ جرمنی کے حملہ کے بعد ہی مسٹر چرچل نے اس کا اعلان کیا کہ روس اب انگلستان کا دوست ہے اور وہ سب فاشستوں کے خلاف متحد ہیں۔ اس کے بعد ہی روس اور برطانیہ میں اور پھر روس اور امریکہ میں باہمی اتحاد اور باہمی امداد کے عہد نامے طے پا گئے۔

سرخ فوج کی غیر معمولی بہادری اور خاص طور پر اسٹیلین گراڈ کی حیرت انگیز مدافعت اور روسی جانبازوں کی عدیم المثال کامیابیوں نے تمام متحدہ اقوام کو ایک دوسرے سے بیحد قریب کر دیا ہے۔ جرمنی کے تحت تمام ممالک میں ترقی پسند قوتیں ابھر رہی ہیں اور ساری دنیا کے عوام کی آزادی کی جنگ مخالف فسطائی جنگ میں ضم ہوگئی ہے جیسے جیسے روسی فتوحات اور دوسرے علاقوں میں اتحادی فتوحات بڑھتی جاتی ہیں ویسے ویسے تمام ترقی پسند قوتوں میں اتحاد بڑھتا جاتا ہے۔ اور اس کا ثبوت حالیہ ماسکو اور طہران کی کانفرنسوں سے بھی ملتا ہے ان کانفرنسوں نے ایک مرتبہ پھر روسی اور اتحادی خارجی حکمت عملی کو اور صاف طور پر دنیا کے سامنے پیش کر دیا ہے۔ اس سمجھوتے کی رو سے آئندہ دنیا میں امن قائم کرنے اور قائم رکھنے میں روس کا خاص

حصہ ہوگا اور تمام چھوٹی بڑی حکومتوں کو نازی اور فاشستی ظلم وتعدی سے نجات مل جائیگی۔ یورپ کی ہر قوم کو اس کا حق ہوگا کہ وہ جس قسم کی حکومت چاہے قائم کرے اور سارے یورپ بلکہ ساری دنیا میں عوام کی آزادی اور انکی قوت میں اضافہ ساری دنیا کے امن اور آزادی کا ضامن ہے۔

ان دونوں کانفرنسوں نے دنیا کی مخالف سویٹ اور نازی دوست تمام قوتوں کو ہتا کر دیا۔ اور انگلستان۔ امریکہ۔ روس اور چین کے اتحاد کو مضبوط کر کے اس جنگ کے جلد از جلد اختتام کے امکانات پیدا کر دے۔ گزشتہ چند سالوں سے جو روس کے خلاف یہ زہریلا پروپگنڈہ کیا جارہا تھا کہ وہ اپنے لئے مزید علاقے چاہتا ہے اس کا بھی خاتمہ ایران کی آزادی کے اعلان۔ روس اور ترکی کے تعلقات میں استواری۔ چیکوسلواکیہ اور روس کے معاہدہ سے قطعی طور پر ہو گیا اور دنیا کی تمام ترقی پسند قوتوں کی وابستگی روز بروز روس سے بڑھتی جاتی ہے،

بارھواں باب

قومیت کا مسئلہ

گزشتہ سالوں میں جہاں روس کے متعلق کئی مختلف مسائل مثلاً اس کی خارجی پالیسی۔ پنج سالہ نظام العمل وغیرہ زیر بحث رہے ہیں اسی طرح قومیت کا مسئلہ تمام دنیا اور خاص طور سے ہندوستانی عوام کے لئے دلچسپی کا باعث رہا ہے۔ ۱۹۳۵ء کے قانون کے نفاذ کے بعد سے جب سے کہ ہندوستان میں ہندو مسلم سوال نے پاکستان کی تحریک کی شکل اختیار کی ہے اور مختلف قوموں مثلاً۔ اندھرا۔ مہاراشٹرا کرناٹک وغیرہ میں قومی اساس پر صوبوں کی دوبارہ تقسیم کے مسائل پیدا ہوئے ہیں۔ تب سے روسی قوموں کے مسائل سے ہندوستان میں دلچسپی بہت زیادہ بڑھتی جاتی ہے۔ ساتھ ہی گزشتہ چند سالوں میں

ساری روسی قوموں نے جس طریقے کہ ساتھ ہٹلری درندوں کا مقابلہ کیا ہے اس نے ساری دنیا کے سامنے اس مسئلہ کی اہمیت کو بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔

گزشتہ ڈھائی سال سے روس کی ۱۸۰ قومیں ایک جان اور ایک جسد ہو کر لڑ رہی ہیں۔ پورے مقبوضہ سفید روس۔ یوکرینا اور شمالی قفقاز میں ایک روسی بھی ڈھونڈنے سے ایسا نہ مل سکا جو اپنے موجودہ نظام معیشت اور معاشرت سے غیر مطمین ہو اور اس کے دل میں اپنی سرزمین۔ اپنی قوم اور ملک پر جان دینے کی آرزو نہ ہو۔ ہٹلر اور اس کے ساتھیوں کے دل میں اس بات کا وہم و گمان بھی نہ تھا اور اس کی سمجھ میں بھی یہ بات نہ آ سکتی تھی کہ کسی ملک کے انسان ایسے بھی ہو سکتے ہیں۔ اُسے یہ نہیں معلوم تھا کہ سویٹ روس نے ایک بالکل نیا آدمی جنم دیا ہے۔ جیسا آدمی کے دنیا کے کسی حصہ میں نہیں ملتا۔

اس دیس کے ان بیس کروڑ انسانوں کی قلب ماہیت کو سمجھنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ گزشتہ چند سالوں کی روسی تاریخ پر نظر ڈالی جائے۔ دوسرے تمام ممالک کی طرح روس بھی انسانی ترقی کے مختلف منازل سے گزرا ہے۔ ایک زمانہ میں وہ بھی جاگیردارانہ نظام میں تھا۔ اس کے بعد سرمایہ دارانہ نظام میں آیا اور اس کی جگہ اشتراکی نظام نے لے لی۔ جاگیردارانہ نظام کے زمانہ میں بھی زار روس کے زیر نگیں پول لوکرینی۔ سفید روسی۔ قازق۔ تاتار۔ ازبک وغیرہ قومیں آباد تھیں۔

ان سب علاقوں کے عوام انتہائی جاہل اور پس ماندہ تھے۔ انکا پیشہ کاشتکاری اور دستکاری تھا۔ اور یہ مقامی جاگیردار کی گویا ملک ہوتے تھے۔ وہ بغیر جاگیردار کی مرضی کے نہ اپنا گاؤں چھوڑ سکتے تھے اور نہ ہی پیشہ بدل سکتے تھے۔ ان سب جاگیرداروں کا سرغنہ بادشاہ یا زار ہوتا تھا۔ اسی طرح جس طرح ہمارے ملک میں ہور یا خاندان سے لیکر مغلیہ خاندان کے زوال تک ہوتا رہا ہے۔ جاگیردارانہ نظام کے اس دور میں عوام اسقدر غیر منظم اور کچلے ہوئے تھے کہ ان میں کسی قومی مسئلہ کا کوئی احساس یا شعور نہیں تھا اور نہ جاگیرداروں میں اس قسم کے احساسات تھے۔ باہمی رقابت تھی بھی تو جاہ و منصب کی اور شخصی تھی کوئی قومی نہیں ہوتی تھی۔ اور اس طرح زار کے تحت تمام قومیتوں میں اتحاد قائم رہتا تھا۔

یہ حالات تمام دنیا کی طرح روس میں بھی ایک عرصہ تک قائم رہے۔ اٹھارویں صدی کے وسط میں انسانی سوسائٹی کے ارتقا نے ایک نئی کروٹ لی۔ انگلستان میں بھاپ انجن کی دریافت سے صنعتی ترقی میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو گیا۔ صنعتیں بڑے پیمانے پر شروع ہونے لگیں اور تاجر طبقہ اور جاگیردار طبقہ میں کشمکش تیز ہو گئی جسکی وجہ سے صنعتی انقلاب ہوا۔ جاگیردارانہ نظام پر سخت ضرب لگی۔ کاشتکار جاگیردار کے پنجہ سے چھوٹ کر آزاد ہو گیا اور سرمایہ دارانہ نظام وجود پذیر ہوا۔ یہی صورت یورپ کے دوسرے ممالک میں یکے بعد دیگرے

پیش آئی۔ اس کے اثرات سے روس بھی محفوظ نہ رہ سکا۔ اور وہاں بھی صنعتوں میں مشینوں نے دخل پیدا کرنا شروع کر دیا۔ اور چونکہ زار کا پایہ تخت اصلی روسی علاقے میں تھا اور اس علاقہ کے لوگ زیادہ با اقتدار تھے اس لئے ابتداً اسی علاقے میں مشینوں نے دخل پیدا کیا۔ اور سرمایہ داروں کا ایک درمیانی طبقہ پیدا ہونے لگا۔ بڑھتی ہوئی صنعتوں کے لئے اسکی ضرورت تھی کہ ایک طرف خام مال کی فراہمی کے اسباب مہیا ہوتے دوسری طرف تیار شدہ مال کی نکاسی کا انتظام کیا جاتا۔ روس میں یوکرین۔ قفقاز۔ اور مشرقی روس کے ایشیائی علاقے روئی۔ لوہے۔ کوئلے۔ تیل اور دوسرے معدنی ذخایر سے مالا مال تھے۔ چنانچہ اس نئی سرمایہ دار جماعت نے ایک طرف تو اپنا مال ان علاقوں میں بیچنا شروع کیا۔ دوسرے ان علاقوں میں کان کنی اور تیل حاصل کرنے کی صنعتیں شروع کیں جس کا اثر یہ پڑا کہ ان غیر روسی علاقوں کے درمیانی طبقہ کے کاروبار کو بہت دھکا پہونچا اور اس کے دل میں روسی سرمایہ دار طبقہ کے خلاف غصہ اور نفرت کے جذبات بھڑکنے لگے۔ ان غیر روسی علاقوں میں کان کنی اور دوسری خام مال کی صنعتوں کو ترقی دینے کے لئے اسکی بھی ضرورت تھی کہ ان علاقوں میں ریلیں بچھائی جائیں اور چھوٹی چھوٹی صنعتیں قائم کی جائیں تاکہ خام مال آسانی سے کارخانوں سے منتقل کیا جاسکتا اور تیار مال آسانی سے فروخت ہو سکتا تاکہ لاگت کم آتی ساتھ ہی مقامی درمیانی طبقہ کی اشک شوئی کے لئے کچھ چھوٹی صنعتوں کے

قیام کی بھی اجازت دی جاتی اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ روسی علاقہ
کی طرح ان سرحدی علاقوں میں بھی مزدور طبقہ نہ صرف پیدا ہو گیا بلکہ
اس کی سیاسی بیداری اور تنظیم بھی بڑھنے گی۔

روسی علاقوں میں صنعتی ترقی نے وہاں کے درمیانی سرمایہ دار
طبقہ کا اقتدار بڑھا دیا اور وہ اس کی کوشش کرنے لگا کہ جاگیر دارانہ
نظام کا خاتمہ کر کے جمہوری نظام قائم کیا جائے تاکہ حکومت کی
باگ ڈور بھی اس کے ہاتھ میں آ جائے لیکن غیر روسی قومیتوں کے
علاقہ اسی طرح انکے قبضہ و اقتدار میں رہیں۔ جس کی وجہ سے غیر روسی
قوموں کے سرمایہ داروں اور روسی سرمایہ داروں کے مفادات
میں تضاد پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان غیر روسی علاقوں
میں قومیت کا جذبہ سرعت سے بڑھنے لگا۔ روسی اور غیر روسی
علاقوں میں کاشتکاروں اور مزدوروں دونوں کے مفادات
ایک نہیں تھے اس لئے کہ یہ ہر قسم کی لوٹ گھسوٹ کا خاتمہ
کر دینا چاہتے تھے اور سرمایہ داری اور جاگیرداری دونوں کا تختہ
الٹ دینا چاہتے تھے۔ غیر روسی علاقوں کے درمیانی سرمایہ دار
طبقہ نے جب اپنے علاقوں میں مزدور تحریک کو بڑھتے ہوئے
دیکھا تو فوراً اسکو قومی آزادی کی راہ پر لگا دیا۔ تاکہ ان کے مفادات
پر وہ وار نہ کر سکے۔ چنانچہ ان غیر روسی علاقوں میں قومی نجات
اور علیحدہ آزاد حکومتیں قائم کرنے کی تحریک نہایت سرعت سے بڑھنے لگی۔

روسی قوم کے سرمایہ دار طبقہ اور زار شاہی نے پہلے ہی سے
غیر روسی قوموں پر سختیاں شروع کردی تھیں۔ وہاں صنعتوں کی ترقی
کو روکا جاتا تھا۔ مقامی زبان اور معاشرت کو کچلا جاتا تھا۔ ہر جگہ
روسی زبان مسلط کی جاتی تھی۔ مقامی زبانوں میں یوکرین تک
میں تعلیم ممنوع تھی۔ ان سختیوں نے مختلف قوموں میں علیحدگی کے
جذبہ اور تحریک کو تیز کردیا۔ اس تحریک کو عوامی سرپرستی بھی بڑی
حد تک حاصل ہوگئی۔ دوسری طرف خود روسی علاقہ میں مزدوروں
کی تنظیم ان کی بڑھتی ہوئی قوت اور سرمایہ داری کے اندرونی
تضاد۔ کساد بازاری اور جنگ وغیرہ نے روسی سرمایہ داروں کو سخت
مشکلات میں مبتلا کردیا۔ ان حالات پر قابو پانے کے لئے انھوں نے
اب نئی چالیں شروع کیں تاکہ ان قوموں کی قومی بیداری اور
منظم مزدوروں کی قوت بجائے روسی سرمایہ داروں کے خلاف
اٹھنے کے قوموں کے آپس کے جھگڑوں میں مصروف ہوکر ختم ہوجائے
اس پالیسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان قومیتوں کے باہمی مناقشے شدت
سے بڑھنے لگے۔ ہر جگہ مختلف قومیتوں میں جھگڑے ہونے لگے۔

ان پیچیدہ حالات نے مزدور تحریک کے سامنے نہایت
اہم مسائل پیش کردیئے۔ ایک سوال تو یہ تھا کہ قوم میں قومی بیداری
تیزی سے پیدا ہورہی تھی اور پورے ملک سے علیحدہ ہوکر الگ
الگ ریاستیں قائم کرنیکا رجحان بڑھ رہا تھا۔ قومی بیداری کا رجحان

مزدور تحریک کے لئے فال نیک تھا لیکن علیحدگی کا رجحان پوری تحریک کے لئے نقصان رساں تھا۔ اس رجحان سے مختلف قومیتوں کے باہمی جھگڑے بڑھتے تھے اور زارشاہی اور روسی سرمایہ داروں کا یہ جنگل ہمیشہ کے لئے مضبوط ہوتا جاتا تھا۔ اس قومی بیداری سے فائدہ اسیوقت اٹھایا جا سکتا تھا جبکہ پورے ملک کی قومیتوں کو زارشاہی کے خلاف متحد کیا جا سکتا۔ اس مسئلہ پر پوری مزدور تحریک دو گروہوں میں بٹ گئی پہلا گروہ جو منشوک کا گروہ تھا۔ اس کا استدلال یہ تھا کہ چونکہ ہم بین الاقوامی اشتراکی جمہوریت قائم کرنا چاہتے ہیں اسلئے ہم مختلف قومیتوں کو حق خودداریت اور حق علیحدگی نہیں دے سکتے۔ اسقدر کافی ہے کہ ہم مختلف قومیتوں کے لوگوں کو حق خوداداریت صرف کلچرل معاملات کی حد تک دیدیں مثلاً وہ تعلیم وغیرہ اپنی زبانوں میں دے سکتے ہیں۔ الکھنڈر روس کا یہ نعرہ ان قوموں کے لئے کچھ زیادہ جاذب توجہ نہیں ہو سکتا تھا۔ اس میں اور روسی سرمایہ داروں کے الکھنڈر روس کے نعرے میں کوئی فرق نہیں تھا۔ ان قومیتوں کو اس وقت تک کوئی چیز کسی ایک مقصد کے لئے اکٹھا نہیں کر سکتی تھی جبتک کہ انھیں اس کا یقین نہ دلایا جاتا کہ مستقبل کے روس میں نہ صرف ان کے کلچرل حقوق بلکہ ان کے معاشی اور سیاسی حقوق بھی پوری طور پر محفوظ رہیں گے۔ اور اس کی ضمانت انھیں اسوقت مل سکتی تھی جب کہ انھیں تمام معاملات

میں حق خود اداریت اور حق علیحدگی دے دیا جاتا۔ مزدور تحریک کا دوسرا گروہ جس کی قیادت لینن اور اسٹالن کے ہاتھ میں تھی اور جو بالشوک پارٹی کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے یہ محسوس کرتا تھا کہ زار شاہی کا تختہ الٹنے اور حقیقی قسم کی جمہوریت قائم کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام قوموں کے مزدور طبقہ اور کسان طبقہ میں اتحاد پیدا کیا جائے اور چونکہ اس طبقہ میں سیاسی بیداری در اصل نتیجہ ہے قومی بیداری کا اس لئے قومی حقوق کی حفاظت کا یقین دلانا سب سے اہم بھی ہے اور سب سے ضروری بھی۔ اگر حق خود ارادیت اور حق علیحدگی تمام قوموں کے لئے مان لیا جائے اور ان کو اس کا یقین دلایا جائے کہ آئندہ ان پر کسی قسم کی معاشی۔ سیاسی۔ یا سماجی غلامی عائد نہیں کی جائیگی۔ تو وہ یقینی طور پر متحد ہو جائیںگے انہیں اس قومی اتحاد سے جب وہ زار شاہی کا خاتمہ کر دیں گے۔ ایک دوسرے پر اعتماد اور اعتبار قائم ہو جائیگا تو وہ کبھی بھی اپنے اس اتحاد کو توڑنا نہیں چاہیں گے۔ بلکہ وہ اپنی اس حاصل شدہ نئی آزادی کی ملک کی رجعت پسند قوتوں اور بیرونی حملہ آوروں سے حفاظت کے لئے اتحاد کی کڑیاں اور مضبوط کریں گے۔ اور ملک بجائے مختلف حصوں میں بٹ جانے کے حقیقی معنوں میں متحد اور ایک ہو جائیگا چنانچہ لینن اور ان کی پارٹی نے اپنی جماعت کا یہی نعرہ بنایا اور اسی نعرہ پر سارے ملک کی مزدور جماعت کو متحد کیا۔

۱۹۱۷ء کے انقلاب میں بالشویک پارٹی کو کامیابی ہوئی اور اس کے بعد اس پالیسی پر نہ صرف وہ قائم رہی بلکہ اس پر عمل درآمد بھی شروع کر دیا۔ حکومت کی طرف سے تمام قوموں کے حق خود ارادیت اور حق علیحدگی کا اعلان کر دیا گیا۔ تمام قوموں کو مساوی حقوق عطا کر دیئے گئے۔ اور ہر قوم کی معاشی۔ معاشرتی اور اخلاقی ترقی پر جس قدر بھی پابندیاں قائم تھیں ان سب کو اٹھا دیا گیا۔ ہر قومیت کی بالشویک پارٹی نے اس پر عمل بھی شروع کر دیا۔

انقلاب کی کامیابی کے بعد پورے ملک کو بیرونی حملہ آوروں اور انقلاب دشمن قوتوں کا سامنا کرنا پڑا اور اس کے لئے یہ ضروری تھا کہ مختلف قومیتوں کے آزاد مزدور اور کسان اپنی قوتوں کو یکجا کرتے چنانچہ یوکرین سفید روس جارجیا وغیرہ کی نو قائم شدہ سوویٹوں نے فوراً اعلان کیا کہ دشمن سے مقابلہ کے لئے تمام قوموں کو معاشی۔ سیاسی اور فوجی امور میں متحد ہو جانا چاہئیے۔ یہ اتحاد بالکل مساویانہ اصول پر قائم کیا گیا اور اسی اتحاد کا یہ نتیجہ تھا کہ نئی سوویٹ حکومت نے نہ صرف اندرونی دشمن پر غلبہ پا لیا بلکہ بیرونی حملہ آوروں کو بھی نکال باہر کیا۔ اس جنگ کے دوران میں تمام قوموں نے اتحاد کی ضرورت کو اچھی طرح سے محسوس کیا اور اپنی آئندہ ترقی کا راز اسی میں پایا کہ علیحدہ علیحدہ حکومتیں قائم کرنے کی بجائے ایک متحدہ حکومت قائم کی جائے چنانچہ دسمبر ۱۹۲۲ء میں خانہ جنگیوں کے خاتمہ کے بعد۔ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے

تمام ملک کی سوئٹس کی ایک کانفرنس منعقد کی گئی اور اس کے تصیفہ کی بموجب روسی اشتراکی جمہوریتوں کی یونین (U.S.S.R) کی بنیاد رکھی گئی۔ جس میں ابتداً جمہوریت وفاق روس۔ جمہوریت یوکرین جمہوریت سفید روس اور وفاق قفقاز نے شرکت کی اور اس کے بعد آہستہ آہستہ دوسری جمہوریتیں شریک ہوئیں۔

مختلف جمہوریتوں کا یہ وفاق جو معاشی اور فوجی مفادات کی یکسانیت کی وجہ سے قائم ہوا تھا ایک قسم کا سیاسی اتحاد تھا جو ہر جمہوریت کی انفرادی آزادی اور معاشی ترقی کی اور اس طرح پورے وفاق کی آزادی اور معاشی ترقی کی ضمانت کرتا تھا۔ اور باوجودیکہ تمام جمہوریتیں معاشی اور معاشرتی ترقی میں یکساں منازل پر نہیں تھیں لیکن یہ اتحاد بہت ہی مضبوط ثابت ہوا۔ اس اتحاد نے ہر جمہوریت میں ایک دوسرے پر بھروسہ پیدا کیا اور وہ ہر طرح ایک دوسرے کی معاون ثابت ہونے لگیں۔ اس اتحاد کی بنیاد باہر سے نہیں بلکہ اندر سے اور نیچے سے قائم ہوتی آرہی تھی۔ تمام ذرائع پیداوار دولت پر سب کی مشترکہ ملکیت تھی۔ تمام کارخانے مزدوروں کے ہوگئے تھے۔ جس کی وجہ سے کوئی اندرونی تضاد باقی نہیں رہا تھا۔ ہر شخص کا مفاد ایک ہی تھا اور اس لئے نفاق کا کوئی امکان ہی نہ تھا۔

۱۹۳۶ء کے قانون میں حق خود ارادیت اور حق علیحدگی کے اصول کو اور بھی مستحکم کر دیا گیا۔ ہر جمہوریت میں بسنے والی مختلف قوموں کی بھی قومی

اساس پر معاشی اور معاشرتی ترقی کی آزادی عطا کی گئی۔ قوم سے مراد لوگوں کی ایسی جماعت لی گئی جو ایک ہی زبان بولتی ہو۔ جس کا کلچر ایک ہی ہو جس کی نفسیاتی ساخت ایک ہو اور معاشی زندگی بھی ایک ہو مختلف قوموں کو قانوناً مساوی حقوق دینے کے لئے اعلیٰ سوویٹ میں دو مجالس قائم کر دی گئیں ایک آبادی کی اساس پر اور ایک قومیتوں کی اساس پر اور اس طرح قانوناً بھی اس کی کوئی گنجائش نہیں رہی کہ ایک قوم دوسری قوم پر کسی قسم کا جبر یا سختی کر سکے۔

تیرھواں باب

غیر روسی علاقوں کی معاشی و معاشرتی ترقی

صنعتی وزرعی ترقی زار شاہی میں غیر روسی علاقے خصوصاً مشرقی روس کے ایشیائی علاقے صنعتی نقطہ نظر سے بہت پیچھے تھے۔ ان کی حیثیت محکوم علاقوں کی تھی اور یہاں جسقدر کارخانے وغیرہ قائم بھی ہوتے تھے ان کی بڑی تعداد روسی سرمایہ داروں کی ملک ہوتی تھی۔ زار شاہی میں پورے ملک کی تین چوتھائی صنعتیں بسطی روس، یوکرین اور باکو کے علاقے میں تھیں۔ سویٹ نظام حکومت کے قائم ہونے کے بعد جب تمام قومیتوں کو یکساں اور مساوی حیثیت دیدی گئی۔ تو یہ بھی ضروری

تھا کہ غیر روسی قومیتوں کی معاشی اور معاشرتی ترقی کی جانب بھی غیر معمولی توجہ کی جاتی۔ چنانچہ ۱۹۲۰ء سے جب خاکہ بندی کا دور شروع ہوا تو ان علاقوں کی صنعتی ترقی کو خاص طور سے پیش نظر رکھا گیا۔ اور بڑی بڑی صنعتوں اور چھوٹی صنعتوں کا ایک جال بچھا دیا گیا۔ جن کو ان ہی علاقوں کے انجنیر سائنٹفک ماہر اور مینجر چلاتے ہیں۔

تمام جمہوریتوں کی صنعتی ترقی کی تفصیل بیان کرنے کے لئے کئی جلدیں بھی کافی نہیں ہو سکتیں مختصراً چند کے حالات بیان کئے جاتے ہیں جن سے ان حصوں میں غیر معمولی ترقی پر کچھ روشنی پڑ سکتی ہے۔ مشرقی روس میں ایک چھوٹی سی جمہوریت بکشیریہ ہے۔ جس میں اس انقلاب سے قبل کسی بڑی صنعت کا وجود نہیں تھا۔ صرف چند گھریلو صنعتیں پائی جاتی تھیں۔ اب اس علاقے میں بے شمار بڑی بڑی صنعتیں قائم ہو گئی ہیں۔ جنمیں اوفا موٹر کے کارخانے اور تیل کی صنعتوں کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اسی علاقہ میں ایک دوسری جمہوریت قازقستان کی ہے جو قدیم زمانہ سے معدنی ذخایر کے لئے مشہور ہے۔ یہاں کے ایمبا نامی تیل کے چشمے اور تیل صاف کرنے کے کارخانے باکو کے بعد روس میں سب سے بڑے ہیں بلقاش کی تانبے کی فیکٹری ہی روس کی سب سے بڑی فیکٹریوں میں سے ہے۔ اسی جمہوریت

میں چمقنت نامی مقام پر سیسہ پگھلانے اور صاف کرنے کا
بہت بڑا کارخانہ ہے جہاں سارے ملک کا ۵ء ۷ فی صدی سیسہ
تیار ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ مختلف حصوں میں کئی کیمیائی صنعتیں
بھی ابھر آئی ہیں۔ یہ علاقہ زار شاہی میں انتہائی پس ماندہ تھا۔
لوگ مویشیوں کے گلے پالتے تھے اور کھالوں اور اون کی تجارت
کرتے تھے۔ سڑکیں بالکل ناپید تھیں۔ ریلوں کا وجود نہیں تھا اب
اس علاقے میں ۱۶۰۴ میل لا نبی ریلیں اور ۲۰۰۰ میل لانبی
نہریں ہیں۔ موٹروں کی اعلیٰ سڑکوں کا جال علیحدہ پھیلا ہوا ہے
جنگ شروع ہونے کے بعد سے گزشتہ دو سال اور نئی ریلیں
اور نہریں بن گئی ہیں۔ بہت سارے کارخانے مشرقی علاقوں
سے منتقل ہو کر یہاں آ گئے ہیں جس کی وجہ سے اس علاقہ نے
نقطہ نظر سے بڑی اہمیت حاصل کر لی ہے۔

قازقستان سے ملی ہوئی جمہوریت ازبکستان میں روئی
اور اون کی کثرت ہے لیکن زار شاہی میں ان سے متعلق صنعتوں
کا کوئی کارخانہ قائم نہیں کیا گیا تھا بلکہ پورا خام مال وسطی علاقوں
کے لئے چلا جاتا تھا۔ اب یہاں سوتی کپڑوں کے بے شمار کارخانے
قائم ہو چکے ہیں۔ جس میں سے ایک اتنا بڑا ہے کہ اس میں ۲۱
لاکھ تکلیاں اور ۷ ہزار کے قریب کرگھے ہیں۔ ان کے علاوہ کئی
برقی اسٹیشن۔ زرعی مشینوں کے کارخانے اور ریشم اور اون کے

کارخانے قائم ہو گئے ہیں۔ تاشقند سے کچھ دور چرچک دریا کو روک کر ایک بند باندھا گیا ہے جس سے میلوں بے آب و گیاہ علاقے سیراب ہو کر سرسبز شاداب بن گئے ہیں۔ اس کا بن بجلی کا اسٹیشن ۲ لاکھ ۷۰ ہزار کلو واٹ برق پیدا کرتا ہے۔ جس کی وجہ سے کئی کیمیائی صنعتیں وجود میں آ گئی ہیں اور بے شمار مشترکہ کھیتوں میں بجلی کی روشنی آ گئی ہے۔ اس کے تحت کئی مصنوعی کھاد کی بھی فیکٹریاں قائم ہیں جو ملک کے بڑے حصہ کے لئے کھاد مہیا کرتی ہیں مارچ ۱۹۴۳ء سے اس علاقہ میں سیر دریا کو روک کر ایک بہت بڑے آب پاشی اور برقی قوت کا نظام قائم کرنے کا کام شروع کیا گیا ہے۔ جس میں اس وقت سوا لاکھ ازبک اور دوسری قوموں کے لوگ کام کر رہے ہیں۔ یہ ۱۹۴۴ء میں مکمل ہو جائے گا۔ اس سے لاکھوں ایکڑ خشک و بے آب علاقے جس میں وادی شیریں بھی شامل ہے سرسبز و شاداب ہو جائیں گے اور نئی نئی صنعتیں ابھر آئیں گی۔

اس علاقہ میں صنعتوں کی غیر معمولی ترقی کی وجہ سے وہاں کے باشندوں میں غیر معمولی انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔ زار شاہی کے جاہل گلہ بان آج دنیا کی سب سے بڑی صنعتی قوموں میں شمار کئے جانے لگے ہیں۔ اس علاقہ میں ۲ لاکھ کام کرنے والے تو صرف اعلیٰ قسم کی ٹکنیکل خدمات پر مامور ہیں۔ جن میں سے

آدھے سے زیادہ ازبک ہیں۔

جمہوریہ تاتاریہ میں جہاں کسی زمانہ میں صرف گلہ بانی ہوتی تھی اب ہر ایک قسم کے مویشیوں کے مزرعے تمام ملک میں پھیلے ہوئے ہیں۔ جن میں سے ۵ سو مزرعے تو صرف سور پالتے ہیں۔ ۹ سو مویشی گوشتوں کے۔ اور ۱۵۰ مزرعے لومڑیوں اور دوسری قسم کے جانوروں کے۔ تاتاریہ میں فلٹ اور فروں کے سب سے بڑے کارخانے ہیں جہاں سے تمام ملک کے لئے فر اور ٹوپیاں آ جاتی ہیں۔ یہاں ٹائپ رائٹرس کی صنعت کا بھی بہت بڑا کارخانہ ہے۔ زار شاہی میں اس ملک کی پیداوار کا ۹۰ فیصدی حصہ زرعی تھا اور اب ۷۵ فیصدی حصہ صنعتی ہے۔

تاجکستان لیکٹ۔ خشک میوؤں اور میوؤں کی جام اور جیلی وغیرہ کی صنعتوں کے لئے بہت مشہور ہے۔ یہاں چمڑے اور ابریشم کی صنعتوں کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہو گئے ہیں۔ سرخ فوج کے لئے جاڑوں کے کپڑے زیادہ تر یہیں سے جاتے ہیں زراعت مشینوں کے ذریعہ ہوتی ہے۔ مختلف مشترکہ کھیتوں میں ۶ ہزار ٹرکٹیرز تین ہزار کے قریب بونے اور کاٹنے کی مشینیں اور ہزاروں موٹریں اور لاریاں استعمال ہوتی ہیں۔ انقلاب سے قبل لکڑی کے فرسودہ ہلوں سے رائی اور اوٹس کی کاشت ہوتی ہے اور اب گیہوں۔ آلو ترکاریوں اور سن وغیرہ کی کاشت بھی کی جاتی ہے۔

ان مشرقی علاقوں کے علاوہ قفقاز اور یوکرین کے علاقوں میں بھی جہاں زارشاہی کے زمانہ میں صنعتیں خال خال نظر آتی تھیں۔ ترقی کی منزلیں انتہائی تیز رفتاری سے طے ہو رہی ہیں۔ چنانچہ زاپروژیے۔ خارکوف۔ اشالین گراڈ۔ اسٹیلینو۔ کریوراگ ٹیگنیراگ اور روسٹوف وغیرہ صنعتوں کے لئے ساری دنیا میں مشہور ہیں۔ آذربائیجان کی تیل کی صنعت زارشاہی سے مشہور رہے لیکن اس کا نقشہ اب کچھ اور ہی ہے۔ زارشاہی کے مقابلہ میں اب تین گنا تیل پیدا ہوتا ہے اور ۷ گنا گیس اور ۴۰ گنا گیسولین پیدا ہوتی ہے۔

آرمینیا ۱۹۱۴ئہ میں انتہائی پس ماندہ حالت میں تھا۔ لوگ انتہائی جاہل تھے۔ زراعت انتہائی ابتدائی اور پرانے طریقوں پر ہوتی تھی۔ صنعتیں صرف کپڑا بننے اور شراب بنانے کی تھیں۔ اور سب گھریلو تھیں۔ دوسرے پنجسالہ پروگرام کے بعد اس علاقے میں پن بجلی کے کارخانے قائم ہو گئے جن سے ۳۵ کروڑ کلوواٹ برق پیدا ہوتی تھی۔ اس کے بعد جنگ کے لئے تیاریوں کے سلسلہ میں کئی جدید کارخانے قائم کئے گئے ہیں۔ جو حال ہی میں مکمل ہوئے ہیں اور ان سے اب ۱۲ ارب کلوواٹ کے قریب برق پیدا ہوتی ہے۔ اور پانی روک کر جو ساگر بنائے گئے ہیں ان سے ۲ ½ لاکھ ایکڑ نئی اور بنجر زمینیں سیراب ہوتی ہیں۔ برقی قوت کی غیر معمولی ترقی نے

نئی نئی صنعتوں کو جنم دیا ہے جس میں تانبے کی صنعتیں خاص اہمیت رکھتی ہیں صرف ایک کارخانہ میں سالانہ دس ہزار ٹن تانبہ صاف کیا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ مصنوعی ربر۔ کیمیائی مرکبات۔ سمنٹ اور مشینوں کے کارخانے قائم ہو چکے ہیں۔ تمباکو۔ چائے۔ اور پھلوں کی کاشت میں بے انتہا ترقی ہوی ہے۔ میووں کو ڈبوں میں بند کرنے اور سگریٹ وغیرہ کی صنعتیں وجود میں آگئی ہیں۔ سوتی کپڑے اور چمڑے کے بڑے بڑے کارخانے قائم ہو گئے ہیں۔ اور اس وقت زمانہ جنگ میں اپنی بڑھتی ہوی پیداوار سے ملک کی تمام ضرورتوں کی تکمیل کر رہے ہیں۔ شہر آریوان جو ایک زمانہ میں آمینیا میں اپنی قدامت تنگ گلیوں اور دقیانوسیت کے لئے مشہور تھا آج دنیا کے خوبصورت ترین شہروں میں اس کا شمار ہو سکتا ہے۔

مشرق بعید میں چین کے شمال میں ایک جمہوریت ہے جس کا نام ریاست منگولیا ہے۔ جہاں کی کل آبادی ۹ لاکھ ہے انقلاب سے قبل یہاں کی آبادی کا بہت بڑا حصہ انسانی معاشرت کے ابھی بہت ابتدائی دور میں تھا۔ تعلیم ایک فیصدی نہیں تھی۔ لوگوں کی گزر بسر زیادہ تر شکار اور کاشتکاری پر ہوتی تھی۔ آج یہی علاقہ بے انتہا ترقی یافتہ ہو گیا ہے۔ اور یہاں۔ ریلوے انجنوں موٹروں اور شیشے کی صنعت کے اتنے بڑے کارخانے قائم ہو گئے ہیں کہ ان کا شمار یورپ کے بڑے کارخانوں میں ہوتا ہے۔ مویشیوں اور لومڑیوں

کے بے شمار مزرعے قائم ہو گئے ہیں۔ جس کی وجہ سے چمڑے۔ گوشت اور رفردوں کی بڑی بڑی صنعتیں قائم ہو گئی ہیں۔ یہاں کے کارخانے نہ صرف مشرق بعید کی تمام صنعتی ضروریات کو پورا کرتے ہیں بلکہ مغربی علاقوں کی، بے شمار ضروریات کی بھی تکمیل کرتے ہیں۔

معاشرتی ترقی لینن نے زاروں کے روس کو قوموں کا جیل خانہ کہا ہے اور یہ ایک حقیقت ہے۔ زار شاہی میں جب خود روسی باشندوں کو تحریر، تقریر، اجتماع یا کسی قسم کی معاشرتی سرگرمیوں کی اجازت نہیں تھی تو غیر روسی قوموں کے متعلق اس کا سوال ہی کب اٹھ سکتا تھا۔ اس زمانے میں تمام غیر روسی قوموں کے کلچر اور معاشرت کو سختی سے کچلا جاتا تھا۔ تعلیم اولاً ان علاقوں میں مفقود ہی تھی اور کچھ تھی بھی وہ سب روسی زبان میں ہوتی تھی۔ مقامی مادری زبان میں تعلیم دینے اخبارات شائع کرنے اور کتابیں چھاپنے کی سخت ممانعت تھی۔

انقلاب کے وقت بعض قومیں تو اتنا پیچھے تھیں کہ انکے یہاں کوئی تحریری زبان ہی وجود نہیں رکھتی تھی۔ ان علاقوں میں اکثر دیہات ایسے تھے جہاں ایک شخص بھی پڑھا لکھا نہیں ملتا تھا۔ ...ستان میں ۹۹ فیصدی لوگ جاہل اور ان پڑھ تھے کل پڑھے لکھوں کی تعداد صرف ، ہزار تھی۔ سنہ ۱۹۳۰ء تک یہاں ۲،۷ ۱۶ ابتدائی اور پندرہ ثانوی مدارس اور ۲ کالج قائم ہو چکے تھے

اور ان مدرسوں میں ۲ لاکھ ۰ ہزار طلبا تعلیم پا رہے تھے۔ یہاں اب کئی زبانوں میں اخبارات اور رسالے چھپتے ہیں۔ نئی زبان میں نہ صرف مشرقی ادیبوں کی بے شمار تصنیفات شائع ہو چکی ہیں۔ بلکہ بے شمار سائنٹفک کتابیں اور شکسپیر۔ ٹالسٹائی۔ پشکن اور دوسرے مغربی ادیبوں کے کارنامے بھی ترجمہ ہو کر بکثرت شائع ہو چکے ہیں

قازقستان میں انقلاب سے قبل صرف ایک فیصدی لوگ پڑھے لکھے تھے اور وہ بھی مذہبی پیشوا ادیب وغیرہ ۱۹۱۴ء میں صرف ۱۱۱ ازبک لڑکے یہاں کے ثانوی مدارس میں پڑھتے تھے۔ انقلاب کے بعد بے شمار ابتدائی اور اعلیٰ مدارس قائم ہوئے ہیں۔ ۱۹۳۰ء میں ۱۹ کالج اور یونیورسٹیاں تھیں۔ اسی تناسب سے دوسری جمہوریتوں میں تعلیمی ترقی ہوئی ہے۔ بڑھتی ہوئی تعلیم کے ساتھ اخبارات اور کتابوں کی اشاعت میں بھی سرعت سے اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ آرمینیا میں ۱۹۱۳ء میں صرف ۴ کتب خانے تھے اور ۱۹۳۰ء میں انکی تعداد ۰۶ ۴ ہو گئی۔ آذربائیجان میں ۱۹۱۳ء میں صرف بارہ اخبار چھپتے تھے۔ ۱۹۳۰ء میں ۱۲۳۱ اخبار چھپنے لگے اور ۸ ۱ لاکھ کتابیں شائع ہوئیں جن میں سے زیادہ تر کتابیں مقامی زبان کی تھیں۔ ذیل میں کچھ اعداد و شمار دیئے جاتے ہیں جن سے ان جمہوریتوں کی تعلیمی اور معاشرتی ترقی پر کسی قدر روشنی پڑتی ہے۔

جمہوریت	سال	کتب خانے	شہری و دیہاتی کلب	تھیٹر	کل طلبہ کی تعداد	ٹیکنیکل مدارس کے طلبہ کی تعداد	اعلیٰ مدارس کے طلبہ کی تعداد
ترکمنستان	۱۹۱۴	۱۴	×	×	۶۷۸۰	×	×
	۱۹۳۹	۵۵۰	۶۷۰	۱۰	۲۰۵۰۰۰	۶۰۰۰	۲۴۰۰
ازبکستان	۱۹۱۴	×	×	۱	۱۷۳۰۰	۱۰۰	×
	۱۹۳۹	۱۵۰۰۰	۲۵۰۰	۴۴	۱۳۰۰۰۰۰	۲۱۹۰۰۰	۱۸۳۰۰
تاجکستان	۱۹۱۴	×	×	۴۰۰	×	×	×
	۱۹۳۹	۴۲۵	۷۰۰	۲۲	۳۱۲۰۰۰	۳۶۰۰	۱۴۰۰۰
قازقستان	۱۹[illegible]	–	–	۲	۱۰۵۲۰	۳۰۰	×
	۱۹۱۹	–	–	۳۵	۱۱۰۲۰۰	۴۴۵۰۰	۷۹۰۰
قرغیزیا	۱۹۱۴	×	–	×	۷۰۰۰	×	×
	۱۹۳۹	۳۵۰	۴۰۰	۱۹	۳۲۸۷۰۰	۳۸۰۰	۱۵۰۰
آذربائیجان	۱۹۱۴	×	×	×	۳۷۳۰۰	–	×
	۱۹۳۹	۱۰۰۰	۱۲۰۰	–	۷۰۳۲۰۰	–	۸۲

غیر روسی قومیں خاص طور پر مشرقی روس کی قومیں معاشرتی نقطہ نظر سے انتہائی پس ماندہ تھیں تو ہم پرستی زندگی میں پوری طور پر گھر کئے ہوئے تھی۔ خاص طور پر عورتیں تو انتہائی مظلوم تھیں۔ نئی سوویٹ سوسائٹی میں نہ صرف عورتوں نے مردوں کے برابر حقوق حاصل کر لئے بلکہ زندگی کے تمام شعبوں میں برابر ترقی کر رہی ہیں۔ آج ہمیں بے شمار

ازبک، تاجک اور قازق عورتیں شاعر۔ ڈرامہ نگار۔ ہوا باز۔ انجینیر اور ڈاکٹر ملتی ہیں ۔ جنگ شروع ہونے کے بعد سے زندگی کے تمام شعبوں خاص طور سے ۔ صنعتوں ۔ زراعت ۔ ریلوے اور طبی سروس میں بہت تیزی سے مردوں کی جگہ لے رہی ہیں ۔ صدیوں کی کچلی ہوی عورتیں آج نئی اور آزاد زندگی سے سرشار ہیں۔

گزشتہ سالوں میں جتنا بڑا انقلاب ان ممالک کی زندگی میں آیا ہے اتنا روس کے کسی حصہ میں نہیں آیا۔ یہاں ایک بالکل ہی نئی زندگی نے جنم لیا ہے جس میں گو مقامی رنگ پایا جاتا ہے لیکن اصل وہی اشتراکی ہے ۔ادب شاعری اور ڈرامے غرض کہ زندگی کے ہر شعبہ میں وہی اشتراکی سماج کی محبت جھلکتی ہے ۔

دیہاتی گیت ایشاء کی قوموں کی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتے ہیں ۔یہ گیت سادہ زبان میں ہوتے ہیں اور عشق و محبت یا جنگ اور بہادری کی داستانوں سے پر ہوتے ہیں ان میں انکی معاشرت اور تہذیب کی خاص جھلک ہوتی ہے ۔روس کا مشرقی ایشائی حصہ بھی ان گیتوں کے لئے بہت مشہور رہے۔ چنانچہ ان علاقوں میں یہ گیت نظمیں اور پرانی کہاوتیں خاص طور سے جمع کرکے شائع کی گئی ہیں بعض نظمیں بہت اعلیٰ پایہ کی بھی ہیں۔ مثلاً خرغیزیا کی ایک نظم میں ۲ لاکھ شعر ہیں اور یہ فردوسی کے شاہنامہ کی ٹکر کی ہے۔ ان کوششوں

سے تمام ادب اور تہذیب کو جو معدوم ہو رہے تھے پھر زندہ کر دیا گیا ہے۔ نئے نئے ادیب اپنے اسلاف کی ادبی کارناموں کو زندہ کر رہے ہیں اور ان کی مدد سے جدید اشتراکی تہذیب کو آگے بڑھانے کا کام لے رہے ہیں۔

قازقستان۔ جارجیہ اور ازبکستان وغیرہ کے اپنے تھیٹر ناچ گھر اور سینما کمپنیاں ہیں جن کی مدد سے مقامی تہذیب و معاشرت کی ترقی میں کام لیا جاتا ہے۔ ملک کے ہر حصہ میں ایک دوسرے کی تہذیبی خصوصیات ان کے ذریعہ پہونچائی جاتی ہیں اور اس طرح ہر کلچر ایک دوسرے سے متاثر ہوتا ہے اور یہ قومیں تہذیبی نقطہ نظر سے بھی ایک دوسرے کے قریب تر ہوتی جاتی ہیں۔ روسی علاقوں میں مشرقی علاقوں کے لباسوں کی رنگینی۔ موسیقی کی دلکشی اور ایکٹروں اور ایکٹرسوں کی جاذبیت اور تازگی بڑا اثر پیدا کرتی ہے۔ تہذیب اور شائستگی پھیلانے کا یہ ذریعہ سارے ملک میں بڑا مقبول ہوتا جا رہا ہے۔ صرف جارجیا میں اسوقت ۵۰ تھیٹر ہیں۔ ازبکستان میں روزانہ ۵۰ سے زائد تھیٹروں میں مختلف ڈرامے دکھلائے جاتے ہیں اور موسیقی کی محفلیں منعقد کی جاتی ہیں۔ ان تھیٹروں میں نہ صرف مقامی ادیبوں کے لکھے ہوئے ڈرامے پیش کئے جاتے ہیں۔ بلکہ شکسپیر گوگل۔ شلر۔ چیخوف اور مارکاتی کے ڈرامے بھی کھیلے جاتے ہیں۔

چودھواں باب

سرخ فوج

فاشستوں کا حملہ

سارے یورپ کو غلام بنانے کے بعد جون ۱۹۴۱ء میں جب ہٹلر نے سویٹ روس پر حملہ کیا تو ساری دنیا کی سویٹ دشمن قوتوں میں شادیانے بجنے لگے۔ اور یہ سمجھا جانے لگا کہ بہت ہی جلد یورپ کے دوسرے ممالک کی طرح سویٹ روس ہٹلر کے زیر نگیں آجائے گا۔ اور پھر تمام دنیا کی فتح کے لئے راستہ صاف ہو جائے گا۔ خود گورنگ نے حملہ کے بعد اپنی ایک تقریر میں بتلایا تھا کہ وہ سویٹ روس پر حملہ کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کی فتح کے راستہ میں جو سب سے بڑی مزاحمت

ہے اس کو دور کیا جائے۔ یوکرین اور قفقاز کے غلہ اور تیل پر
قبضہ کر کے ہندوستان اور مشرق کے لئے راستہ کھول دیا جائے۔
پھر انگلستان اور امریکہ خود ہمارے قدموں پر آ گریں گے" ہٹلر
اور اس کے چیلوں کے یہ خواب روسی جانبازوں نے اپنی بے نظیر
مدافعت اور دلیری سے خاک میں ملا دیئے اور حب الوطنی اور
ایثار کے ایسے نقوش چھوڑے جن کو انسانی تاریخ کبھی فراموش
نہ کر سکیگی۔

سوویٹ یونین پر حملہ کرنے کے لئے ہٹلر نے بڑی تیاریاں کی
تھیں۔ پہلے حملے ہی میں ۱۷۰ مسلح ڈویژن جھونک دیئے
تھے جس میں سے ایک تہائی فوجیں بکتر بند تھیں۔ فرانس
پر حملہ کے وقت صرف گیارہ بکتر بند گاڑیوں اور ٹینکوں کے
ڈویژن استعمال کئے تھے تو ساری دنیا سخت حیرت میں مبتلا
ہو گئی تھی لیکن اس نے سوویٹ یونین پر حملہ کے وقت ایسے ۶۰
ڈویژن جھونکے اور ۲۵ ہزار ہوائی جہازوں کو مصروف جنگ
کر دیا تھا۔ لیکن اس حملہ میں گو وہ چند اہم مقامات پر قبضہ کرنے
میں ضرور کامیاب ہو گیا لیکن جنگ کے دو ہی مہینوں میں
اس کے ۲۰ لاکھ آدمی مرے۔ زخمی ہوئے یا قید ہوئے اور
۱۰ ہزار توپیں۔ ۸ ہزار ٹینک۔ اور ۷۲۰۰ ہوائی جہاز تباہ و برباد
ہو گئے اس کے مقابلہ میں سوویٹ یونین کے ڈیڑھ لاکھ سپاہی

شہید ہوئے۔ ۴ لاکھ ۴ ہزار زخمی ہوئے اور ایک لاکھ سے کچھ اوپر قیدی بنے۔ اور ۵۵۰۰ ٹینک، ۷۵۰۰ توپیں اور ۵۴۰۰ ہوائی جہاز تباہ ہوئے۔ ہٹلر باوجود ان نقصانات کے بے شمار فوجیں ہوائی جہاز اور سامان جنگ برابر جھونکتا گیا اور سخت روسی مزاحمت کے باوجود آگے بڑھتا گیا اور آخر کار ماسکو اور لینن گراڈ پر پہونچکر اس کے سارے خواب چکنا چور ہو گئے۔ اسے یقین تھا کہ اس حملہ میں وہ ماسکو اور لینن گراڈ پر قبضہ کر لے گا۔ اور سارا یوکرین اور قفقاز اس کے زیر نگیں آجائیگا۔ چنانچہ جرمنی سے یہ برابر دعوے ہوتے رہے کہ ساری سرخ فوج اور اس کے ٹینکوں اور ہوائی جہازوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اور جاڑوں سے قبل ماسکو اور لینن گراڈ اس کے قبضہ میں ہونگے۔ لیکن روسی جانباز بھلا اسکو کب گوارا کر سکتے ہیں۔ جیسے ہی کہ دشمن ان شہروں کے قریب پہنچا روسیوں نے سخت جوابی حملہ کر دیا اور سارے ماسکو کے محاذ پر دشمن کو سخت شکستیں دیں۔ اور فاشسٹوں کا یہ گھمنڈ اور طلسم توڑ دیا کہ ان کی قوتیں ناقابل تسخیر ہیں۔

جاڑوں میں شکستوں پر شکستیں اٹھانے کے بعد ۱۹۴۲ء کے موسم گرما میں ہٹلر نے اپنی پوری قوت سے ایک اور شدید حملہ کیا اور اس مرتبہ بجائے پورے محاذ کے ڈان اور شمالی قفقاز کو اپنا نشانہ بنایا۔ اور بڑی سرعت سے اسٹالن گراڈ کے دروازوں

پر پہنچ گیا لیکن اسٹالن گراڈ بھی ماسکو اور لینن گراڈ سے کچھ کم اہم نہیں تھا۔ یہیں پر اسٹالین نے ۱۹۱۸ء میں بیرونی حملہ آوروں کو شکستیں دی تھیں۔ اسٹالن گراڈ کی تسخیر کے معنی ماسکو اور قفقاز کی تسخیر کے تھے۔ ساری جرمن فوجی مشین مسلسل تین ماہ اس آہنی شہر سے ٹکراتی رہی آدھے سے زیادہ شہر پر قبضہ کر لیا لیکن اسے تسخیر نہ کر سکی۔ اسٹالن گراڈ کی تسخیر کے یہ معنی تھے کہ نہ صرف سارا روسی فوجی اور صنعتی نظام خطرے میں آجاتا بلکہ جرمنی کے لئے ہندوستان کا راستہ کھل جاتا اور جاپانی اور جرمن فوجوں کا ہندوستان میں اتصال ہو جاتا — اسٹلین گراڈ نے نہ صرف روسی قوم کو ابدی غلامی سے بچایا بلکہ ساری دنیا کو فاشستوں کی غلامی سے محفوظ کر لیا۔ اسٹلین گراڈ سے انسانی تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوا فاشستی قوتوں کی فتوحات کا زمانہ ختم ہو گیا اور اتحادی فتوحات کی نیو پڑی۔ جب اپنے ۱۰ لاکھ آدمی کٹانے اور ہزاروں ٹنک ہوائی جہاز اور مشین گنیں تباہ کر ڈالنے کے بعد بھی ہٹلر اسکی تسخیر نہ کر سکا تو اب روسی جانبازوں نے پہل اپنے ہاتھ میں لے لی اور ایک ہی حملے میں اسٹالین گراڈ میں تین لاکھ جرمن فوجیں گھیر کر تباہ کر دیں اور سارے قفقاز اور ماسکو اور لینن گراڈ کے علاقوں کو دشمن سے پاک کر دیا۔ اس مرتبہ یہ حملہ جاڑوں کے ختم پر ختم نہیں ہو گیا بلکہ موسم گرما میں بھی اس سے زیادہ

تیزی سے جاری رہا اور نازیوں کا یہ طلسم بھی ٹوٹ گیا کہ انھیں گرمیوں کی لڑائی میں ہمیشہ کامیابی ہوتی ہے۔ چنانچہ جو اقدام اسٹالین گراڈ پر شروع ہوا تھا وہی اقدام آج تین چوتھائی سے زیادہ یوکرین نازی درندوں سے پاک کر چکا ہے اور پولینڈ کے کافی بڑے حصہ پر قبضہ ہو چکا ہے۔ اور وہ دن بہت قریب ہے جبکہ نہ صرف سارا روس دشمن کے ناپاک قدموں سے پاک ہو جائیگا بلکہ سرخ فوجیں خود ہٹلر کے قلعہ کو بھی مسمار کر دیں گی۔

حملہ کے اسباب:۔ ہٹلر نے جب روس پر حملہ کا ارادہ کیا ہے تو اس نے اپنی کامیابی کی امید تین چیزوں پر رکھی تھی ایک تو یہ کہ وہ روس کی تمام دوسری قوتوں کو علٰحدہ کرنے میں کامیاب ہو جائیگا اس لئے کہ وہ جانتا تھا کہ جرمنی دو محاذوں پر لڑکر آج تک کبھی بھی کامیاب نہیں ہوا ہے چنانچہ اس نے ہس کو اسی غرض سے انگلستان بھیجا تھا لیکن انگلستان کے عوام کی ترقی پسند قوتوں کے آگے اسے شکست اٹھانی پڑی اور آج روس برطانیہ امریکہ کا اتحاد پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گیا ہے اور وہ دن دور نہیں ہے جبکہ اسے دوسرے محاذ کا سامنا کرنا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ سرخ فوج اس کے مقابلہ میں بہت کمزور ہے اور اسے وہ آسانی سے ختم کر سکیگا۔ تیسرے اگر سرخ فوج کو سخت شکستیں دی جائیں تو روس کی مختلف قومیتیں مرکز کے خلاف اٹھ کھڑی ہوں گی۔ لیکن اس کے یہ اندازے

جسقدر بھی غلط ثابت ہوئے ہیں واقعات خود اس کے شاہد ہیں۔
ہٹلر نے اپنی ان امیدوں کے پورا کرنے کے لئے اس کی کوشش
کی تھی کہ سرخ فوج کو غذا اور صنعتی پیداوار سے محروم کر دیا جائے چنانچہ
ابتدائی دو سالوں میں اس نے پوری توجہ لوکرین ڈان اور ڈونیز کے
علاقوں پر رکھی اور ان علاقوں کی صنعتوں اور زراعت سے سرخ
فوج کو بالکل محروم کر دیا لیکن۔ اسے شاید یہ نہیں معلوم تھا۔ کہ اسٹالین
اور ان کے ساتھیوں نے اس کی پیش بینی کر لی تھی اور یورال اور مشرقی
ایشیائی علاقوں میں اتنی صنعتی اور زرعی ترقی دی تھی کہ سرخ فوج کبھی بھی ہتیار
اور غذا سے محروم نہیں ہو سکتی تھی۔ اس کے علاوہ مغربی علاقوں کی اکثر
صنعتیں دور مشرقی علاقوں میں منتقل کر دی گئی تھیں۔ دوسری چیز ہٹلر
نے یہ اختیار کی کہ ایک دم بہت بڑی فوجوں اور بکتر بند ڈویژنوں
سے روس پر حملہ کیا تاکہ سرخ فوجوں کو نہ سنبھلنے کا موقع ملے اور نہ
زیادہ تعداد میں مسلح اور محفوظ فوجوں کی تیاری کا موقعہ ملے۔ لیکن
روسی ہائی کمانڈ اس جنگ کی نوعیت سے واقف تھا اور محاذ جنگ
سے دور سائبریا اور دوسرے علاقوں میں اس نے فوجوں کی تعلیم و تربیت
کا کام برابر جاری رکھا۔ تیسری اور سب سے اہم چیز پانچویں کالم کا
مہیا کرنا تھا۔ ہٹلر نے پورے یورپ پر جو قبضہ کیا تھا اس میں اس کا سب
بڑا ہتیار یہ پانچواں دستہ تھا اسے ہر ملک میں ایسے لوگ ضرور
مل جاتے تھے جو اپنی حکومت اور اپنے نظام سے غیر مطمئن ہوتے تھے

اور ملک سے غداری کر کے دشمن کا ساتھ دیتے تھے اور اس کے حملے کے وقت اپنے ملک کی فوجوں اور ہتھیاروں کے ذخایر کو نقصان پہونچاتے تھے اور دشمن کو ضروری معلومات بہم پہونچاتے تھے لیکن روس میں ایسے ایک شخص بھی ایسا نہ ملا جو اپنے ملک اور اپنے نظام کا مخالف ہو بلکہ ہر شخص اپنے وطن کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے پر آمادہ تھا۔
نازی فوجوں نے اس کی بھی کوشش کی تھی کہ بڑی بڑی مسلح فوجوں کی مدد سے ایسے بڑے بڑے حملے کئے جائیں کہ روسی ہائی کمانڈ کو اپنی تمام محفوظ فوجیں اور ہتیار جنگ میں مصروف کرنے پڑیں لیکن سرخ فوجوں نے جرمنوں کی اس چال کو بھی سرسبز نہ ہونے دیا۔ سرخ فوجیں اپنی دفاعی جنگ کے زمانہ میں کبھی بھی کھلے میدانوں میں نہیں لڑیں بلکہ ہمیشہ قلعہ بند شہروں میں لڑیں۔ چنانچہ تمام بڑی لڑائیاں مینک۔ کیف۔ اڈیسہ۔ سبستاپول۔ خارکوف۔ لینین گراڈ۔ اسمولینسک رژیف۔ روسٹوف۔ ورونیش۔ اور اسٹالین گراڈ پر ہوئیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ سرخ فوج نقصان سے بڑی حد تک محفوظ رہی۔
اور اس کے برعکس نازی فوجوں کو سخت نقصان اٹھانا پڑا۔ بلکہ انھیں اپنی محفوظ فوج اور ہتھیار جھونکنے پڑے آخری اور سب سے وحشیانہ حربہ اس نے یہ اختیار کیا کہ مفتوحہ علاقوں کے باشندوں پر انتہائی سخت مظالم ڈھانے شروع کئے۔ لاکھوں کو غلامی کی زنجیروں میں کس کر جرمنی منتقل کر دیا۔ اور جو بچ رہے انھیں طرح طرح کی اذیتیں

دی شروع کیں اور انتہائی انسانیت سوز برتاؤ ان کے ساتھ شروع کیا تاکہ ان کی اخلاقی حالت کو انتہائی گرا دیا جائے اور انکو اپنا آلہ کار بنا لیا جائے۔ لیکن نازی وحشیوں کو اس میں بھی کامیابی نہ ہو سکی۔

سرخ فوج کا نظام سرخ فوج نے اصل میں ۱۹۱۷ء کے انقلاب میں جنم لیا تھا جبکہ نو قائم شدہ سوویٹ حکومت کے سامنے مخالف انقلاب قوتوں اور بیرونی حملہ آوروں کے خلاف مدافعت کا مسئلہ درپیش ہوا۔ یہ فوج زار شاہی کے باقی ماندہ سپاہیوں اور مزدور اور کسان نوجوانوں پر مشتمل تھی۔ انقلاب کی کامیابی کے بعد سرخ فوج کی نئے سرے سے تنظیم کی گئی۔ اور اس کے لئے بے شمار صنعتی مرکز قائم کئے گئے تاکہ ہر قسم کے حملہ آور کا آسانی کے ساتھ مقابلہ کیا جا سکے۔

سرخ فوج کی حقیقی تعداد کا تو کوئی شخص اندازہ نہیں کر سکتا لیکن ۱۹۳۸ء میں نازی فوجی قیدیوں کا اندازہ تھا کہ روسی محفوظ فوج کی تعداد ایک کروڑ اور ایک کروڑ ۳۰ لاکھ کے درمیان تھی۔ جنگ شروع ہونے سے قبل اندازہ کیا گیا تھا کہ ۷۰ لاکھ پہلے درجہ کے سپاہی تھے اور ۶۰ لاکھ محفوظ سپاہی۔ جن میں سے ۱۵ لاکھ محفوظ سپاہی مشرق بعید میں متعین رہتے ہیں۔ اسکے علاوہ محنت اور دفاع کی ایک تنظیم ہوتی ہے جس میں دونوں اصناف کے درکرور کے اوپر اراکین تھے۔ یہ رائفل اور مشین گن چلانے سے واقف ہوتے ہیں

اور شہروں اور گلیوں کی لڑائی میں مہارت رکھتے ہیں۔ ان میں سے کافی بڑی تعداد ہوائی جہاز چلانے اور چھتریوں کے ذریعہ ہوائی جہازوں سے کود کر دشمن پر سخت حملہ کرنے میں ماہر ہوتی ہے جنگ چھڑنے کے بعد اسٹالین کے حکم سے ۱۶ اور ۶۰ سال کے ہر مرد اور عورت پر فوجی تربیت لازمی قرار دی گئی ہے۔ اور تمام صنعتوں اور مزرعوں میں تمام ٹکنیکل اور دوسری خدمات پر عورتیں آتی جاتی ہیں۔

سنہ ۱۹۴۰ء تک سرخ فوج۔ سرخ ہوائی بیڑے اور سرخ سمندری بیڑے کی کمان مارشل وارو شلوف کے تحت تھی جو دفاعی کمیسار بھی تھے اور سپہ سالار اعظم بھی تھے۔ سنہ ۱۹۴۰ء کے بعد مارشل وارو شلوف کے تحت جنگی صنعتیں بھی کر دی گئیں اور مارشل ٹیموشنکو کو ان کے تحت سپہ سالار کر دیا گیا جس کی وجہ سے صنعتی پیداوار اور فوجی ضروریات میں ہم آہنگی پیدا ہو گئی۔ جنگ شروع ہونے کے بعد ایک فوجی ہائی کمانڈ قائم کر دیا گیا۔ جس کے صدر مارشل اسٹالن ہیں اور جس کے اراکین مارشل وروشلوف۔ مارشل زخوف۔ مارشل شپشنخوف۔ مارشل وینر یلیوسکی۔ مارشل نوی کاف۔ اور مارشل وارونوف ہیں۔ ویز یلیوسکی یہ چیف آف دی اسٹاف بھی ہیں۔ اور یہی ہائی کمانڈ پوری فوجی کارروائی کے خاکے بناتا ہے انکی تنظیم کرتا ہے اور انکو روبہ عمل لاتا ہے۔ سرخ جنگی نظام میں سرخ فوج کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اور سرخ فوج میں پیدل سپاہیوں کو بنیادی مقام حاصل رہتا ہے۔ سویٹ یونین

میں بے شمار نئی نئی مشینیں ایجاد ہو رہی ہیں لیکن ایجادات میں کبھی اس حقیقت کو نظروں سے اوجھل نہیں ہونے دیا جاتا کہ حقیقی جنگ میں لقیفہ کن عنصر رائفل اور سنگینوں والے پیادہ سپاہی ہوتے ہیں تمام آلات جنگ خواہ ہوائی ہوں یا میدانی سب انکی مدد کے لئے بنائے جاتے ہیں۔

سرخ فوج کی پیادہ ڈویژن دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور ہوتی ہے اور عام طور پر ۱۸ ہزار سپاہیوں پر مشتمل ہوتی ہے اور اسکی مدد کے لئے جتنے ٹینک۔ ہوائی جہاز اور توپیں ہوتی ہیں اتنی جرمن ڈویژن میں بھی نہیں ہوتیں۔ میدان جنگ میں جہاں پیادہ فوج لڑتی ہے وہاں تمام بکتر بند ڈویژن اسی فوج کی کمان میں ہوتے ہیں۔ ابتدائی زمانہ میں پیدل فوج کو اسقدر مرکزی اہمیت دینے پر جرمنی ہائی کمانڈ والے مذاق اڑاتے تھے لیکن تاریخ نے روسی ہائی کمانڈ کے نقطہ نظر ہی کو درست ثابت کیا

یوکرین اور دوسرے میدانی علاقوں میں سوار فوج بھی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ ۱۹۳۹ء میں روس کے پاس جسقدر سوار فوج تھی اتنی جرمنی۔ فرانس۔ اٹلی اور پولینڈ کے پاس ملا کر بھی نہیں تھی۔ ان سوار دستوں کی امداد پر موٹریں۔ ٹینک اور توپ خانے بھی ہوتے ہیں لیکن یہ بہت ہلکے استعمال کئے جاتے ہیں تاکہ سواروں کی تیز رفتاری کا ساتھ دے سکیں۔

گزشتہ دو سال میں سرخ فوج کے توپ خانے نے بھی بڑی اہمیت

حاصل کر لی ہے خصوصاً اسٹالین گراڈ کے اطراف کے حملہ میں اور گزشتہ موسم گرما میں کرسک اور یورال کے علاقوں میں جرمنی کے گرمائی حملہ کو شکست دینے میں روسی توپ خانے نے غیر معمولی حصہ لیا ہے۔ دفاع اور حملہ دونوں میں روسی توپ خانہ پیدل افواج کے ساتھ لڑائی کے سب سے آگے کی صفوں میں پہنچ جاتا ہے۔ گو کہ یہ طریقہ تمام دنیا کے طریقہ جنگ سے مختلف ہے لیکن اس کے نتائج اتنے غیر معمولی نکلے ہیں کہ آج سرخ فوج نے اس طریقہ کو اور وسعت دیدی ہے اور بڑی بڑی توپیں انتہائی تیز رفتار گاڑیوں میں آج ہر میدان جنگ میں پیادہ سپاہیوں کی مدد پر نظر آتی ہیں اور ہزاروں نازی سپاہیوں اور انکے ٹینکوں کو خاک میں ملا دیتی ہیں۔

سویٹ فوجیں ٹینکوں کو اتنی زیادہ اہمیت نہیں دیتیں جتنی کہ دوسرے اسلحہ کو لیکن حملہ کے وقت یہ بہت کارآمد ہوتے ہیں۔ خاص طور سے ایسی صورت میں جبکہ تیز رفتار توپ خانہ پیدل فوج اور ہوائی دستوں کی کافی امداد ہو۔ سویٹ یونین میں جس طرح حیرت انگیز قوت کی دوسری نئی نئی مشینیں بنتی جاتی ہیں، اسی طرح ٹینکوں کی ساخت ان کی رفتار اور گولہ باری کی قوت میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ چنانچہ نازی اسکی شکایت کرتے ہیں کہ امن کے زمانے میں سرخ میدان میں جن روسی ٹینکوں

کی پریڈ ہوتی تھی وہ اس سے بہت زیادہ گھٹیا ہوتے تھے جو میدان جنگ میں استعمال ہو رہے ہیں۔ سرخ فوجوں نے اس معاملہ میں بڑا دھوکہ دیا ہے۔

دنیا میں سرخ فوج ہی ایسی فوج ہے جس کے پاس بڑے دریائی ٹینکوں کے بے شمار دستے ہیں جو خشکی میں جس آسانی سے چل سکتے ہیں اسی آسانی سے نہروں اور جھیلوں میں تیر بھی سکتے ہیں۔ اور بھاگنے والے دشمنوں کے لئے دریاؤں کا پار کرنا ناممکن بنا دیتے ہیں۔

ہوائی چھتری کی فوج کا تو ذکر ہی بیکار ہے اس لئے کہ اس قسم کی فوج کا تخیل ہی سب سے پہلے روس میں پیدا ہوا اور سب سے زیادہ یہیں اسکو ترقی دی گئی۔ جنگ سے پہلے بے شمار کلبوں سے ملحق ہوائی چھتریوں کی مشق گاہیں قائم تھیں اور لاکھوں آدمی اس کی تعلیم حاصل کرتے تھے۔ اس جنگ میں سرخ ہوائی چھتری بازوں نے غیر معمولی کارنامے انجام دیئے ہیں اور دشمن کے عقب میں اتر کر بہت سخت نقصانات پہنچائے ہیں۔ ان سپاہیوں میں کافی بڑی تعداد عورتوں کی بھی ہے۔

سرخ ہوائی فوج کے ذمہ تین کام ہیں۔ ایک سرخ فوج اور سرخ سمندری بیڑے کی مدد کرنا۔ دوسرے دشمن کے دور دراز اہم مقامات پر بمباری کرنا اور تیسرے اہم مقامات کو دشمن کی بمباری

سے محفوظ رکھنا۔

سرخ ہوائیہ میں مقابلتاً زیادہ ذہین اور تعلیم یافتہ نوجوان لئے جاتے ہیں۔ گزشتہ جنگ عظیم کے بعد ہی سے روس میں بے شمار ہوائی کلب قائم کردیے گئے تھے۔ جہاں نوجوان شوقیہ ہوابازی سیکھتے ہیں۔ سرخ ہوائیہ کے لئے ان کلبوں میں سے بے شمار نوجوان لئےجاتے ہیں۔ سرخ فوج کے ہوائی جہازوں کی ساخت اور انکی غیر معمولی ٹیکنیکل خوبیاں آئے دن دشمنوں سے بھی خراج تحسین حاصل کیا کرتی ہیں۔ انقلاب کے بعد سویٹ حکومت نے یہ محسوس کیا کہ چونکہ اس کے مقاصد میں سامراجیت اور ملک گیری نہیں ہے اس لئے کسی بڑے سمندری بیڑے کی ضرورت نہیں ہے صرف ساحلی دفاع کے لئے آبدوزوں اور تارپیڈو کشتیوں کا بیڑا کافی ہے۔ چنانچہ ابتدائی سالوں میں کوئی بڑے سمندری جہاز نہیں بنائے گئے۔ بعد میں اس پالیسی کی غلطی کا احساس ہوا اس لئے کہ کسی بیرونی حملہ کی صورت میں دوسرے ممالک سے تعلقات رکھنے کے لئے سمندری راستے کھلے رکھنے ضروری ہوتے ہیں اور اس کے لئے بڑے بیڑے کی ضرورت ہے اس کا احساس اسوقت اور بھی زیادہ ہوا جبکہ روس نے اسپین کو مدد بھیجنے کی کوشش کی۔ اس کے بعد سے سمندری بیڑے پر کافی توجہ کی گئی ہے۔

خصوصیات:۔ سرخ فوج کی تربیت کی بنیاد دوسری قوموں

کی نفرت پر نہیں رکھی جاتی بلکہ اسکی بنیاد دوسری قوموں کی محبت اور اخوت پر رکھی جاتی ہے۔ اس خصوصیت کے متعلق اسٹالین نے کہا ہے "سرخ فوج کی قوت اس حقیقت میں پوشیدہ ہے کہ ابتدائی زمانہ میں اس کی تربیت بین الاقوامیت کے اصول پر ہوی ہے۔ اس کی تربیت اس اصول پر ہوی ہے کہ دوسری قوموں کی عزت کی جائے۔ تمام دنیا کے محنت کشوں کی عزت کی جائے ان سے محبت کی جائے۔ اور مختلف قوموں میں امن وامان پیدا کیا جائے"
سرخ فوج کے کمانڈر بھی دنیا کی دوسری فوجوں کے کمانڈروں سے مختلف ہوتے ہیں۔ دوسری جگہ ان کا انتخاب نوابوں جاگیرداروں اور زمینداروں میں سے ہوتا ہے۔ سرخ فوج میں ترقی صرف صلاحیت اور قابلیت کی بنا پر دیجاتی ہے کسی قومیت وغیرہ کا کوئی لحاظ نہیں ہوتا۔ جس شخص کو بھی فوجی خدمت سے دلچسپی ہے وہ اپنے کو ٹریننگ اسکول میں پیش کر سکتا ہے۔ صرف ثانوی تعلیم کی شرط پوری کرنی ہوتی ہے لیکن فوجی افسروں کے انتخابات میں نیچے کے سپاہیوں کو ترجیح دی جاتی ہے ایک درجہ سے دوسرے درجہ میں ترقی کے وقت اس کا خیال رکھا جاتا ہے کہ پہلے درجہ میں کم از کم دو سال خدمت انجام دی ہو۔ لیکن غیر معمولی صورتوں میں یہ اصول نہیں برتا جاتا ہے۔ اسوقت بے شمار جنرل ایسے ہیں جو ابھی تیس سال کے ہیں۔ خود روسی ہائی کمانڈ میں اکثریت

ایسے مارشلوں کی ہے جو پچاس سے کم ہیں۔ کرنل جنرل راکوسوسکی جو محاذ ڈان کے کمانڈر انچیف تھے۔ جنھوں نے اسٹالن گراڈ کی مدافعت کی تھی اور اب سفید روس کے محاذ پر فوجوں کی کمان کر رہے ہیں صرف ۴۰ سال کے ہیں۔

سرخ فوجی افسروں کی تعلیم و ٹریننگ اسکولوں سے نکلکر آنے کے بعد ختم نہیں ہو جاتی بلکہ اصل میں اس کے بعد شروع ہوتی ہے۔ ہر یونٹ کے لئے ایک خاص دن مقرر ہوتا ہے جسدن سینیر افسر جونیر افسر کو تمام اہم مسائل پر لیکچر دیتے ہیں بحث مباحثے ہوتے ہیں اور تازہ ترین کتابیں مطالعہ کے لئے مہیا کی جاتی ہیں۔ افسر جو اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں انکے لئے بے شمار اعلیٰ قسم کی اکادمیاں قائم ہیں جن میں ہر قسم کی ٹکنیکل تعلیم دی جاتی ہے۔ یہ افسر فوجی تعلیم کے ساتھ ساتھ سیاسی اور معاشرتی اور معاشی مسائل پر بھی مطالعہ جاری رکھتے ہیں اور زندگی کے کسی شعبہ سے بھی منقطع ہونے نہیں پاتے۔

سرخ سپاہی دنیا کی دوسری فوجوں کی طرح جاہل لنڈہ نا تراش نہیں ہوتے۔ سنہ ۱۹۴۰ء میں سرخ فوج کا ۵ء۳۵ فیصدی حصہ ایسا تھا جو اعلیٰ ثانوی تعلیم حاصل کر چکا تھا۔ ۵ء۵۵ فیصدی حصہ ابتدائی تعلیم ختم کر چکا تھا اور صرف ۹ فیصدی حصہ ایسا تھا جس نے صرف چوتھے درجہ تک تعلیم پائی تھی۔ بے پڑھا لکھا ایک شخص بھی نہیں تھا۔

اگر کوئی نوجوان فوج میں ایسا آجاتا ہے جو پڑھنا لکھنا نہیں جانتا
تو فوراً اس کی تعلیم کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ ملک کے مختلف حصوں
میں بے شمار کلب قائم ہیں جن میں ہوائی جہاز اڑانے بندوق
چلانے۔ ہوائی چھتریوں سے کودنے اور اسی قسم کے بے شمار مشاغل
کا انتظام کیا جاتا ہے اور اس لئے جب نوجوان فوج میں شریک
ہوتے ہیں تو اکثر ان چیزوں سے کافی واقف ہوتے ہیں۔ سرخ
فوج اور عوام میں گہرا ربط ہوتا ہے۔ سرخ فوج چونکہ عوام کی دشمن نہیں بلکہ
دوست ہوتی ہے ان کی محافظ ہوتی ہے اس لئے انکو عوام سے
خاص محبت ہوتی ہے۔ وہ سرخ فوج کے سپاہیوں کو خاص طور سے
اپنی مختلف سرگرمیوں میں مدعو کرتے ہیں۔ سرخ فوج کے سپاہی اپنے
ملک کی ہر قسم کی معاشی۔ سیاسی اور معاشرتی سرگرمیوں میں آزادانہ
شریک ہو سکتے ہیں۔ اپنے شہر کی انجمنوں کے رکن بن سکتے ہیں اور
سوویٹس کے انتخابات میں شریک ہو سکتے ہیں اور خود رکنیت کے لئے
کھڑے ہو سکتے ہیں۔ ہزاروں سرخ سپاہی ملک کے مختلف
معاشی اور معاشرتی اداروں کے سرگرم رکن اور عہدہ دار
ہیں۔ سرخ فوج اور سرخ بیڑے ایک مثالی اسکول اور تربیت
گاہیں ہیں جو دوسرے لوگوں کو حب الوطنی اور سیاسی بیداری کی
تعلیم دیتی ہیں۔ یہ اعلیٰ پیمانے کے معاشی مدرسے ہیں جہاں ہر سال
ایسے آدمیوں کو تربیت دی جاتی ہے۔ جو زمانہ امن میں ٹریکٹرز

اور دوسری زرعی مشینیں چلا سکتے ہیں اور پنچایتی کھیتوں کے اچھے منتظم بن سکتے ہیں۔

سرخ فوجوں کے تمام مرکزوں سے ملحق کتب خانے اور کلب ہوتے ہیں جہاں پر ہر قسم کی معاشرتی دلچسپیاں میسر آتی ہیں اور تمام سائنسوں اور ادب سے متعلق تازہ ترین کتابیں۔ رسالے اور اخبار مہیا کئے جاتے ہیں۔ جنگ شروع ہونے سے قبل ۲ ہزار سرخ فوج کے کلب تھے۔ اور ۳۰۰ معاشرتی مرکز جہاں تھیٹر۔ سینما۔ ناچ گھر کتب خانے اور تفریح کے بے شمار سامان مہیا کئے جاتے تھے۔ اور اور ان میں فنون لطیفہ اور دوسری معاشرتی سرگرمیوں کا خاص ذوق پیدا کیا جاتا ہے۔

سوویٹ حکومت سرخ فوج کی سیاسی تعلیم کو غیر معمولی اہمیت دیتی ہے اس کا یہ عقیدہ ہے کہ لڑنے والے سپاہی میں اگر یہ احساس اور شعور نہ ہو کہ وہ کس مقصد کے لئے لڑ رہا ہے تو لڑائی کی ٹکنک اپنا آدھا اثر کھو دیتی ہے اور جو لوگ کسی خاص مقصد کے لئے لڑتے ہیں تو انکے ہاتھ میں ٹکنک کا اثر دوہرا ہو جاتا ہے

سرخ فوج کی ابتدا سے سیاسی کمیساروں کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے۔ اور ہر یونٹ کے ساتھ ایک افسر تربیت کے لئے متعین ہوا کرتا ہے۔ جنگ کے دوران میں اس خدمت کو برخواست کر دیا گیا ہے اس لئے کہ اب تقریباً سب افسر اور اکثر سپاہی سیاسی نقطہ نظر سے اعلیٰ تربیت یافتہ ہیں۔

سرخ فوج کی داستان بالکل نامکمل رہے گی اگر دشمن کے عقب میں لڑائی جاری رکھنے والے گریلا دستوں کا ذکر نہ کیا جائے جرمنی کے روس پر حملہ کے بعد اسٹالن نے ۳ر جون ۱۹۴۱ء کو اپنی ریڈیو پر تقریر میں کہا تھا "ان علاقوں میں جن پر دشمن کا قبضہ ہو جائے پیدل اور سوار گوریلا دستے بنائے جائیں۔ جو دشمن کا مقابلہ کریں ہر جگہ گریلا جنگ پھیلا دیں۔ ان کا کام ہو گا کہ دشمن کے عقب میں پل اڑا دیں سڑکیں تباہ کر دیں۔ ٹیلیفون اور تار برقی کو منقطع کر دیں۔ اور گوداموں اور ذرائع نقل و حمل کو تباہ و برباد کر دیں۔ مقبوضہ علاقوں میں حالات دشمن کے لئے ناقابل برداشت بنا دئیے جائیں۔ قدم قدم پر دشمن کے دستوں کو گھیر کر فنا کیا جائے اور انکی تمام چالوں اور تیاریوں کو تباہ کر دیا جائے۔" اسٹالین کی ان ہدایات پر مقبوضہ علاقوں میں آج تک یہ جانباز لاکھوں جرمنوں کو موت کے گھاٹ اتار چکے ہیں اور بہادری اور جاں نثاری۔ ایثار۔ اور وطن سے محبت کے ایسے نقوش چھوڑے ہیں جن کو انسانی تاریخ کبھی فراموش نہ کر سکیگی۔ اور جس پر انسانیت ہمیشہ ناز کرے گی۔

حصہ سوم

معاشرتی زندگی

"روس کے بہادرو! ہم نے فخر کے ساتھ حیرت و استعجاب کی نگاہوں سے تمہارے شاندار کارناموں کے اس معجزے کو دیکھا جو تم نے ۲۵ برس کی مختصر سی مدت میں انجام دیا ہے۔ انسانی ترقی کی تاریخ میں یہ مدت وقت کی نبض کی صرف ایک جنبش کے برابر ہے۔ تم نے ایک شکستہ حال سلطنت کے کھنڈروں پر اپنے خون اور پسینے سے، اپنی عظیم الشان قربانیوں سے، اپنی ناقابل شکست امید اور مستحکم یقین کے جذبہ سے ایک شاندار جمہوری دنیا تعمیر کی ہے۔ تم نے بدحال اور خاک نشین کسانوں کو آزادی کی بلندی پر پہنچا دیا ہے تم نے انسانیت کی اس مٹی کو جمع کر کے جو سالہا سال سے روندی جا رہی تھی ایسے سورماؤں کی تخلیق کی جو آج دنیا کی آزادی اور تمدن کے مجاہد اور پاسبان ہیں۔"

(سروجنی نائیڈو)

پندرھواں باب

تعلیم و تربیت

انقلاب سے قبل:- زار شاہی میں یوں تو لاکھوں انسان انتہائی کس مپرسی۔ جہالت اور افلاس کا شکار تھے لیکن چھوٹے بچے جس تباہ حالی اور انتہائی غیر صحت بخش، ماحول میں رہتے تھے اس کی مثال صرف افریقہ اور مشرقی ممالک ہی میں مل سکتی ہے۔ یہاں ہر سال لاکھوں بچے اچھے دودھ اور غذا کی عدم میسری اور سیکڑوں قسم کی بیماریوں کا شکار ہو کر موت کے گھاٹ اتر جایا کرتے تھے۔ عوام ایک طرف انتہائی مفلس اور فلاکت زدہ تھے۔ دوسری طرف جہالت اور توہمات کا شکار تھے اور سب سے کم توجہ اپنے بچوں پر کرتے تھے۔

روسی علاقوں میں شہروں کے سوا اولاً مدرسے تھے ہی کم اور جو تھے بھی ان میں بیچارے مدرسین زار شاہی کے پولیس کے سپاہیوں اور بڑے زمینداروں کے ظلم و تعدی کا شکار تھے۔ دیہاتوں میں مدرسوں کی باقاعدہ عمارتیں تک نہ تھیں۔ بستی سے باہر کسی بوسیدہ عمارت میں مدرسے قائم کئے جاتے تھے۔ جن میں پانچ پانچ میل کے فاصلہ سے بچے پڑھنے آتے تھے۔ بارش میں کیچڑ اور دلدل سے بھری ہوئی سڑکوں پر سے گذرتے ہوئے پانی میں بھیگتے اسکول جاتے اور جاڑوں میں سخت سردی میں چیتھڑے لگائے میلوں چل کر آتے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ صرف چار پانچ فیصدی آدمی پڑھے لکھے تھے۔

سنہ ۱۹۱۴ء کی جنگ نے جہاں سارا معاشی توازن بگاڑ دیا تھا وہاں پورا تعلیمی نظام بھی درہم برہم کر دیا تھا لوگوں کا افلاس اور زیادہ بڑھ گیا تھا۔ جس کی وجہ سے وہ بچوں کو مدرسوں سے نکال کر روزگار میں لگانے لگے۔ اکثر مدرسے آہستہ آہستہ بند ہو گئے جو رہ گئے ان میں لڑکوں کی تعداد بہت کم ہو گئی۔

انقلاب کے بعد انقلاب کے بعد ابتدائی سالوں میں گو کہ سارے ملک کا معاشی نظام درہم برہم ہو چکا تھا۔ ملک اندرونی خانہ جنگی اور بیرونی حملوں کا شکار تھا۔ اس پر بھی نئی سوویٹ حکومت نے اس جانب غیر معمولی توجہ کی۔ اور ایک حکم عام کے ذریعہ تمام اچھی عمارتیں مدرسوں کے لئے حاصل کر لی گئیں۔ بے شمار نئے نئے مدرسے ہر جگہ قائم کر دیئے گئے۔ ہر قوم کو اپنی زبان میں تعلیم حاصل کرنیکا

حق دیدیا گیا۔ اور ملک کے ہر حصہ میں کنڈر گارٹن۔ نرسریز۔ مدرسے
اور کالج قائم کئے جانے لگے۔ عوام میں اتنا جوش وخروش پیدا کر دیا
گیا کہ پچاس ساٹھ سال کے بوڑھوں کو بھی تعلیم حاصل کرنیکا شوق ہو گیا
چنانچہ انقلاب کے بعد کے بیس سالوں میں تقریباً ۴ کروڑ بالغوں کو لکھنا
پڑھنا سکھلایا گیا۔

انقلاب کے چند سال بعد جب سویٹ یونین کی صنعت اور زراعت
میں غیر معمولی ترقی ہوئی تو لوگوں کی معاشرتی زندگی میں بھی انقلاب
ہونے لگا۔ اور ضرورت اس کی محسوس ہونے لگی کہ تعلیم نہ صرف عام کر دی
جائے بلکہ لازمی کر دی جائے۔ چنانچہ ۱۹۳۱ء سے پورے ملک میں
ابتدائی تعلیم لازمی قرار دیگئی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ روسی مدرسوں
میں ۱۹۱۴ء کے ۸۰ لاکھ پڑھنے والوں کے مقابلہ میں ۱۹۳۹ء میں تعداد
۴ کروڑ ۷۰ لاکھ کے قریب ہو گئی۔ ثانوی مدارس کے طلبا کی تعداد
۱۰ لاکھ کی جگہ ایک کروڑ ۲۰ لاکھ ہو گئی اور جامعات اور کالجوں کے
طلبہ کی تعداد ایک لاکھ کے مقابلہ میں ۵ لاکھ ہو گئی۔ اور ۲۰ لاکھ
اسکولوں اور کالجوں کی نئی عمارتیں تعمیر ہو گئیں۔

تیسرے پنجسالہ نظام العمل کے تحت شہروں میں ثانوی تعلیم اور دیہاتوں
میں آٹھویں جماعت تک تعلیم لازمی قرار دیدیگئی۔

تعلیمی ترقی میں پس ماندہ مشرقی علاقوں کی رفتار بے حد تیز رہی
اس لئے کہ انقلاب سے قبل وہاں مشکل سے ایک فیصدی بھی پڑھے لکھے

نہیں ملتے تھے۔ ان مشرقی علاقوں میں بعض تو ایسے پس ماندہ تھے کہ ان کا اپنا کوئی رسم الخط ہی نہیں تھا۔ ایسی قوموں کے لئے آسان لاطینی خط میں۔ مقامی زبانوں میں کتابیں لکھوائی گئیں اور انھیں کے ذریعہ تعلیم کی ابتدا کی گئی۔ چنانچہ ۱۹۳۰ء میں پورے ملک میں ۶۰ زبانوں میں تعلیم دی جاتی تھی۔ ان علاقوں کیلئے چونکہ اعلیٰ درجوں کے لئے کتابیں تیار کروانا اور اصطلاحیں بنوانا استقدر جلد دشوار تھا اس لئے روس خاص۔ یوکرین۔ سفید روس۔ جارجیا اور آرمینیا وغیرہ کے سوا دوسری یونین جمہوریتوں میں اعلیٰ تعلیم ابھی تک روسی زبان میں دی جاتی ہے۔ جیسے ہی مقامی زبانوں میں سائنس اور دوسرے ٹکنیکل مضامین پر کتابیں تیار ہو جائنگی۔ تو یہاں بھی اعلیٰ تعلیم کا ذریعہ اس علاقے کی اپنی زبان کو بنا دیا جائیگا۔

نظام تعلیم :۔ سویٹ یونین میں ابتدائی زمانے میں یہ جذبہ بہت عام تھا کہ سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ سماج سے بالکل قطع تعلق کر لیا جائے اور نئے نظام میں پچھلے سماج کی کوئی چیز باقی نہ رہنے دیجائے چنانچہ تعلیمی تنظیم میں بھی یہی رجحان بہت زیادہ غالب رہا۔ اور سویٹ ماہرین تعلیم نے اس کی کوشش کی کہ زار شاہی عہد کے نظام تعلیم کو بالکل ختم کر کے نیا نظام رائج کیا جائے۔ اس کے لئے انھوں نے امریکہ سے مدد لی اور وہاں کے نظام تعلیم میں کچھ تبدیلیاں کر کے اپنے یہاں رائج کر لیا۔ ان میں سے کمپلکس متھڈ (Complex

بہت مقبول رہا جو بعد میں ترقی پاکر پروجکٹ میتھڈ (PROJECT
اور اس کے بعد ڈالٹن کا نظام ہو گیا۔ جامعات میں لکچر کے ذریعہ تعلیم
کا طریقہ بالکل ترک کر دیا گیا۔ اور جماعتی عملی طریقہ (BRIGADE
LABORATORY METHOD) رائج کیا گیا۔ جس میں چار
پانچ طالب علموں کے گروہ علیحدہ علیحدہ مطالعہ کرتے ہیں اور وقتاً
فوقتاً اپنے استاد یا پروفیسر سے مدد لیتے ہیں۔ امتحانات کا طریقہ بھی پورے
نظام سے مٹا دیا گیا۔ کسی جامعہ میں شرکت کے لئے طالب علم کیواسطے
اتنا کافی سمجھا جاتا تھا کہ وہ کسی مزدور یا کسان کا لڑکا ہو۔ مدرسوں
میں ہر قسم کے تجربے کئے جاتے تھے۔ لڑکے اس کا تصفیہ کرتے تھے کہ اب
کس قسم کے تجربات کرنے چاہیں۔ اور معلومات حاصل کرنے کے لئے
کہاں جانا چاہیئے۔

ابتدائی زمانے میں سب سے بڑی ضرورت یہ محسوس کی جاتی
تھی کہ موجودہ نسل کو کسی طرح اشتراکی ذہنیت کا بنایا جائے۔ اس زمانے
کے استاد عام طور پر پرانے نظام کی یادگار تھے۔ سویٹ نظام کے
مخالف تھے۔ اور اس لئے یہ نظریہ عام طور پر مقبول تھا کہ لڑکوں کو
نہ صرف اپنے میں تنظیم پیدا کرنی چاہیئے بلکہ استاد کو بھی ان کے زیر اثر
رہنا چاہیئے۔ یہ چیز عام تھی کہ شاگردوں کی رپورٹ پر استاد برطرف
کر دیئے جاتے تھے۔ اکثر صورتوں میں تو مدرسے لڑکے چلاتے تھے۔
ہر اسکول کا ایک صدر اور ایک ناظم ہوتا تھا۔ صدر کا انتخاب تعلیمی

قابلیت کے لحاظ سے ہوتا تھا اور ناظم کا انتخاب سیاسی بصیرت کے لحاظ سے۔ اکثر اسکو تعلیمی مسائل سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا۔ مدارس کی اس آزادی کو اس زمانے میں تمام دنیا کے ماہرین تعلیم بُرا سراہتے تھے اور اسے مشعل راہ سمجھتے تھے لیکن خود سویٹ حکومت اور کمیونسٹ پارٹی کے ارکان اس سے مطمئن نہیں تھے۔

۱۹۲۸ء میں جب پہلے پنجسالہ نظام العمل کا آغاز ہوا جس نے ملک کے سامنے صنعتی ترقی کا بہت ہی وسیع پروگرام پیش کیا تو اسکی ضرورت پیش آئی کہ ٹکنیکل تعلیم پائے ہوئے زیادہ سے زیادہ نوجوان مہیا کئے جائیں۔ اس کی وجہ سے ملک کے نظام تعلیم پر بھی اثر پڑا اور کارل مارکس کے پالی ٹکنک طریقہ کے عام استعمال کا رجحان پیدا ہوا۔ اس طریقے میں بچوں کو صنعتوں کے سائنٹفک عمل سے واقف کرایا جاتا ہے۔ ان پر محنت کے طریقوں اور معاشی اور معاشرتی حالات کے باہمی رشتوں کو واضح کیا جاتا ہے اور ساتھ ہی صنعتوں میں اوزار کے استعمال کا ہنر سکھلایا جاتا ہے۔ اس طریقۂ تعلیم کے رواج دینے میں نوجوانوں کی کمیونسٹ لیگ KOMSOMOL نے لینن کی بیوی کرپسکایا کی سرکردگی میں غیر معمولی جدو جہد کی۔

پالی ٹکنک تعلیم کا سب سے پہلا انسٹیٹیوٹ ۱۹۳۱ء میں قائم کیا گیا۔ تاکہ تحقیقات کے ذریعہ سب سے بہتر طریقہ معلوم کئے

جائیں اور اس کے لئے مناسب اوزار اور دوسرا سامان تیار کروایا جائے۔ مختلف صنعتی اور زرعی اداروں سے ملحق اسکول کھولے گئے۔ اور ان کے لئے چھوٹے ورکشاپ مہیا کئے گئے۔ جہاں بڑھئی اور دھات کا کام ہوتا تھا۔ ان ورکشاپ میں لڑکے اور لڑکیاں ہفتے میں دو گھنٹے کام کرتے تھے۔ اور تپائیاں کرسیاں۔ میز اور آلات زرعی بناتے تھے جو مالک گھروں کے ہاتھ بیچ دیا کرتے تھے۔

سنہ ۱۹۳۲ء میں پہلا نظام العمل ختم ہو گیا اور دوسرا شروع کیا جانے والا تھا اور اس کے لئے ضروری تھا کہ تمام کام کرنے والوں کی کارکردگی میں اضافہ کیا جاتا۔ اس کے لئے یہ ضروری محسوس ہوا کہ عملی کام کے علاوہ تعلیم کے نظری حصہ پر زیادہ توجہ کی جائے۔ چنانچہ آئندہ سالوں میں اس پر زیادہ زور دیا جانے لگا۔ ساتھ ہی اب چونکہ زیادہ تر استاد نئی پود کے تھے جنھوں نے سویٹ نظام میں تربیت حاصل کی تھی اور کالجوں میں بھی نوجوان کمیونسٹ لکچرار آ گئے تھے اور پرانے پروفیسرس اور استادوں نے بھی نئے حالات سے مناسبت پیدا کرلی تھی اس لئے نئی ضروریات کی تکمیل بھی آسانی سے ہونے لگی تھی۔

پہلے نظام العمل کی کامیابی سے معاشی اور معاشرتی حالات میں ترقی ہوئی اور اس کی ضرورت محسوس ہوئی کہ تعلیم کی تنظیم اور تعلیمی طریقے میں تبدیلی کر دی جائے چنانچہ اکثر جگہ خود استادوں نے حالات کے لحاظ سے تبدیلی کر دی اور سنہ ۱۹۳۳ء میں خود حکومت نے تمام ملک

کے ماہرین تعلیم کے مشورے سے پروجکٹ اور ڈالٹن طریقہ تعلیم ختم کردیا اور اس طرح جماعتی عملی طریقہ بھی برخواست کر دیا گیا۔ اور جامعات اور مدرسوں کی تنظیم میں بھی بنیادی تبدیلی کر دی گئی۔ جماعت داری سبق کو رواج دیا گیا۔ اور اس کے ساتھ آزادانہ کام سینما کے ذریعہ سبق۔ تعلیمی سفر وغیرہ تعلیم کے بنیادی جز بنا دیئے گئے۔ جامعات میں بچوں کے طریقے اور انفرادی کام کے طریقے پھر رائج کر دیئے گئے استادوں کا اقتدار مدرسوں اور کالجوں دونوں جگہ پھر سے قائم کر دیا گیا۔ طالب علموں کا کام صرف تعلیم حاصل کرنا رہا اور انتظامی کام ناظم کے سپرد کیا گیا۔ تھوڑی سی حکومت خود اختیاری ضرور باقی رکھی گئی لیکن یہ محسوس کیا گیا کہ لڑکوں کو ایسی حیثیت دینا کہ وہ خود اہم مسائل کے متعلق تصفیہ کریں جبکہ ابھی ان کا تجربہ اور سمجھ دونوں محدود ہیں کسی طرح بھی ان کے لئے مناسب نہیں ہے۔

ابتدائی زمانے میں خاص حالات کی وجہ سے سیاسی پروپگینڈہ کا جو جز تعلیم میں شریک کر دیا گیا تھا وہ اب بالکل خارج کر دیا گیا اور اس کی جگہ تاریخ اور جغرافیہ کو دیدی گئی۔ سیاسی تربیت بچوں اور نوجوانوں کی انجمنوں کے سپرد کر دی گئی۔ اس پہلو پر زیادہ زور دیا جانے لگا کہ تعلیم کو طالب علموں کی زندگی کے ہر پہلو کا احاطہ کرنا چاہیئے۔ اسکول کے اندر اور باہر کی زندگی میں زیادہ بُعد نہیں ہونا چاہیئے۔ اس کے لئے بچوں کے تھیٹر۔ سینما۔ کلب۔ اور انجمنیں

قائم کی گئیں ۔ انکی ریلیں اور دریائی بیڑے قائم کئے گئے اور ان کے لیے تفریح اور کھیل کے لیے مختلف مواقع پیدا کئے گئے تاکہ پوری زندگی کے مختلف اجزا ایک دوسرے سے مربوط اور مسلسل رہیں ۔

سنہ ۱۹۳۶ء کے بعد سے جبکہ دوسرا نظام العمل ختم ہونے کے قریب تھا تو تعلیمی نظام کے بعض شعبوں میں چند اہم تبدیلیاں کی گئیں ۔ اس سے قبل بچوں کا امتحان دوسرے ممالک کی طرح بیرونی لوگ لیا کرتے تھے ۔ اب یہ طریقہ ترک کر دیا گیا اور یہ محسوس کیا گیا کہ استاد جو لڑکے کو پڑھاتا ہے وہی اس سے سب سے زیادہ واقف ہوتا ہے اور وہی اس کے متعلق صحیح رائے قائم کر سکتا ہے ۔ ایک بیرونی شخص جو نہ لڑکے سے واقف ہے اور نہ ماحول سے صحیح رائے قائم نہیں کر سکتا اس کے بعد سے استادوں کی تعلیم میں بچوں کی نفسیات کے مطالعہ پر زیادہ زور دیا جانے لگا ۔ دوسری اہم تبدیلی یہ کی گئی کہ تاریخ کی کتابوں میں صرف انقلاب کے بعد کے واقعات نہیں رہے بلکہ پوری انسانی سوسائٹی کے ارتقا کے حالات بھی داخل کر دیے گئے ۔

سنہ ۱۹۳۷ء میں روس کے تعلیمی نظام میں ایک اور نہایت اہم اور بنیادی تغیر کیا گیا اور پالی ٹکنک کے طریقہ کو نظام تعلیم سے بالکل خارج کر دیا گیا ۔ یہ ایک بہت اہم اور دلچسپ چیز ہے کہ معاشی زندگی میں اہم تبدیلیوں کے ساتھ سارا سماجی نظام تبدیل ہو جاتا ہے ۔ یہ صرف ایسی سوسائٹی میں ممکن ہے جہاں ہر چیز خاکہ بندی کے تحت ہوتی ہے ۔ سنہ ۱۹۳۷ء کے آخر میں دوسرا پنجسالہ نظام العمل

ختم ہوا اور تیسرے کی ابتداء کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ تیسرے نظام العمل کی کامیابی کے لئے۔ اسکی سخت ضرورت تھی کہ تمام کام کرنے والوں کی کارگردگی میں غیر معمولی اضافہ کیا جاتا اور یہ اسوقت ممکن تھا جب کہ ٹکنیکل علم بہت زیادہ بڑھا دیا جاتا اور سائنس اور دماغ کا استعمال زیادہ سے زیادہ کر دیا جاتا۔ اسوقت پورے ملک کو غیر معمولی ٹکنیکل صلاحیتوں کے آدمی۔ چاہئے تھے اور سائنسدانوں اور منتظموں کی ایک پوری فوج درکار تھی اور پالی ٹکنک کے طریقے میں وقت بہت صرف ہوتا تھا اس لئے کہ بچوں کو چیزیں ہاتھ سے بنانا سکھلائی جاتی تھیں۔ اس کی جگہ ان کا وقت اب تجربہ خانے میں صرف ہونا چاہئے تھا اور ان کی دلچسپیاں ٹکنیکل کلبوں اور حلقوں سے زیادہ بڑھانے کی ضرورت تھی۔ چنانچہ پالی ٹکنک کے طریقے کو خارج کر دینے کے بعد سے ورکشاپ کی جگہ۔ ٹکنیکل کلب اور حلقے ملک میں تیزی سے قائم کئے جانے لگے۔ اسی سال بارہ سال اور اس سے اوپر کے بچوں کے لئے ایک بیرونی زبان کا سیکھنا لازمی قرار دیا گیا۔

روسی انقلاب کے پچیس سال گزرنے کے بعد جبکہ ملک نے معاشی اور معاشرتی نقطہ نظر سے کافی ترقی کر لی اور عورت اور مرد کی مساوی حیثیت ایک حقیقت بن گئی تو اب سوئٹ معماروں کی توجہ گھر خاندان اور خاص طور پر انسانوں کے باہمی رشتوں پر زیادہ ہونے لگی

جیسے جیسے ایک اشتراکی ملک ترقی کرتا ہے ویسے ہی خاندان کی اہمیت بھی بڑھتی جاتی ہے۔ ایک روشن خیال مسرت سے معمور خاندان خود بخود وجود میں نہیں آجاتا بلکہ اس کے لئے تیاری اور ٹریننگ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور جب اس مسئلہ پر سوویٹ ماہرین تعلیم نے غور کیا تو انھوں نے یہ محسوس کیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ طریقہ تعلیم میں اور چند تبدیلیاں کی جائیں۔ پرانا طریقہ تعلیم پرانے حالات کے لئے نہایت موزوں تھا مگر نئے حالات میں نئے طریقوں کی ضرورت ہے۔

نئے طریقہ تعلیم میں ۱۲ سال کے بعد مخلوط تعلیم کو ختم کر دیا گیا ہے اس لئے کہ سخت قسم کے کاموں کے لئے مردوں کی کافی تعداد تیار ہو چکی ہے اور عورتوں کو یہ پیشے اختیار کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ساتھ ہی ۱۰ اور ۱۳ سال کے درمیان عورتیں تیزی سے بڑھتی ہیں اور مرد ۱۴ اور ۱۷ سال کے درمیان بڑھتے اور جوان ہوتے ہیں۔ مردوں اور عورتوں کو انکی جسمانی ساخت کے لحاظ سے کام دیا جا سکتا ہے ساتھ ہی لڑکیاں مستقبل کی بیوی اور ماں ہوتی ہیں اس لئے انھیں ان کی جسمانی صحت۔ حمل اور بچوں کی پیدائش سے متعلق سائنٹفک تعلیم دی جانی چاہئے۔ عورتوں کے لئے وہ ورزش جسمانی درست نہیں ہوتی جو مردوں کیلئے مفید ہے۔ ان کے لئے دوسری ورزشیں تجویز کی گئیں ہیں ساتھ ہی گھر کی تنظیم کی تعلیم بھی انکے نصاب میں شامل کر دی گئی ہے۔ لڑکیاں انجنیر۔ ڈاکٹر وغیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ گھر کی بھی خبر گیری کر سکتی ہیں

بارہ سال کے بعد مخلوط تعلیم ختم کر دینے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ مخلوط زندگی کا بھی خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ کلب۔ تھیٹر۔ تفریح مختلف انجمنوں اور سیاسی۔ ادبی اور معاشرتی اداروں کی تمام سرگرمیاں پہلے ہی کی طرح رہیں گی۔

تعلیم کی تنظیم سوویٹ روس میں تعلیم کا مقصد ایک کمیونسٹ شہری پیدا کرنا ہے جو کمیونسٹ سوسائٹی پیدا کرنے میں مدد دے۔ ایک کمیونسٹ شہری کو اتنا ہنر آنا چاہیئے کہ وہ اپنے ملک کی معاشی ترقی میں حصہ لے سکے ۔ اسکو ان تمام چیزوں کا علم ہونا چاہیئے جو ماضی کے انسانوں کے ذہن نے پیدا کیا ہے اور اسے اس کی مدد سے اپنی سماج کے ارتقا میں حصہ لینا چاہیئے ۔ انفرادی اپج کے اظہار کے لئے کسی فن میں دخل ہونا چاہیئے اس کے علاوہ اس میں اخلاقی صفات مثلاً عزت نفس۔ وفاداری۔ ہمت، ایثار۔ راستبازی اور تنظیم ہونی چاہیئے اس لئے کہ یہ چیزیں ایک آزاد سماج کی روحانی بنیادیں ہیں۔

سوویٹ روس میں بچوں کی تعلیم و تربیت کا زمانہ ان کے پیدا ہونے سے ہی شروع ہو جاتا ہے۔ ۲۸ دن کے بعد زچہ ہسپتال سے آجاتی ہے اس کے بعد بچوں کی تربیت کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جدید سوویٹ نظام میں سب سے زیادہ توجہ قوم کے ان ہی نونہالوں پر کی جاتی ہے۔ اس کے لئے سارے ملک میں بے شمار مشاورتی مرکز

قائم کردیئے گئے ہیں جو تمام شیر خوار بچوں اور ان کی ماؤں کی خبرگیری کرتے ہیں۔ ان مرکزوں تک شہروں کی سو فی صد آبادی کی رسائی ہوتی ہے۔ دیہاتوں میں بھی یہ انتہائی سرعت سے قائم کئے جا رہے ہیں ان میں دودھ کا انتظام ہوتا ہے اور تمام شیر خوار بچوں کو یہاں سے اعلیٰ قسم کا صاف۔ بیماریوں سے پاک دودھ تقسیم کیا جاتا ہے یہ مرکز ہر جگہ مقامی سوئٹس قائم کرتی ہیں اور ان ہی کی زیر نگرانی ایک کمیشن ان کا انتظام کرتا ہے۔ اس کمیشن میں مقامی سوئٹ کے نمایندوں اور طبی اسٹاف کے علاوہ پورے ضلع کے کارخانوں۔ دفاتر اور تجارتی انجمنوں کے رکن ہوتے ہیں اور یہ مشاورتی مرکزوں کے علاوہ کریچڑ اسکولوں اور زچگی خانوں پر بھی نگرانی رکھتا ہے۔ وہ ایسی تمام حاملہ عورتوں کی مدد کرتا ہے جنھیں طبی امداد کے حاصل کرنے میں کوئی دقت پیش آ رہی ہو۔ ایسے بچوں کی پرورش اور انکی رہائش کا انتظام کرتا ہے جن کو انکی مائیں کسی وجہ سے کہیں چھوڑ کر چلی گئی ہوں۔ ایسے بچوں کو بھی پرورش کا انتظام کرتا ہے جن کی ماؤں میں پرورش کی صلاحیت یا قدرت نہ ہو۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ بچوں کی شرح اموات بے حد گر گئی ہے۔ بیماریاں بے حد کم ہوگئی ہیں اور صحت جسمانی مسلسل ترقی پذیر ہے۔

دیہی آبادی میں اس قسم کے مشاورتی مرکز کافی تعداد میں مشترکہ اور سرکاری کھیتوں میں قائم کردیئے گئے ہیں۔ ان مرکزوں میں

خاص بات یہ ہوتی ہے کہ ان سے متعلق سفری یونٹس بھی ہوتے ہیں جو کمیشن کے چند ارکان ۔ اطبا اور چند نرسوں پر مشتمل ہوتے ہیں یہ ایسی جگہ کی کاشتکار عورتوں کو جہاں یہ مرکز ابھی قائم نہیں ہوئے ہیں مدد دیتے ہیں ۔ یا دوسرے مرکزوں کو جہاں کام زیادہ ہو مدد پہنچاتے ہیں ۔ یہ مختلف علاقوں کا دورہ کر کے نمائشیں منعقد کرتے ہیں ۔ تقریروں اور چھوٹی چھوٹی کتابوں کے ذریعہ عوام کو بچوں کی پرورش اور انکی تربیت کے متعلق تعلیم دیتے ہیں ۔

شیر خوار بچوں کے اداروں میں کمیشن کے بعد دوسرے درجہ پر کریچز CRECHES آتے ہیں ۔ بچوں کے والدین جب کام پر یا تفریح کے لئے باہر جاتے ہیں تو کریچز میں اپنے بچوں کو چھوڑ دیتے ہیں ۔ جہاں تربیت یافتہ نرسیں ان کی خبر گیری کرتی ہیں یہ کریچز مختلف قسم کے ہوتے ہیں ۔ ایک تو بڑے بڑے ہوتے ہیں جو کسی کارخانے سے ملحق ہوتے ہیں اور ان میں پورے کارخانے کی کام کرنے والیوں کے بچے رہتے ہیں ۔ ان کے علاوہ حلقہ داری کریچز ہوتے ہیں جن میں اطراف کے کئی کئی چھوٹے اداروں کے بچے رہتے ہیں ۔ اکثر شہروں میں شام کے کریچز بھی ہیں جو مختلف تفریح گاہوں کلبوں اور تھیٹروں وغیرہ سے ملحق ہیں ۔ جب مائیں تفریحات میں مشغول رہتی ہیں تو بچے وہاں رہتے ہیں ۔ اسٹیشنوں سے ملحق کریچز ہوتے ہیں جہاں مائیں بچوں کو چھوڑ کر گھومنے کے لیے یا خرید

دفروخت کے لئے جاسکتی ہیں۔ اب تو اکثر ٹرینوں میں بھی کریچز کے ڈبے ہوتے ہیں جس میں بچے آرام سے سفر کر سکتے ہیں۔

دیہی علاقوں میں تقریباً تمام سرکاری مشترکہ کھیتوں سے ملحق کریچز ہوتے ہیں جو صرف فصلوں اور کاشت کے زمانے میں قائم کئے جاتے ہیں۔ جن میں کسان عورتیں اپنے بچوں کو چھوڑ کر کام میں مصروف رہ سکتی ہیں۔ جدید روس میں کسی صنعتی مرکز کسی مزرعے اور کسی ادارے کا بغیر کریچز کے تصور کرنا ہی ناممکن ہے۔ ان کریچز میں بچے تقریباً ۸ گھنٹے نہایت تربیت یافتہ نرسوں کی زیر نگرانی رہتے ہیں اور جہاں بچوں کے لئے نہ صرف دودھ مہیا کیا جاتا ہے بلکہ طبی امداد ہر قسم کی ضروری چیزیں بھی مہیا کی جاتی ہیں اور اس کے لئے کوئی معاوضہ دینا نہیں پڑتا۔

دوسرے پنجسالہ نظام العمل کے بعد سے تقریباً تمام ملک کے بچوں کے پیدا ہونے سے آٹھ سال کی عمر تک کھانے کپڑے اور پوری طبی امداد اور اخراجات حکومت برداشت کرنے لگی ہے۔ اور اس پوری تنظیم میں بچہ اپنے گھر۔ ماں باپ کی مامتا اور انکی نگرانی اور تربیت سے علٰحدہ نہیں کر دیا جاتا۔ کریچز میں ۲۸ دن کی عمر سے تین سال کی عمر تک کے بچے رکھے جاتے ہیں۔ ۱۹۳۸ میں مختلف منتقل کریچز میں سات لاکھ ۲۴ ہزار بچوں کا انتظام تھا اور موسمی کریچز میں ۵۰ لاکھ سے اوپر بچوں کا۔

تین سال سے ۷ سال تک کے بچوں کے لئے بالک گھر یاکنڈر گارٹن ہوتے ہیں۔ یہ بالک گھر بھی کارخانوں دفاتر اور کھیتوں سے ملحق ہوتے ہیں۔ تمام کام کرنے والی عورتیں اپنے کام کے دوران میں تین سال سے ۷ سال کے بچے ان میں چھوڑ دیتی ہیں۔ ان میں تربیت یافتہ اور ہوشیار نرسیں متعین رہتی ہیں جو بچوں کا مختلف کھیلوں سے دل بہلاتی ہیں۔ انھیں چھوٹی چھوٹی کہانیاں اور گیت سناتی ہیں اور آہستہ آہستہ انھیں آئندہ آنے والے تعلیمی زمانے کے واسطے تیار کرتی ہیں۔ زار شاہی میں صرف چند شہروں میں امرائکے بچوں کے لیے بالک گھر قائم تھے ۱۹۳۶ء میں دس لاکھ بچوں کے لیے بالک گھر قائم کیے گئے۔

بچوں کی لازمی تعلیم کا زمانہ ۷ سال کی عمر سے شروع ہوتا ہے۔ ۷ سال کی عمر کے تمام بچے ابتدائی مدرسوں میں شریک کر دیئے جاتے ہیں ان ابتدائی مدرسوں میں صرف ایک استاد ہوتا ہے اور وہی تمام مضامین پڑھاتا ہے۔ ۱۲ سال کی عمر سے مڈل اسکول کا زمانہ شروع ہوتا ہے جو پندرہ سال کی عمر تک رہتا ہے۔ تمام شہروں اور اکثر دیہاتوں میں اسکول کی پوری جماعتیں ایک ہی عمارت میں ایک ہی صدر مدرس کے تحت ہوتی ہیں۔ تعلیم مخلوط ہوتی ہے اور استاد اور استانیاں دونوں تعلیم دیتے ہیں۔ مڈل اسکول کے ختم تک تمام فیس معاف رہتی ہے اس کے بعد معمولی فیس لی جاتی ہے

ابتدائی جماعتوں میں مقامی زبان یا روسی زبان - ریاضی خوشنویسی ڈرائینگ، موسیقی، ورزش جسمانی اور مطالعہ قدرت اور تاریخ جغرافیہ نصاب میں شریک رہتے ہیں - مڈل اسکول میں ان مضامین کے علاوہ چند کا اور اضافہ کردیا جاتا ہے - کوئی ایک غیر ملکی زبان مثلاً انگریزی - فرانسیسی یا جرمن لازماً سیکھنی پڑتی ہے - اس کے علاوہ الجبرا - علم ہندسہ - کیمیا اور طبعیات کو بھی شریک کرلیا جاتا ہے - مطالعہ قدرت کو خارج کردیا جاتا ہے - مڈل اسکول کے آخری سال میں معاشرتی سائنس اور فوجی دفاع بھی نصاب میں شریک ہو جاتے ہیں -

پندرہ سال کی عمر کے تمام لڑکے اور لڑکیاں مڈل اسکول کی تعلیم ختم کرکے اب یہ طے کرتے ہیں - کہ وہ آیندہ کونسا پیشہ اختیار کرینگے جو صنعتوں میں جانا چاہتے ہیں وہ صنعتی مدارس میں شریک ہو جاتے ہیں - جہاں وہ دو سال تک تعلیم پاتے ہیں - ان صنعتی مدارس میں نہ صرف فیس معاف رہتی ہے بلکہ کپڑوں کے اخراجات بھی حکومت برداشت کرتی ہے - ان مدارس میں عام تعلیم کے علاوہ اس صنعت سے متعلق اطلاقی سائنس بھی شریک رہتی ہے جس میں وہ جانا چاہتے ہیں - اس کے علاوہ ورکشاپ میں عملی کام بھی کرنا ہوتا ہے - بعض نوجوان اگر چاہیں تو ۱۲ سال کی عمر تک اسکول میں رہ کر کسی کارخانے کے تربیتی اسکول میں چھ مہینہ تعلیم حاصل کرکے صنعتی مدارس میں شریک ہوسکتے ہیں -

صنعتوں کے علاوہ جو لوگ کسی شعبہ کے درمیانی درجہ کے
ماہر ہونا چاہتے ہیں تو وہ کسی صنعتی زرعی یا معاشی ادارے میں جاتے
ہیں۔ ان اداروں میں تعلیم کی مدت تین سے پانچ سال تک ہوتی
ہے۔ ابتدائی دو سال عام تعلیم کے لئے وقف ہوتے ہیں۔ اور ایک سال
اس شعبہ کی تعلیم کے لئے۔ ان کے علاوہ موسیقی مختلف دوسرے فنون
لطیفہ۔ قانون۔ تھیٹر۔ تقسیم پیداوار۔ تجارت اور صنعتوں کی بعض دوسری
شاخوں سے متعلق مدرسے بھی ہوتے ہیں اور مڈل اسکول کے بعد ان
میں آسانی سے شریک ہو سکتے ہیں۔ ان تمام مدارس میں روسی
زبان اور ادب۔ معاشی سائنس اور مارکسزم لیننزم ایک سال
کے لئے لازماً شریک رکھتے ہیں۔ ایک غیر ملکی زبان بھی رکھی جاتی ہے
اس کے علاوہ اس شعبہ سے متعلق جس کی تعلیم حاصل کی جا رہی ہو نظری
اور عملی تعلیم رکھی جاتی ہے۔ غیر روسی قومیتوں کی صورت میں ان
تمام مدارج میں روسی زبان کی جگہ مقامی زبان لے لیتی ہے تعلیم کا
آخری درجہ بالکل علمی ہوتا ہے۔ اور صرف ان لوگوں کے لئے ہوتا ہے جو
اعلیٰ تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ اس میں عملی تعلیم بھی حسب ضرورت
شامل کی جا سکتی ہے۔ اس درجہ میں ۱۸ سال کی عمر تک تعلیم دی جاتی ہے
جن لوگوں کو فنون لطیفہ سے غیر معمولی شغف ہوتا ہے ان کے لئے خاص
اسکول ہوتے ہیں۔ جن کا نصاب تعلیم ان سے کسی قدر مختلف ہوتا ہے
۱۸ سال کی عمر سے جامعی تعلیم شروع ہوتی ہے جس کا نصاب

چار سال اور زائد سے زائد پانچ سال کا ہوتا ہے۔ آخری دو سال عملی تعلیم کے لئے وقف ہوتے ہیں۔ ہر شاخ کے لئے جامعی تعلیم کا انتظام ہوتا ہے۔ ۱۹۴۱ء میں پوری سوئٹ یونین میں ۷۱۶ کالج اور جامعات تھیں۔ جن میں ایک لاکھ ۱۲ ہزار لڑکے زیر تعلیم تھے۔ ٹکنیکل مدرسوں میں طلبا کی تعداد ۲۹ لاکھ ۵۲ ہزار کے قریب تھی۔

تعلیم کی تنظیم کے لئے ہر یونین جمہوریت میں ایک تعلیمات کی کمیسار یا وزارت ہوتی ہے۔ اس کے تحت ابتدائی۔ ثانوی اور اعلیٰ تعلیم کے علحدہ علحدہ شعبے قائم کئے جاتے ہیں۔ ہر شعبہ اپنے متعلقہ اداروں کی نگرانی اور انتظام کے فرائض انجام دیتا ہے۔ ہر کمیسار کے تحت کئی تعلیمی اور تحقیقاتی ادارے اور تجربہ گاہیں ہوتی ہیں۔ اس کے تحت ہر ضلع اور گاؤں میں ایک تعلیمات کا افسر بھی ہوتا ہے اور سوائے جامعات کے اپنے حلقے کے تمام تعلیمی اداروں کا ذمہ دار ہوتا ہے۔

تعلیم کے تمام اخراجات مرکزی حکومت اور جمہوریتوں کے بجٹ سے پورے کئے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ وہ مزدور سبھائیں۔ اور دوسری انجمنیں اور مشترکہ کھیت بھی اپنے فنڈ سے امداد کرتے ہیں۔ اسکولوں اور مشترکہ کھیتوں۔ کارخانوں اور سرخ سپاہیوں کے مرکزوں میں ربط پیدا کیا جاتا ہے جس کی وجہ سے بچے اور نوجوان ان تمام اداروں سے واقف رہتے ہیں۔ گھر اور اسکول میں بھی خاص ربط پیدا کیا جاتا ہے۔ والدین کی کونسلیں بنائی جاتی ہیں جو لڑکوں سے

ربط رکھتی ہیں۔ والدین کے لئے خاص تعلیمی جماعتیں منعقد کی جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ مدرسین بچوں کے گھر جاکر ان کے والدین سے ربط پیدا کرتے ہیں۔

بڑھتی ہوئی معاشی اور معاشرتی ترقی کے ساتھ نظام تعلیم میں بھی تبدیلی اور ترقی ہو رہی ہے۔ اس ترقی میں اور تبدیلی میں عام لوگ بھی پریس اور خطوط کے ذریعہ مفید مشورے دیتے ہیں۔ غلطیوں کی نشاندہی کرتے ہیں اور کمزوریوں کو دور کرنے کے طریقے بتلاتے ہیں۔

سوویٹ نظام تعلیم کی سب سے بڑی خصوصیت اخلاقی تعلیم ہے بچوں کی اخلاقی حالت کو بہتر بنانے کے لئے بے شمار طریقے اختیار کئے جاتے ہیں۔ مثلاً نظم و ضبط کو لیجئے۔ نظم بغیر کسی قسم کی جسمانی سزا کے قائم کیا جاتا ہے۔ بید کی سزا قانوناً ممنوع قرار دیدی گئی ہے جماعتوں میں خود غرضانہ مقابلوں کی ہمت افزائی نہیں کی جاتی ایک ہی جماعت کے لڑکوں میں باہمی مقابلہ نہیں رکھا جاتا اس لئے کہ اس سے خود غرضی کا جذبہ نشو نما پاتا ہے۔ اس کی جگہ جماعت واری مقابلے رکھے جاتے ہیں۔ اس کی وجہ سے ایک اچھا طالب علم اپنے کمزور ساتھی سے سبقت لے جانے کی کوشش نہیں کرتا۔ بلکہ اس کی مدد کرتا ہے تاکہ اس کی جماعت جیت جائے۔ سوئٹ اسکول یورپ اور امریکہ کے اسکولوں کی بجائے کھیل کے میدانوں

کے مماثل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ ان ممالک میں کھیل کے میدان میں نظم وضبط قائم رکھنے کے لئے استاد کو بید استعمال کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ سوئٹ اسکولوں کے استادوں اور بچوں میں انتہائی خلوص اور محبت کے روابط ہوتے ہیں۔

سویٹ روس میں نہ صرف بچوں کے مدرسوں کی سرگرمیوں میں دلچسپی لی جاتی ہے بلکہ مدرسے سے باہر کی سرگرمیوں پر بھی خاص توجہ کی جاتی ہے۔ سوئنا لڑکا ہے جسے ٹکٹ جمع کرنے۔ تصویریں جمع کرنے یا اسی قسم کی اور چیزوں کا شوق نہیں ہوتا۔ سوئٹ شہروں اور دیہاتوں میں بچوں کی ان سرگرمیوں کے لئے خاص طور سے انتظامات کئے جاتے ہیں۔ ان کے لئے بڑی بڑی عمارتیں مخصوص ہوتی ہیں۔ جو پائنیرس کے محل کہلاتی ہیں۔ جہاں ہوائی جہازوں کے ورکشاپ ہوتے ہیں جن میں چھوٹے چھوٹے ہوائی جہاز اڑائے جاتے ہیں۔ تجربہ گاہیں ہوتی ہیں جن میں مختلف قسم کے جانوروں کو پالا جاتا ہے اور ان کی افزائش کا مطالعہ کیا جاتا ہے۔ گرم خانے ہوتے ہیں جہاں لڑکے نئے نئے قسم کے پودے پیدا کر سکتے ہیں۔ مختلف فنون مثلاً ڈراموں۔ بیلے۔ موسیقی مصوری۔ سنگ تراشی۔ فوٹو گرافی کا انتظام ہوتا ہے۔ ان کی تعلیم دی جاتی ہے اور ہر قسم کا سامان اور ماہر مہیا کئے جاتے ہیں۔ اکثر بڑے بڑے شہروں میں یہ محل اتنے بڑے بڑے ہیں کہ ایک ایک میں تین تین ہزار بچے کئی سو سے زائد حلقوں میں ایک سو سے اوپر موضوعات

ہیں مصروف نظر آتے ہیں۔ ان کی ہر تفریح میں تعلیمی اور اخلاقی جز شریک رہتا ہے۔ ملک کے بڑے بڑے ماہرین فنون لطیفہ اور سائنس داں وغیرہ وقتاً فوقتاً ان محلوں میں جاتے ہیں بچوں سے ملتے ہیں اور انکے کاموں میں دلچسپی لے کر انمیں شوق اور انہماک پیدا کرتے رہتے ہیں۔

بعض شہروں میں بچوں کی ریلیں اور کشتیاں بھی ہیں جن کا پورا انتظام ان ہی کے سپرد ہوتا ہے۔ انجن ڈرائیور۔ گارڈ۔ اسٹیشن ماسٹر سب ہی بچے ہوتے ہیں ان کے لئے بچوں کے پارک۔ تھیئٹر۔ سینما۔ اور کلب وغیرہ علیحدہ قائم ہیں۔ دوسرے پنجسالہ نظام العمل کے تحت ۴۶۰۰ پایونیرس کے محل اور کلب تعمیر کئے گئے ۔ ۱۷۰۰ بچوں کے پارک۔ ۴۱۷ بچوں کے تھیئٹر اور سینما۔ اور ۶۰۱۷ نئے مرکز قائم کئے گئے تھے تیسرے پنجسالہ نظام العمل میں اس میں اور بھی اضافہ کیا گیا۔ ان تمام چیزوں کے علاوہ چھٹیوں میں بچوں کے کیمپ قائم کئے جاتے ہیں ہر اسکول کے بچے اپنے گاؤں یا شہر سے باہر یا کسی دوسرے مقام پر کیمپ قائم کرتے ہیں۔ اور وہاں تمام تعلیمی اور تفریحی سرگرمیاں جاری رہتی ہیں ان کیمپوں کا انتظام مزدور سبھاؤں یا مشترکہ کھیتوں کی جانب سے ہوتا ہے۔ ان محلوں اور تفریحی مشاغل میں بچوں کی انفرادی ذہانت اور صلاحیتوں کو ابھرنے کا خاص طور سے موقع دیا جاتا ہے اور جس بچے میں بھی غیر معمولی صلاحیت ہوتی ہے اسکی ہمت افزائی کی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ روس میں آج ہر شعبہ کے ماہر کثرت سے ملتے ہیں۔ ۱۹۳۷ء میں بین الاقوامی پیانو کے مقابلہ میں جو وارسا

میں منعقد ہوا تھا پہلا اور دوسرا انعام روسی بچوں کو ملا تھا۔ اسی سال برلن کے ڈائلمن کے بین الاقوامی مقابلہ میں ۶ میں سے ۵ انعامات روسی بچوں اور بچیوں کو ملے۔

تعلیم کی غیر معمولی ترقی کی وجہ سے تمام صنعتوں۔ زراعت۔ حکومت اور دوسرے تمام اداروں پر نوجوان آتے جارہے ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں بڑی صنعتوں کے انجنیر اور ٹکنیشینز کا ۲۵ فیصدی حصہ ۲۶ سال سے کم نوجوانوں پر مشتمل تھا۔ زراعت میں نوجوانوں کا تناسب اس سے بھی زیادہ ہے۔ اعلیٰ سوویٹ کے اراکین میں ۲۸ء۴ تیس سال سے کم عمر کے ہیں۔ یونین جمہوریتوں کی اعلیٰ سوویٹ کے اکثر اراکین ۳۰ سال سے کم عمر کے ہیں۔

سولہواں باب

فنون لطیفہ

(۱)

آرٹ کی حیثیت :- سویٹ روس کی زندگی میں آرٹ کو ایک خاص مقام حاصل ہے۔ آرٹ ایک ذریعہ ہے جس کی مدد سے تہذیب یافتہ انسان کے جذبات اور خیالات کو ایک حسین شکل میں پیش کیا جاتا ہے۔ یہ حسین شکلیں ٹھوس بھی ہو سکتی ہیں اور جاندار بھی اس لئے کہ یہ فن کار انسانوں کی بھی تخلیق کرتے ہیں اور اشیا ر کی بھی اور پھر ان کے باہمی رشتے کی بھی۔ آرٹ معاشرتی بیداری کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے اور اسکی مدد سے زندگی کی حقیقتوں کو اُجاگر کیا جاتا ہے

انقلاب سے قبل کے زمانے میں آرٹ ہمیشہ طبقہ واری جنگ کا بہت بڑا حربہ رہا ہے۔ حاکم طبقہ نے ہمیشہ اس کو اپنی حکمرانی کا بہت بڑا آلۂ کار بنائے رکھا ہے۔ قدیم زمانے سے انقلاب تک کے فنون پر ایک نظر ڈالی جائے تو اس میں صرف حاکم طبقہ کے ذوق کا عکس ملیگا اور جب کبھی یہ حاکم طبقہ زوال پذیر ہونے لگا۔ تو خالص آرٹ پر زور دیا جاتا رہا ہے اور اسے زندگی کے حقائق سے دور رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ ہمارے ملک میں بھی مغلیہ عہد کے فنون لطیفہ اور ان کے انحطاطی دور کا ادب اور شاعری بالکل یہی نقشہ پیش کرتے ہیں۔ ان کے عروج کے زمانے کی مصوری۔ سنگ تراشی۔ اور دوسرے فنون میں صرف بادشاہوں اور ان کے امرا کی زندگی کی تصویریں ملتی ہیں اور ان ہی کا ذوق ہر جگہ جھلکتا ہے۔ ان کے انحطاطی دور کے ادب و شاعری میں ادب برائے ادب کے نعرے سنائی دیتے ہیں اور زندگی سے فرار کی جھلک ہر شعر میں نظر آتی ہے۔

سوویٹ روس کا آرٹ بالکل انقلابی ہے اور ملک کی معاشرتی ترقی میں اس کا خاص حصہ ہے۔ روسی آرٹ مغرب کی انحطاط پذیر تہذیبوں کے آرٹ کی مانند نہیں ہے جس میں یہ احساس بالکل مفقود ہے۔ کہ انسانی فلاح اور ترقی میں اس کا بھی کوئی حصہ ہو سکتا ہے اور معاشرتی زندگی کے مختلف شعبوں کے باہمی تعاون۔ ان میں زندگی پیدا کرنے برقرار رکھنے اور آگے بڑھانے کا فرض ان پر عائد ہوتا ہے۔ آرٹ ان

حصوں میں صرف ذاتی مشغلوں اور امیروں کی تفریح کا ذریعہ بنکر رہگیا
ہے۔ اس کا صرف ایک مقصد رہگیا ہے کہ زندگی کے حقایق سے کہیں
دور لیجا کر خیالی دنیا میں پہنچا دے۔ گویا آرٹ جس کا مقصد یہ ہونا
چاہئے تھا کہ وہ انسانوں کو اعلیٰ سے اعلیٰ اور بلند سے بلند مقام پر لے
جائے انتہائی تذلیل کردی گئی ہے اور اس سے وہی کام لیا جاتا ہے
جو زندگی کے حقایق سے بھاگنے والے افیون اور کوکین جیسی چیزوں
سے لیتے ہیں۔ یورپ کے ان حصوں کے وہ فن کار جو ان حالات
کو پسند نہیں کرتے اور امراء کے ذوق طبع پر اپنے فن کو نچھاور نہیں کرنا
نہیں چاہتے وہ یاس وحرمان کے سمندر میں ڈوب جاتے ہیں اور
آنکھیں بند کئے اسی میں ہاتھ پاؤں چلایا کرتے ہیں۔ صرف انقلابی
اور مزدور طبقہ کے فن کار جو روسی انقلاب کے زندہ فن سے کوئی
تعلق پیدا کر لیتے ہیں وہ آرٹ کو زندگی کے قریب لاتے ہیں۔ لوگوں
کو حقائق سے قریب تر لاتے ہیں۔ اور فن برائے فن کے نعرہ کا
پردہ چاک کرتے ہیں۔

جدید روس کا آرٹ کے متعلق نظریہ یہ ہے کہ ہر نقطہ
نظر سے آرٹ کی نوعیت معاشرتی اور نفسیاتی ہے۔ آرٹسٹ کو عوام کی
انقلابی ذہنیت کا صحیح اندازہ ہونا چاہئے۔ اسکو اپنے ذہن میں
ان کے جذبات اور خیالات کو جذب کرنا چاہئے اور اسی بنیاد پر اپنے
ذہن میں مستقبل کی صحیح تصویر قائم کرنی چاہئے۔ اس کا فرض صرف

اسی قدر نہیں ہے کہ وہ جو کچھ اپنے اطراف دیکھتا ہے بس اسکی تصویر کھینچدے۔ اس کی نظر سطحی چیزوں تک محدود نہیں رہنی چاہیے بلکہ ان بنیادی حقیقتوں پر پڑنی چاہیے جو حال کی سطح کے نیچے مستقبل کی تشکیل میں مصروف ہیں۔ حقیقی فن کار کا ہاتھ زندگی کی چلتی ہوئی نبض پر ہوتا ہے۔ وہ عمل کرنے والی قوتوں اور ان کے نتائج پر نظر رکھتا ہے، ور اس کی نگاہ میں اتنی قوت ہوتی ہے کہ وہ مستقبل کی عمارت کے نقش و نگار تک اپنے ذہن میں قائم کر لیتا ہے۔

آرٹ کو سویٹ روس کی زندگی میں جتنا دخل حاصل ہے اتنا شاید دنیا کے کسی حصہ میں نہیں ملیگا۔ وہاں کے عجائب گھر، تاڑوں، ناچ گانے کی محفلوں اور تھیٹروں وغیرہ میں کہیں بھی چلے جائیے آرٹ نہایت ترقی یافتہ شکل میں ملیگا۔ آرٹ اور آرٹ کے اداروں کو عام تعلیمی نظام میں خاص مقام حاصل ہے۔ دنیا کے کسی حصہ میں عجائب گھروں۔ تھیٹروں اور سینماؤں سے اتنا زیادہ سائنٹفک طریقوں پر کام نہیں لیا جاتا اور نہ اتنی بڑی تعداد میں لوگ اس سے مستفید ہوتے ہیں۔

فن تعمیر:۔ دوسرے فنوں کی طرح فن تعمیر میں سویٹ فن کار ایسی چیزوں کی طرف زیادہ توجہ کرتے ہیں جو عوام کو شاہ راہ ترقی پر ایک اور منزل آگے بڑھادیں۔ معمار و سنگتراش محلات کی طرف توجہ نہیں کرتے بلکہ مزدوروں کی تفریح گاہوں۔ دفتری عمارتوں، جلسوں

اور نمائشوں کے ہال۔ لائبریریاں۔ تھیٹروں اور سینماکی عمارتوں
اور مزدوروں کے رہنے کے مکانوں پر زیادہ توجہ کرتے ہیں۔ ان کی
حیثیت محض عمارتوں کی نہیں ہوتی بلکہ ان کا سازوسامان اور
زیبائش ایسی ہوتی ہے جو عوام کے معاشرتی رجحان اور ذوق کو
نہ صرف تسکین دے سکے بلکہ اس میں اور پاکیزگی پیدا کرے۔ ہر عمارت
میں یہ کوشش کی جاتی ہے کہ وہ عوام میں صحیح جذبہ ابھارے اور
وہ اپنے مقام اور حیثیت کو سمجھنے لگیں اور بین الاقوامی بھائی چارہ
کے تصور کو زیادہ سے زیادہ اپنے دلوں میں مضبوط کریں۔ یہ
بین الاقوامیت عمارتوں کے نقشوں اور ان کے سازوسامان میں
خاص طور سے نمایاں رہتی ہے اس میں شک نہیں کہ مقامی
اور قومی رنگ کو بھی اُجاگر کیا جاتا ہے لیکن وہ بنیادی تخیل
پر چھا نہیں جاتا

انقلاب کے بعد سوئٹ فن کاروں اور معماروں کے سامنے
ایسی عمارتیں تعمیر کرنے کا مسئلہ تھا جن کے نمونے کہیں بھی نہیں ملتے۔
مثلاً مزدوروں کے کلب دنیا کے کسی حصہ میں بھی نہیں پائے جاتے
اس کلب کی چار دیواری میں ایک اسٹوڈیو تھیٹر ہوتا ہے۔ ایک
ورزش جسمانی کا کمرہ ہوتا ہے۔ نرسریز ہوتی ہیں۔ جلسوں کے
ہال ہوتے ہیں اور کتب خانوں مطالعہ خانوں اور تعلیمی جماعتوں کے
الگ الگ کمرے ہوتے ہیں۔ ایک ایسی عمارت جس سے یہ سب ضرورتیں

بھی پوری ہوں اور حسن اور خوبصورتی بھی برقرار رہے بالکل نئے مسائل پیدا کر دیتی ہے۔ ایسے کلب تقریباً ہر شہر اور اکثر دیہاتوں میں قائم ہو چکے ہیں۔ ان کے علاوہ ان معماروں کے پیش نظر نئے اشتراکی شہر اور مشترکہ کھیتوں کی بستیوں کے نقشہ بھی ہوتے ہیں جن کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے۔ اور جن میں اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ شہر اور دیہات کے فرق کو آہستہ آہستہ بالکل ختم کر دیا جائے یہ بستیاں اس طرح بسائی ہوتی ہیں اور ان کے نقشہ اس طرح بنائے ہوتے ہیں کہ پوری آبادی کے مکانات صحت بخش اصولوں پر ہوں معاشرتی ترقی کے جملہ وسائل مثلاً تفریح گاہیں، بالک گھر۔ کلب۔ مدرسے۔ تھیٹر۔ سینما۔ عجائب گھر۔ مطالعہ خانے۔ کتب خانے سب ہی موجود ہیں۔ اور یہ تمام تعمیر قدرتی حسن و نظارہ کے پس منظر میں ہو اور آرام اور خوشنمائی دونوں موجود رہیں۔

صنعتی علاقوں میں اور اکثر بڑے بڑے شہروں میں مختلف صنعتوں اور دفتروں کے کام کرنے والوں کے لئے بڑی بڑی عمارتیں تعمیر کی جاتی ہیں جن میں سے ہر ایک میں کئی کئی ہزار آدمی رہ سکتے ہیں۔ کھانے کے کمرے۔ باورچی خانہ۔ مطالعہ خانے۔ بچوں کے کمرے وغیرہ مشترک ہوتے ہیں۔ اور ہر خاندان کے رہنے کے کمرے اس طرح بنائے جاتے ہیں کہ ہر ایک کی انفرادیت بھی باقی رہے اور اجتماعی زندگی بھی برقرار رہے۔ ان عمارتوں میں کلب۔ نرسری۔ کتب خانے وغیرہ

سب کی گنجائش ہوتی ہے۔ یہ عام طور سے چار پانچ منزلوں سے زیادہ اونچی نہیں ہوتیں۔ ہر عمارت میں چونکہ ایک ہی فن یا ایک ہی صنعت سے تعلق رکھنے والے لوگ رہتے ہیں اس لئے تعمیر اور نقشہ سازی میں ان رہنے والوں کے ذوق کا بھی خاص طور سے لحاظ رکھا جاتا ہے لیکن ساتھ ہی یہ چیز پیش نظر رہتی ہے کہ کہیں شہر کی خوشنمائی پر اثر نہ پڑے۔ خاکہ بندی پورے شہر کے لئے کی جاتی ہے۔

سوئٹ معماروں کے سامنے ان نئے نئے شہروں کے علاوہ پرانے شہروں کی جدید تعمیر کا مسئلہ بھی بہت اہم اور دلچسپ ہے خاص طور پر مشرقی ایشیائی روس کے شہروں کی ترقی خاص اہمیت رکھتی ہے۔ یہ شہر ابھی تنگ گلیوں۔ اور جاگیردارانہ طریقہ رہائش اور گندگی کے لئے مشہور ہیں۔ ان علاقوں میں صنعتیں نہایت سرعت سے ترقی کر رہی ہیں بلکہ زراعت بھی اب بالکلیہ مشینوں کے ذریعہ ہو رہی ہے۔ جنھوں نے زندگی میں ایک انقلاب پیدا کر دیا ہے۔ ان شہروں کی جدید تعمیر میں ایک طرف تو اشتراکی سماج کی ضروریات اور صحت و صفائی کا خیال رکھا جاتا ہے دوسری طرف مقامی اور مشرقی حسن کا نکھار بھی پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

پورے سوئٹ روس کی تعمیری سرگرمیوں میں اسقدر غیر

معمولی انقلاب اور ترقی کا سبب خاکہ بندی ہے۔ شہری اور دیہاتی عمارتیں کسی شخص کی ذاتی ملکیت نہیں ہوتیں بلکہ مقامی میونسپلٹی کی ملکیت ہوتی ہیں۔ اور اس لئے پورے شہر کے واسطے آسانی سے ایک خاکہ بنایا جا سکتا ہے۔ اس کی وجہ سے پورے شہر کی عمارتوں۔ سڑکوں اور تفریح گاہوں۔ چمنوں وغیرہ میں خاص مناسبت ہوتی ہے۔ پورے شہر کی آرائشی چیزیں اسی مناسبت سے ترتیب دی جاتی ہیں جس کی وجہ سے ایک خاص قسم کا حسن پیدا ہو جاتا ہے جو دوسرے ممالک کے شہروں میں نظر نہیں آسکتا۔

سوئٹ روس کے نئے شہروں یا پرانے شہروں کی تعمیر اور انکی خاکہ سازی میں نہ صرف فن تعمیر کے ماہرین حصہ لیتے ہیں بلکہ وہاں کے باشندے بھی شریک ہوتے ہیں۔ بحث و مباحثے ہوتے ہیں اور ٹکننک کے مختلف ماہرین کے علم اور لوگوں کی ضروریات سے ملکر ایک ایسا خاکہ ترتیب پاتا ہے جو اپنی افادیت میں تکمیل فن میں نیا اور حسن میں سب کے لئے دلپسند ہوتا ہے۔ اشتراکی حقیقت پسندی اصل نشان راہ ہے جو ان معماروں کو راستہ دکھلاتی ہے

سوئٹ روس کی تعمیری سرگرمیوں میں کلچر اور آرام کے پارک خاص اہمیت رکھتے ہیں۔ ماسکو کا مرکزی پارک جو مشہور ادیب گورکی کے نام سے مشہور ہے دریائے ماسکو کے کنارے ۲۸۲

میل تک پھیلا ہوا ہے۔ روزانہ ساٹھ ستر ہزار آدمی اسکی سیر کے لئے آتے ہیں۔ اور چھٹیوں میں تو تعداد ڈھائی تین لاکھ تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ پارک اپنے حسن اور خوبصورتی کے لئے مشہور ہیں۔ بیسوں خوبصورت مجسموں فواروں۔ چمن اور باغیچوں سے اسے سجایا گیا ہے۔ ناچ گھر۔ سینما۔ تھیٹر۔ چائے خانے قہوہ خانے۔ کھیل کے میدان اور تفریح گاہیں ہر جگہ موجود ہیں۔ ملک کے سب سے اچھے ماہرین باغبانی اور انجینیروں نے اس کا خاکہ بنایا ہے۔ اور ہزاروں مزدوروں نے اس کی تعمیر میں حصہ لیا ہے۔ اس پارک میں بچے جوان۔ بوڑھے۔ ہر عمر ہر مذاق کے لوگ آکر لطف اٹھاتے ہیں۔ ملک کے سب سے اچھے گانے اور ناچنے والے۔ اداکار اور موسیقی دان مختلف زبانوں اور رنگا رنگ لباسوں میں کھلے میدان کے تھیٹروں میں اپنے جوہر دکھلاتے ہیں۔ غیر پیشہ ور یہاں آکر ان ماہرین کے فن سے بہت کچھ سیکھتے ہیں اور اپنے فن کو ترقی دیتے ہیں یہاں سائنس اور ٹکنالوجی کے بھی شعبہ قائم ہیں جہاں اہل ذوق کے لئے کافی دلچسپیاں پیدا کی جاتی ہیں اور تفریح میں اہم اور وقتی چیزوں سے واقفیت پیدا کر دی جاتی ہے ادیب اور شاعر اپنی تصنیفیں اور کلام پیش کرتے ہیں۔ ان پر علمی مباحثے ہوتے ہیں سیاسی مسائل سے بڑھتے ہوئے شوق کو پورا کرنے کے لئے بین الاقوامی سیاسی مسائل پر تقریریں اور مباحثے ہوتے ہیں۔ مشہور عالم فرانسیسی ادیب۔ رومین رولاں نے اس پارک کی مختلف محفلوں اور تفریحوں

میں شریک ہونے کے بعد یہ لکھا تھا کہ اس پارک میں جو لوگ آرام لینے کے لئے آتے ہیں وہ انتہائی خوبصورت اور حسین ماحول میں نہ صرف تفریح ہی کرتے ہیں بلکہ علم بھی اپنے ساتھ لے جاتے ہیں"

اس پارک میں نہ صرف لاتعداد تفریحات کا انتظام ہوتا ہے بلکہ بڑے بڑے جلسوں اور کانگرسوں کا بھی انعقاد کیا جاتا ہے گورکی پارک کے نمونہ پر ہر سوئٹ یونین کے مختلف شہروں میں سو پارک بنائے گئے ہیں۔ جن میں سے کئی بڑے بڑے مشترکہ کھیتوں کے قریب ہیں۔

مصوری اور سنگتراشی :۔ سویٹ حکومت کی ہمیشہ سے یہ پالیسی رہی ہے کہ مزدوروں کسانوں اور دوسرے کام کرنے والوں کے لئے فنون لطیفہ سے زیادہ سے زیادہ دلچسپی لینے کا موقع بہم پہنچائے اس کے لئے ضروری تھا کہ ملک کے تمام ذرائع زیادہ سے زیادہ استعمال کئے جاتے۔ زارشاہی میں ملک کے فنون اور خاص طور پر مصوری اور سنگتراشی کے اعلیٰ ترین نمونے اور نوادرات کے خزانے بڑے بڑے محلوں میں مدفون تھے اور سوائے چند خاص لوگوں کے عام لوگوں کی رسائی وہاں تک نہیں تھی۔ اب یہ خزانے ملک کے بے شمار عجائب خانوں میں تقسیم کر دیئے گئے ہیں اور لاکھوں آدمی روزانہ ان سے مستفید ہوتے ہیں۔

فنون لطیفہ سے بڑھتی ہوئی دلچسپی کو دیکھکر اسکی ترقی کی بھی اب

منظم کوششیں کی جا رہی ہیں - ہزاروں ادارے دیہی و شہری اسکولوں اور کلبوں سے ملحق قائم کئے گئے ہیں جن میں غیر پیشہ ور نوجوان بڑی کثرت سے شریک ہوتے ہیں - ان اداروں میں مصوری سنگتراشی اور نقشہ سازی کی تعلیم کا انتظام ہوتا ہے - ہر سال ان اداروں سے کافی تعداد میں ایسے نوجوانوں کا انتخاب کیا جاتا ہے جو ذہین ہوتے ہیں اور فنون لطیفہ سے جنھیں خاص لگاؤ ہوتا ہے - ان نوجوانوں کی اعلیٰ تعلیم کا انتظام فنون لطیفہ کے مدارس میں کیا جاتا ہے - تعلیم سے فارغ ہونے کے بعد ان میں سے کچھ کو اپنے شہروں یا دیہاتوں میں بھیجدیا جاتا ہے جہاں وہ مختلف کلبوں اور مدرسوں میں فنون لطیفہ کی تعلیم دیتے ہیں - کچھ رسالوں اور اخباروں وغیرہ میں چلے جاتے ہیں - جہاں ان سے پوسٹرس - کارٹون اور نقشے وغیرہ بنانے کا کام لیا جاتا ہے - بعض صنعتوں - انجنیری اور تعمیرات کی مختلف شاخوں میں چلے جاتے ہیں جہاں وہ ڈزائن اور نقشہ وغیرہ بنانے کا کام کرتے ہیں - غیر معمولی صلاحیت کے نوجوانوں سے معاشرتی ترقی سے متعلق دوسرے بے شمار کام بڑے پیمانے پر لئے جاتے ہیں - یہ سب فن کار زندگی کی رو سے علحدہ اور دور نہیں رہتے بلکہ اپنے فن کے علاوہ - معاشی - معاشرتی اور علمی سائنسوں کا بھی مطالعہ رکھتے ہیں - اور سوئٹ سوسائٹی کے تمام مشغلوں میں عملی دلچسپی اور حصہ لیتے ہیں -

زندگی کے دوسرے شعبوں کی طرح مصوری اور دوسرے فنون میں حقیقت پسندی زیادہ جاگزین ہوتی جاتی ہے۔ اس نئے حقیقت پسند آرٹ میں صرف موضوع کی تبدیلی ہی نمایاں نہیں ہوتی ہے بلکہ اشتراکی تعمیر کے تمام عناصر اس میں سمو دیئے گئے ہیں۔ سویٹ حکومت اور سویٹ ادارے فن کاروں کے لئے خاص طور سے اس کے مواقع بہم پہونچاتے ہیں کہ وہ اشتراکی تعمیر کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور تعمیر اور ترقی کی اس نئی اسپرٹ کو آرٹ میں بھی بھر دیں۔ انھیں نئے نئے ابھرتے ہوئے شہروں کارخانوں۔ اور پنچایتی کھیتوں کی سیر کرائی جاتی ہے تاکہ ان میں بسنے والے انسانوں کو جو بالکل ایک نئی زندگی سے سرشار ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھیں اور ان کی زندگی کی سرشاریوں کو بکھیر دیں۔ کاغذوں اور کینوسوں پر منتقل کر دیں۔

بہت سارے بڑے بڑے مصوروں نے نیپر کے پن برقی کارخانوں یورال کے فولادی شہروں۔ مشترکہ کھیتوں۔ مشرق کی ابھرتی ہوئی قوموں۔ انکی زندگی کے رنگین نقشوں۔ ماسکو کی زیر زمین ریلوں غرض کے ایسی بے شمار چیزوں کو اپنی تصویروں کا موضوع بنایا ہے سویٹ فن کار صرف حقیقتوں ہی کی عکاسی نہیں کرتا بلکہ ان حقیقتوں میں کھلنے والی زندگی اور زندگی کے اعلیٰ مقاصد کو بھی اپنے آرٹ میں بھر دیتا ہے۔ وہ زندگی کے نئے حقائق نئے تصورات اور انسانوں کے نئے رشتوں کو بھی نئے طریقوں سے بکھیر دیں۔ پلستروں اور کینوسوں

میں منتقل کرتا ہے۔

سویٹ زندگی جس طرح بے شمار روایات قوموں اور ملکوں پر مشتمل ہے اسی طرح اس کے آرٹ میں بھی یکرنگی نہیں ہے۔ بلکہ بے شمار رنگ ملتے ہیں۔ سویٹ روس کی اکثر قومیں نہ صرف صدیوں سے زار شاہی کے تلے کچلی ہوئی تھیں بلکہ مقامی امیروں ملاتوں اور پادریوں کا بھی شکار تھیں۔ یہ قومیں اب آزاد ہیں اور انمیں اب زبردست ذہنی اور معاشرتی انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔ اور اس انقلاب کا عکس ان علاقوں کی مصوری سنگتراشی اور دوسرے فنون میں بھی نمایاں ہے۔ خاکہ سازی پوسٹر سازی اور اسی قبیل کے دوسرے فنون میں بالکل وہی جذبہ اور وہی اسپرٹ کارفرما ہے جو مصوری میں پائی جاتی ہے۔ جدید پبلک عمارتوں۔ عجائب گھروں اور اسکولوں میں سنگتراشی اور مصوری کے نئے نئے نمونے نظر آتے ہیں۔ اکثر جگہ لینن اشالین اور دوسرے لیڈروں کے مجسمے نظر آتے ہیں اور سب میں ایک ہی روح پائی جاتی ہے۔

آج کل جنگ نے غیر معمولی اور مختلف حالات پیدا کر دیئے ہیں۔ ایک وحشی درندہ صفت دشمن نے ایک امن پسند ملک پر حملہ کر دیا ہے اور سخت قسم کی وحشیانہ بربریت کا اظہار کر رہا ہے۔ آج سارا روسی آرٹ مصوری ہو پوسٹر سازی اور خاکہ سازی ہو یا کارٹون بنانے کا فن سب ہی اسی ایک حقیقت کو پیش کر رہے ہیں۔ آرٹ کے تمام ذرائع اس میں

مصروف ہیں کہ دشمن کے خلاف نفرت کا جذبہ پیدا کیا جائے۔ پوری
سوویٹ قوموں میں محبت اور یگانگت کے جذبہ کو قوی سے قوی تر کیا
جائے۔ اور سارے ملک میں دشمن سے لڑنے کا جذبہ پیدا کیا جائے
اور ساری قوتوں کو دشمن سے ملک کو پاک کرنے پر لگا دیا جائے

سترھواں باب

فنونِ لطیفہ

(۲)

تھیٹر اور ناچ گھر:۔ روس کے تھیٹر۔ ناچ گھر اور بیلے زمانہ قدیم سے مشہور ہیں۔ جدید روس میں دوسرے فنون کے مقابلہ میں تھیٹر سینما اور بیلے وغیرہ نے بہت زیادہ ترقی کی ہے۔ ملک کے معاشرتی انقلاب میں ان کا غیر معمولی حصہ رہا ہے۔ تھیٹر میں کئی فنوں کا نہایت خوشگوار اور موثر امتزاج ہوتا ہے۔ عمارتیں ہوتی ہیں جو اعلیٰ فن تعمیر کا نمونہ پیش کرتی ہیں۔ ان عمارتوں کی سجاوٹ اینکے نقش و نگار۔ روشنی فرنیچر اور دوسری آرائشی چیزیں پاکیزہ ذوق کی تسکین کے لئے کافی سامان مہیا کرتی ہیں۔ پھر شاعری۔ ادبی موشگافیاں۔ موسیقی اور رقص ہوتے ہیں۔

جو دلوں کو گرماتے ہیں۔ معاشرتی انقلاب کو آگے بڑھانے کا حوصلہ پیدا کرتے ہیں اور زندگی کو نئی راحتوں اور نئی امنگوں سے سرشار کرتے ہیں۔ اس قدیم ترقی یافتہ فن میں جب زندگی کی حرکت داخل کر دی گئی ہو تو ظاہر ہے کہ یہ کس کمال پر نہ پہنچ گیا ہوگا۔ یہ تھیٹر انقلاب اکتوبر کی پیداوار ہیں اور اشتراکی زندگی اور انقلاب کے مختلف پہلوؤں کو اپنے دیکھنے والوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ زار شاہی میں تھیٹر اور ناچ گھر صرف امراء اور روسا کی دلچسپی اور تفریح کا سامان تھے۔ عوام ان سے لطف اٹھانا تو کدھر اس طرف سے گزر بھی نہیں پاتے تھے۔ اب سویٹ زندگی میں تھیٹر اور بیلے کو غیر معمولی دخل حاصل ہو گیا ہے۔ شام کو جوں ہی سورج غروب ہو جاتا ہے تو ہزاروں سویٹ باشندے تھیٹروں اور ناچ گھروں میں گھس جاتے ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں پورے ملک میں کل ۱۱۵ مستقل تھیٹر اور ۹۰۴ کے قریب اداکار تھے۔ ۱۹۴۰ء میں تھیٹروں کی تعداد ۹۲۵ تھی اور ایکٹروں کی تعداد ۵۰ ہزار۔ ان کے علاوہ لاتعداد سفری تھیٹر علیحدہ ہیں جو ہمیشہ سارے ملک کا دورہ کرتے رہتے ہیں اور دیہی علاقے کی ضروریات کو پورا کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ تقریباً تمام مشترکہ کھیتوں میں مقامی تھیٹر قائم ہیں جن میں غیر پیشہ ور ایکٹر اپنے کمال کے جوہر دکھلاتے ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں کل ۱۵۰ سفری تھیٹر تھے اور ایک سال میں انھوں نے ۵۰ ہزار دیہی

آبادی کے لوگوں کو اپنے تماشے دکھلائے تھے۔ مشترکہ کھیتوں کے تھیٹروں کو نہ صرف سرکاری امداد ملتی ہے بلکہ پیشہ ور ایکٹر اور دوسرے ماہرین جا کر ان کی تربیت کا بھی انتظام کرتے ہیں۔ ملک کے ادیب خاص طور سے ان تھیٹروں کی ضروریات کے لحاظ سے ڈرامہ لکھتے ہیں زار شاہی میں تھیٹر صرف روسی علاقوں تک محدود تھے۔ لیکن اب ملک کی ہر زبان میں اور ہر قومیت اور جمہوریت میں تھیٹر قائم ہیں۔ بعض بڑے بڑے تھیٹروں میں پچاس پچاس زبانوں میں کھیل دکھلائے جاتے ہیں۔۔

سوویٹ روس کی زندگی میں جیسے جیسے تبدیلیاں ہوتی جا رہی ہیں ویسے ویسے ان کا اثر دوسرے فنون کے ساتھ تھیٹر اور سینما پر پڑ رہا ہے۔ سوویٹ روس کے ابتدائی زمانہ میں جب طبقہ وار جنگ جاری تھی تو اس کی جھلک تمام ناٹکوں میں نظر آتی تھی۔ ہمیشہ سرمایہ دار اور مزدور۔ کاشتکار اور زمیندار۔ سرخ سپاہی اور مخالف انقلاب سپاہی ان کی کہانیوں میں چھائے رہتے تھے۔ اس کے ۔۔۔۔ بعد اشتراکی صنعت اور پنجسالہ نظام العمل نے جنم لیا تو ڈراموں میں ان کا عکس نظر آنے لگا۔ ان نئی تعمیری سرگرمیوں سے زیادہ سے زیادہ لوگوں میں دلچسپی پیدا کرنے کے لئے تھیٹروں اور سینماؤں کو خاص طور سے حربہ بنایا گیا ہے۔ پہلے دو پنجسالہ نظام العمل نے پوری قوم کو ایک نئی زندگی سے سرشار کیا اور ایک

نئے معاشی اور معاشرتی تحفظ سے روشناس کرایا ہے جس سے زندگی میں خوشحالی اور راحت کا دور دورہ ہوگیا۔ زندگی میں امید اور شاندار مستقبل کی جھلک نظر آنے لگی۔ اور اس کا اثر ڈراموں میں بھی نظر آنے لگا۔ اب لوگوں کا یہ جی چاہتا تھا کہ ان ڈراموں میں ہنستی ہوئی زندگی پیش کی جائے۔ انھیں کھل کھلا کر ہنسنے کا موقعہ دیا جائے چنانچہ ناٹکوں میں محبت گھریلو زندگی خاندانی زندگی اور اشتراکی بھائی چارہ کی جھلک بڑھنے لگی مزاحیہ ڈرامے لکھے جانے لگے اور نشاط انگیز گیت ہر طرف سنائی دینے لگے۔ لیکن کبھی بھی انقلابی تھیم اور آگے بڑھنے کے جذبہ کو نظر انداز نہیں کیا گیا۔ اس کے بعد جنگ آگئی جس نے سارے ملک میں سراسیمگی کی ایک لہر دوڑا دی زیادہ سے زیادہ قربانیاں کرنے اور جانبازی اور حب الوطنی کے جذبہ کو بڑھانے کی ضرورت ہوئی اور ڈرامے نے اس نئے فرض کو بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ زمانۂ قدیم کے سورماؤں کی یادیں تازہ کی جانے لگیں اور ملک کے بے شمار بہادروں اور جانفروشوں کی داستانیں اسٹیج پر زیادہ نظر آنے لگیں۔

سوویٹ روس کے تھیٹروں میں روسی اور دوسری غیر روسی قوموں کے ڈراموں کے ساتھ ساتھ کلاسکی ڈراموں کو بھی خاص جگہ دی جاتی ہے۔ ملک کی تقریباً تمام زبانوں میں شکسپیر۔ شلر۔ بائرن وغیرہ کے ڈرامے کھیلے جاتے ہیں۔ اور ٹالسٹائی۔ دستوسکی۔ اور وکٹر

ہنگو وغیرہ کے نالوں پر ڈرامے کھیلے جاتے ہیں لیکن ان نئے ڈراموں
میں جو کلاسکی ادب سے ماخوذ ہوتے ہیں ان کے معاشرتی پہلوؤں
خصوصاً طبقہ واری پہلوؤں کو خاص طور سے نمایاں کیا جاتا ہے۔
اور یہی مقام ہے جہاں۔ مارکس۔ انگلس۔ لینن اور اسٹالین کے فلسفہ
کا عکس آرٹ میں نظر آتا ہے۔ اور دراصل یہی چیز سب سے زیادہ
اہمیت رکھتی ہے۔ اور سویٹ آرٹ کی یہی حقیقی جدت ہے

سویٹ ناچ گھر بیلے (BALET) اور آپیرا بھی ان ہی مدارج
سے گزرے ہیں جن مدارج سے سویٹ تھیٹر گزرا ہے گزشتہ سالوں
میں ان میں بھی غیر معمولی اضافہ ہوا ہے۔ زارشاہی میں صرف
۱۸ آپیرائی تھیٹر تھے جن کی تعداد ۱۹۳۹ء میں ۴۶ ہو گئی۔ اور ان
کے آرٹ۔ موسیقی اور پیش کرنے کے طریقوں میں حیرت انگیز ترقی
ہوئی۔ انقلابی اور اشتراکی تعمیر کی جھلک ان میں بھی نظر آتی ہے

سویٹ روس میں بچوں کی تربیت کا جسقدر خیال رکھا جاتا
ہے۔ اسی قدر انکی معاشرتی بیداری اور روحانی بالیدگی کو بھی پیش
نظر رکھا جاتا ہے۔ تھیٹروں سے بھی بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہت
کچھ کام لیا جاتا ہے۔ چنانچہ انقلاب کے بعد ہی ماسکو میں نومبر ۱۹۱۸ء
میں بچوں کا ایک تھیٹر قائم کیا گیا تھا۔ ۱۹۳۹ء میں پورے
ملک میں بچوں کے تھیٹروں کی تعداد ۱۳۱ تھی۔ بچوں کے تھیٹروں
میں چھوٹے چھوٹے ڈرامے اور ناچ ہوتے ہیں۔ جن سے بچوں کی سیاسی

معاشی اور معاشرتی تعلیم ہوتی ہے۔ ان کا انتظام خود بچے کرتے ہیں۔ ہر تھیٹر میں چھوٹے چھوٹے رسٹوران بھی ہوتے ہیں۔ ملک کے کئی ادیب اور فن کار خاص طور سے اسی کام پر متعین ہیں اور وہ بچوں کے لئے ڈرامے اور ناٹک لکھتے ہیں اور ان کے کھیلنے کا انتظام کرتے ہیں۔ اس جنگ سے قبل مسٹر ہیولیٹ جانسن کینٹر بری (انگلستان) کے سب سے بڑے پادری روس گئے تھے اور انھوں نے کئی ماہ رہکر وہاں کی زندگی کا بہت تفصیل سے مطالعہ کیا تھا۔ ایک دفعہ وہ ایک بچوں کے تھیٹر میں بھی گئے جہاں انھوں نے ایک ڈرامہ دیکھا جس میں بین الاقوامی بھائی چارہ کا سبق دیا گیا تھا اس کے متعلق انھوں نے اپنے تاثرات یوں بیان کئے ہیں "وہ ڈرامہ کا آخری منظر اور آخری تقریر میں کبھی بھی نہیں بھول سکتا جبکہ لڑکے نے اپنے ساتھیوں کو کھلونے دیتے ہوئے کہا۔ یہ تحفے ماسکو کے بچوں کی طرف سے افریقہ کے تاریک جنگلوں کے بچوں کے لئے ہیں۔ اس لئے کہ ماسکو کے بچے یہ چاہتے ہیں کہ دنیا کا ہر بچہ خواہ اس کا رنگ سفید ہو۔ سرخ ہو۔ زرد ہو یا سیاہ ہو۔ اس کی نسل کچھ بھی ہو اس کی زبان کچھ ہی ہو۔ اتنی ہی پر مسرت زندگی گزارے جتنی کہ ماسکو کے بچے گزارتے ہیں۔ میں اس کا اقرار کرتا ہوں کہ جب میں اس تھیٹر سے نکلا تو میرا دل بھر آیا اور میں اپنے آپ سے کہنے لگا "یہ ایک کمیونسٹ ماسکو کا کمیونسٹ تھیٹر ہے۔ جس میں کمیونسٹ ایکٹر کمیونسٹ بچوں کے لئے تماشہ کر رہے ہیں اور آج اتوار کی شام

ہے لیکن میں نے کبھی بھی انجیل مقدس کا یہ پیام کے تمام بچے میرے بھائی اور بہنیں ہیں اسقدر موثر طریقہ پر نہیں سنا۔ آج سویٹ روس جو اپنے بچوں کو سبق دیتا ہے خود اس پر بڑے پیمانے پر عمل بھی کرتا ہے۔ سویٹ حکومت آج بلا امتیاز مذہب۔ رنگ اور قومیت ہر شخص کی زندگی مسرتوں سے پر کرنا چاہتی ہے"۔

مختلف قسم کے تھیٹروں کے علاوہ ملک کے مختلف حصوں میں بے شمار کلب قائم ہیں جو دوسرے تمام فنون لطیفہ کے ساتھ چھوٹے چھوٹے ڈراموں موسیقی و ناچ کا بھی انتظام کرتے ہیں پورے روس میں ۱۹۳۹ء میں ایسے ۹۵ ہزار ۶ سو کلب تھے۔ جن میں سے ۵۶ ہزار مختلف دیہاتوں میں تھے۔ ان کے علاوہ غیر پیشہ ور فن کاروں کے ۶۰ ہزار حلقے علحدہ تھے۔ جو مختلف اداروں۔ کلبوں کارخانوں اور مشترکہ کھیتوں سے ملحق تھے۔ یہ حلقے نہ صرف فنون لطیفہ کی ترویج کرتے ہیں بلکہ ان کے حاصل کرنے اور ان سے لطف اندوز ہونے کے بھی مواقع فراہم کرتے ہیں۔ ان کلبوں اور حلقوں میں بڑے بڑے اور مشہور فن کار بھی شریک ہوتے ہیں۔ اور عملی حصہ لیتے ہیں۔ دوسروں کو اپنا فن سکھلاتے ہیں۔ اپنے فن سے محظوظ کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی استفادہ کرتے ہیں۔ ملک کے اکثر بڑے بڑے فن کار ان ہی کلبوں اور حلقوں کی پیداوار ہیں۔

تھیٹروں اور رقص گھروں کے لئے فن کاروں کی تعلیم اور تربیت کا بھی باقاعدہ اور سائنٹفک انتظام ہے۔ زار شاہی میں بھی فنون کے اسکول قائم تھے لیکن ان کی تعداد صرف دو تھی۔ اب دو تھیٹریکل انسٹیٹوٹ قائم ہیں اور ۴۹ تھیٹریکل اسکول ملک کے مختلف حصوں میں موجود ہیں۔ ان کے طالب علموں کی تعلیم کا سارا خرچ حکومت برداشت کرتی ہے۔ اس کے علاوہ ریڈیو سینمے مطالعہ خانوں کتب خانوں اور عجائب گھروں کا بھی انتظام حکومت کی طرف سے کیا جاتا ہے۔

زمانہ جنگ میں بھی امن کی طرح روسی ایکٹر، موسیقی دان اور فن کار اپنے فرائض اسی تن دہی سے انجام دے رہے ہیں۔ اور جنگ سے تھکے ماندے سپاہیوں اور زخمی جانبازوں کی تفریح کا سامان میدان جنگ اور ہسپتالوں میں مہیا کر رہے ہیں۔ ساتھ ہی پر جوش گانوں اور رقص سے امنیں زندگی کی تازگی برقرار رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں چنانچہ گزشتہ ایک سال میں میدان جنگ اور ہسپتالوں میں ۳ لاکھ کے قریب گانے اور رقص وغیرہ کے جلسوں کے انتظامات کئے گئے۔ جن میں سے ۵۴ ہزار تو عین میدان جنگ کے قریب منعقد کئے گئے تھے اور سوا لاکھ دوا خانوں اور سوا لاکھ بیرکیوں میں۔ ایک سال میں تقریباً ۹۰۰ جماعتوں نے ان مختلف حصوں کا دورہ کیا۔

یہ فن کار سویٹ سپاہیوں میں حب الوطنی اور قومی مدافعت کے جذبات پیدا کرتے ہیں اور ان کو زندہ رکھتے ہیں۔ سویٹ حکومت ہر سال ان فن کاروں کو ان کی خدمات کے صلہ میں بے شمار انعامات دیتی ہیں۔

سینما: سویٹ یونین میں سینما کا فن دوسرے تمام فنون میں سب سے زیادہ مقبول ہے۔ نہ صرف لاکھوں کی تعداد میں لوگ روزانہ سینما ہالوں میں جمع ہوتے ہیں بلکہ خود فلموں کی تیاری میں بھی غیر معمولی دلچسپی کا اظہار کرتے ہیں۔ جب کسی تاریخی یا انقلابی واقعہ سے متعلق کسی فلم کی تیاری کا اعلان ہوتا ہے تو ہزاروں آدمی خطوط اور مضامین کے ذریعہ مشورے پیش کرتے ہیں۔ جن لوگوں کو اس واقعہ سے کوئی عملی تعلق رہا ہو تو وہ خود آکر ملتے ہیں اور اپنے روزنامچہ پیش کرتے ہیں۔ دوسری قسم کی فلموں کے لئے بے شمار ٹکنیکل مشورے لباس اور سٹنگ وغیرہ کے متعلق ڈائرکٹروں اور اکثر وڈیوسروں کے پاس مشرق بعید تک سے وصول ہوتے ہیں۔ اور یہ کوئی حیرت کی بات نہیں ہے اس لئے کہ سویٹ روس میں ہر آرٹ کو عوام سے گہرا ربط ہے۔

اکثر فلم جن میں بڑے بڑے مجمع یا فوجیں دکھلائی جاتی ہیں تو اس کام کے لئے سویٹ باشندے بڑے ذوق اور شوق سے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ خود سرخ فوج کے افسر اور سپاہی

اس میں بڑے شوق سے حصہ لیتے ہیں۔ فلم جب بنکر دکھلایا جاتا ہے تو اخباروں، رسالوں، اور خطوط میں اس پر بے لاگ تنقید کی جاتی ہے۔ غلطیوں پر سخت نکتہ چینی ہوتی ہے۔ خوبیوں کی دل کھول کر داد دی جاتی ہے۔ لیکن یہ سب چیزیں بردرانہ جذبہ کے تحت ہوتی ہیں اور اس سے سویٹ فن کاروں کو اپنے معیار کے بلند کرنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ سوئٹ حکومت اور کمیونسٹ پارٹی نے ہمیشہ اس فن کی بڑی سرپرستی کی ہے۔ لینن نے ایک مرتبہ یہاں تک کہا تھا کہ ہمارے یہاں کے تمام فنوں میں یہ فن سب سے زیادہ اہم ہے۔

سینما سویٹ باشندوں کی ایک معاشرتی ضرورت بن گیا ہے اچھے فلم ہزاروں کی تعداد میں ایک ہی وقت میں مختلف شہروں میں دکھلائے جاتے ہیں۔ ہر شہر میں کئی کئی بڑے بڑے سینما ہال ہیں اس کے علاوہ اکثر کارخانوں۔ مشترکہ کھیتوں اور کلبوں میں خود اپنے سینما ہال علیٰحدہ ہیں۔ جن میں تمام اچھے فلم دکھلائے جاتے ہیں سفری تھیٹر کی طرح ہزاروں کی تعداد میں ہزاروں سینما بھی ہیں۔ جو ملک کے دور دراز حصوں خاص طور سے سائبیریا میں وہاں کی مقامی زبانوں میں فلم دکھلاتے ہیں۔ انتہائی شمالی برفانی علاقوں میں مشینیں اور فلم ہوائی جہازوں کے ذریعہ پہنچائی جاتی ہیں۔ ان کے علاوہ سارے ملک میں بکثرت سینمائی گاڑیاں بھی ہوتی ہیں جو دن کے

وقت تعلیمی اور تفریحی فلم دکھلاتی ہیں۔

نئے نئے اور اعلیٰ قسم کے فلم روس کی معاشرتی ترقی میں خاص حصہ لیتے ہیں اور سویٹ باشندوں کی زندگی میں نئی روح پھونکتے ہیں۔ انقلاب سے قبل روسی فلم سازی کی صنعت بہت ہی ابتدائی حالت میں تھی اور یورپ اور امریکہ کی صنعتوں کے مقابلہ میں تو بہت ہی پیچھے تھی۔ تمام سامان باہر سے منگوایا جاتا تھا۔ ٹکنک نہایت ابتدائی اور بچکانہ تھی۔ انقلاب کے بعد سویٹ حکومت نے اس صنعت کو اپنے قبضہ میں لے لیا۔ اور اس سے متعلقہ صنعتوں کی ترقی کی جانب خاص طور سے توجہ مبذول کی۔ چنانچہ اب روس میں ۱۴ بڑے بڑے کارخانے قائم ہیں۔ جہاں خام فلمیں تیار کی جاتی ہیں۔ چار کارخانے اور ۲۳ تحقیقاتی مرکز قائم ہیں۔ جہاں سائنٹفک اور تعلیمی فلم تیار کئے جاتے ہیں۔ چار کارخانوں اور ۱۶ مرکزوں میں موضوعی فلم تیار ہوتے ہیں۔ گزشتہ چند سالوں میں صرف آرٹ فلم آٹھ نو سو تیار ہو کر نکلے ہیں۔ تعلیمی اور موضوعی فلم ان کے علاوہ ہیں۔

سوئٹ فلم سازی کی صنعت اور فلم ٹکنک نے بھی اسی طرح ترقی کی ہے جس طرح پوری سوئٹ صنعت اور معاشرت نے۔ معاشرتی ترقی کے ساتھ ساتھ موضوعات بھی بدلتے گئے ہیں۔ پہلے سوئٹ کلاس اپنے کیمرہ کے ساتھ نیبرو پیٹرو وسک۔ میگنٹو گارسک اور ناسکو ودلگا ہنر کی تعمیر پر نظر آتے تھے اور آج ان کی جگہ میدان جنگ ہو گئی ہے۔

صنعت فلم سازی کی تعلیم و تربیت کے لئے ایک بڑا انسٹیٹیوٹ ماسکو میں قائم ہے۔ جس میں ہر قسم کی فنی تعلیم کا انتظام کیا گیا ہے۔ دنیا کے مختلف حصوں میں جسقدر بھی فلم اب تک بنے ہیں وہ سب وہاں موجود رہتے ہیں ملک کے بے شمار کہانیاں لکھنے والے۔ پروڈیوسر اداکار اور دوسرے فن کار یہیں سے تعلیم پاکر نکلے ہیں۔ فلم سازی کی ٹکنیکل تعلیم کے لئے ایک علحدہ بہت بڑا ادارہ لینین گراڈ میں قائم ہے ان اداروں میں بھی تعلیم دوسرے اداروں کی طرح مفت دی جاتی ہے۔ طالب علموں کو وظیفہ دیا جاتا ہے۔ ان کے لئے بڑے بڑے عجائب گھر۔ کتب خانے اور کلب وغیرہ قائم ہیں۔ یہ یہاں سے تعلیم حاصل کرکے اپنی قابلیت کے لحاظ سے مختلف اداروں میں چلے جاتے ہیں۔

سوویٹ یونین میں اس فن سے تعلق رکھنے والے کسی بری نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے۔ انکی بھی وہی حیثیت ہوتی ہے جو دوسرے شہریوں کی ہے ان میں سے بہت ساروں کو قومی خدمات کے سلسلہ میں بڑے بڑے انعامات ملے ہیں۔ بہت سارے مقامی اور مرکزی سوئیٹوں کے رکن بھی ہیں۔

غیر روسی قوموں کی جمہوریتوں میں بھی فلم سازی بڑی ترقی کررہی ہے خود ان علاقوں میں یہ صنعتیں قائم ہوگئی ہیں۔ جارجیا۔ ازبکستان۔ تاجکستان ترکمانیہ اور یوکرین وغیرہ کے لوگ اپنی زبانوں میں اپنی معاشرت اور تاریخ کے متعلق فلم بنواتے ہیں اور ان سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔

سویٹ تھیٹر کی طرح سوئٹ فلم سے بھی بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہت غیر معمولی کام لیا جاتا ہے۔ ان کے لئے اکثر بڑے بڑے شہروں میں علحدہ سینما گھر قائم ہیں۔ جن میں خاص طور سے ایسے فلم دکھلائے جاتے ہیں جو ان ہی کے لئے بنائے جاتے ہیں۔ یہ فلم تاریخی۔ تفریحی تعلیمی سب ہی قسم کے ہوتے ہیں۔ لیکن سب کا مقصد ایک ہی ہوتا ہے اور وہ یہ کہ ان کو صحیح معنوں میں شہری بنایا جائے۔

اٹھارواں باب

فنون لطیفہ

(۳)

ادب:- روسی ادب کو ساری دنیا کے ادب میں جو خاص مقام حاصل رہا ہے وہ کسی ملک کے ادب کو حاصل نہیں ہے۔ کون ہے جو پشکن۔ گوگول۔ ترجنیف۔ دستوسکی۔ چیخوف۔ طالسطائی اور گورکی وغیرہ کے نام نہیں جانتا۔ اور دنیا کی کونسی ترقی یافتہ زبان ہے جس میں ان کی تصنیفات کے ترجمے نہیں ملتے۔ انقلاب سے قبل کے ان ادیبوں نے ناول نگاری اور افسانہ نویسی کے ایسے فن کارانہ نمونے چھوڑے ہیں جنھیں لوگ ہمیشہ آنکھوں سے لگائے رکھیں گے۔ اور

مشعل راہ بنائیں گے۔ روس کے یہ ادیب ایک ایسے زمانہ کی پیداوار ہیں جبکہ زار شاہی اپنے عروج پر تھی۔ ایک طرف جاگیردار طبقہ تھا جس کے پاس تمام ملک کی دولت وثروت سمٹ کر آگئی تھی۔ عیش پرستی نے گھر کر لیا تھا۔ دوسری طرف انتہائی پس ماندہ جاہل دیہاتی کاشتکار اور چھوٹے چھوٹے تاجر تھے جو زار شاہی عہدہ داروں کے مظالم کے تلے کچلے ہوئے تھے۔ اور جنھیں نجات کی کوئی راہ نظر نہیں آتی تھی۔ ان کلاسکی ادیبوں میں سے اکثر مظلوم طبقہ کی بپتاؤں سے سخت متاثر نظر آتے ہیں۔ انکی کہانیوں ناولوں اور نظموں میں اسی پس ماندہ طبقہ کی بپتاؤں کی تصویریں ملتی ہیں۔ ان میں وہ فن کارانہ شان اور حقیقت پسندی نظر آتی ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ روس کے مظلوم طبقوں کی داستانیں نہیں بلکہ جاگیردارانہ نظام کے تلے کچلی ہوئی دنیا کی تمام قوموں کی کشمکش کی تصویریں ہیں۔ ان تصنیفات میں نچلے اور درمیانی طبقے کی زندگی اور ان کی کشمکش کے بہت اچھے اور نفسیاتی تجزیے ملتے ہیں لیکن کہیں بھی یہ ادیب مستقبل کی طرف رہبری کرتے نظر نہیں آتے۔ وہ اپنے نظام تمدن اور نظام حیات سے سخت نالاں اور بے حد متنفر ضرور نظر آتے ہیں لیکن اس سے نکلنے کی کوئی تدبیر نہیں بتاتے بلکہ اپنے کو بالکل لاچار اور بے بس پیش کرتے ہیں۔ ان کی کتابیں پڑھنے سے سخت لاچارگی کا احساس پیدا ہو جاتا ہے اور ذہن پر قنوطیت اور یاس چھا جاتی ہے۔

اواخر ۱۹ ویں صدی میں جب ملک میں مختلف سیاسی جماعتوں کی تنظیم بڑھنے لگی۔ اور زار شاہی کے خلاف مختلف تحریکات زور پکڑنے لگیں۔ خاص طور سے مزدور طبقے کی تحریکات نے ان کچلے ہوئے انسانوں کے دلوں میں امید کی جھلک پیدا کی تو اس کا اثر روس کے ادیبوں پر بھی پڑنے لگا۔ چنانچہ گورکی اور انکے بعض ساتھیوں کے اس زمانے کی کتابوں میں ہمیں رجائیت کی جھلک ملتی ہے۔ اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس تنگ و تاریک دنیا میں دور کوئی دیا ضرور جلتا ہے جو اس اندھیرے کو ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دیگا۔ ۱۹۰۵ء تک جیسے جیسے مزدور طبقہ کی انقلابی سرگرمیاں بڑھتی رہیں ادب میں یہ رجحان بھی بڑھتا گیا۔ لیکن ۱۹۰۵ء کے انقلاب کی ناکامی نے پھر حسرت و یاس کی فضا پیدا کر دی۔ اور لوگوں کے ذہنوں پر وہی افسردگی چھا گئی۔ اور بہت سارے ادیب زندگی سے فرار اور اشراقیت کا شکار ہو گئے لیکن یہ اثر زیادہ دیر پا نہیں رہا۔ اس لئے کہ ۱۹۰۵ء کے انقلاب کی ناکامی کے بعد مخالف سرمایہ داری جاگیرداری تحریکات نے پھر لوگوں کو گرمانا شروع کیا۔ اور ۱۹۱۰ء میں اشاریت اور اشراقیت کے رجحانات کے خلاف رد عمل شروع ہوا۔ اور استقبالیت کی تحریک نے کافی زور پکڑ لیا لفظوں کی جادوگری اور اشاریت پسندی کی جگہ حقیقت پسندی نے لینی شروع کی اور ادب برائے ادب کے نعروں اور ان کے علمبرداروں کو پھر شکست دیدی۔

۱۹۱۷ء کے انقلاب کے بعد ملک سخت معاشی بحران
میں مبتلا ہو گیا۔ ایک طرف مزدوروں اور کسانوں نے آزادی ملنے
سے ہر قسم کے سماجی بندھن توڑ دیے اور سرمایہ داروں اور جاگیرداروں
کا قلع قمع شروع کر دیا۔ دوسری طرف مخالف انقلاب قوتوں اور
بیرونی حملہ آوروں نے ملک پر سخت تباہیاں نازل کرنی شروع
کر دیں۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بہت سارے ادیب مثلاً اندرنیئوف
وغیرہ ملک چھوڑ کر چلے گئے۔ البتہ الکسی طالسطائی۔ گورکی۔ ایلیا اہرن
برگ۔ اور میکووسکی وغیرہ نے اس انقلاب کا خیر مقدم کیا اور اس
کی تائید میں اپنا زورِ قلم صرف کر دیا۔ اس انقلابی ہیجان میں جب
صدیوں کے کچلے ہوئے انسانوں کو آزادی ملی تو ان میں سے بے شمار
شاعر اور ادیب نکل پڑے اور انھوں نے ہر پرانی چیز حتیٰ کہ ادب
کی پرانی روایتوں اور کارناموں کی بھی مذمت شروع کی۔ اور
اپنے ساتھی ادیبوں سے یہ مطالبہ شروع کیا کہ ادب کو تمام کلاسکی
اقدار سے پاک کر دیا جائے۔ اس میں حسن و عشق کی داستانیں
نظر نہ آنے پائیں اور قدیم ادب سے بالکل ناتہ توڑ دیا جائے۔
جس طرح سرمایہ دارانہ نظام کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اسی طرح اس
کے فنون بھی مٹا دیے جائیں۔ اور پرولتاری تہذیب اور ادب
پیدا کرنے کی کوشش کی جائے۔ اس تحریک کے بانیوں اور اس کے
پیروؤں نے ہر طرف ایسے لوگوں کی بھی مخالفت شروع کر دی

جو انقلاب کا ساتھ تو دیتے تھے لیکن ان سب بے اعتدالیوں کو پسند نہیں کرتے تھے۔ پرولتاری ادب کی یہ تحریک دراصل نراجیت کا ایک عکس تھی جو اس زمانے کی سماجی زندگی میں عام طور پر چھائی ہوئی تھی اس تحریک نے گو کہ سارے ملک میں بڑا ہیجان پیدا کر دیا اور ہزاروں شاعر اور ادیب ہر جگہ نظر آنے لگے لیکن وہ کوئی چیز ایسی نہ پیش کر سکے جسے کوئی ادبی قیمت دی جا سکتی۔ یہ تحریک بہت دنوں نہ چل سکی اور خود لینن نے اس کی بے حد مذمت کی اور بتلایا کہ ہر وہ شخص جو انقلاب کی تائید کرتا ہے اور اس کو آگے بڑھانے میں مدد دیتا ہے خواہ وہ مدد کسی طرح بھی کی جائے۔ وہ ملک کا دوست ہے۔ تہذیبی وراثتوں اور پچھلے ادبی سرمایہ کو نکال نہیں پھینکا جا سکتا اور نہ نکال پھینکنا چاہیے۔

۱۹۲۱ء کے بعد جبکہ ملک اندرونی اور بیرونی دشمنوں سے پاک ہو گیا اور معاشی زندگی دوبارہ بحال ہو گئی۔ جنگ و جدل کا خاتمہ ہو گیا اور کسی قدر فضا میں سکون پیدا ہوا تو تہذیب اور ادب کی ترقی پر بھی زیادہ توجہ کی جانے لگی۔ کافی بڑی تعداد میں اخبارات اور رسائل چھپنے لگے۔ نئے نئے پریس قائم ہونے لگے۔ اور نئے ادیبوں کے لئے نئے میدان ملنے لگے۔ نئی معاشی زندگی کے اس دور میں اندرونی سماجی کشمکش ابھی ختم نہیں ہوئی تھی بلکہ کافی تیز ہو گئی تھی اور اس کے اثرات ادب پر بھی پڑنے لگے تھے۔ قدیم ادیب مثلاً گورکی

طالسطائی اور اہرن برگ وغیرہ بھی اس سے متاثر تھے۔ اور نئے ادیبوں کی تحریروں میں بجائے کلاسکی ادب کی انفرادی ذہنی کشمکش اور افراد کے نفسیاتی خاکوں اور داخلی کشمکش کے خارجی کشمکش کا عکس زیادہ نظر آنے لگا تھا۔ یہ نئے ادیب جن میں پلیناک۔ بیبل۔ لیوناف۔ شیلو خوف۔ خیروف۔ ادنیاف اور رونیاف وغیرہ خاص مرتبہ رکھتے ہیں اپنی تمام تصنیفوں۔ ناولوں اور افسانوں میں زیادہ تر ان ہی مسائل کو پیش کرتے ہیں۔ جن کا تعلق سماج کے مختلف گروہوں اور مختلف رجحانات اور مسائل سے تھا۔ ان ادیبوں کے کارناموں کو گو کہ وہ عالمگیر مقبولیت حاصل نہ ہو سکی جو کلاسکی ادیبوں کو حاصل ہے لیکن ان کے کارنامے کچھ کم پسندیدگی کی نظر سے نہیں دیکھے گئے۔

۱۹۲۸ء میں جب پہلا نظام العمل شروع کیا گیا تو اس کی وجہ سے ملک کی تعمیری سرگرمیوں میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا پنجسالہ نظام العمل نے پورے ملک میں ایک نئے جوش و خروش کا اضافہ کر دیا اور حکومت کے ایما پر تمام ادیبوں اور شاعروں نے اس تعمیری نظام العمل کو آگے بڑھانے میں اپنی ادبی صلاحیتوں کو صرف کرنا شروع کر دیا اسی دور میں ایک عام اور ریناررجحان پھر پیدا ہو گیا کہ وہی ادیب صحیح معنوں میں پرولتاری ادیب کہلایا جا سکتا ہے جو صرف اس نظام العمل کی تائید میں اپنے زور قلم کو صرف کر دے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ بعض ادیب اور شاعر مشینوں اور کلوں کی تعریف

میں قصیدے لکھنے لگے - اور ان میں سے اکثر کی تصنیفات میں سے ادبی عنصر گھٹ گیا - اس کے باوجود بعض ادیبوں مثلاً شیلوخوف کلاکوف - اور لیونافت وغیرہ نے اسی زمانہ میں چند بہت اچھے ناول لکھے -

سنہ ۳۲ء کے بعد سے سنہ ۲۸ء کے رجحانات کے خلاف ردعمل شروع ہوا اور روسی ادیبوں اور کمیونسٹ پارٹی نے یہ محسوس کیا کہ نئے سویٹ ادب کی ترقی اور ارتقا کے لئے یہ ضروری ہے کہ تمام سویٹ ادیبوں کو نہ صرف اس کی آزادی دی جائے کہ وہ جس موضوع پر چاہیں لکھیں بلکہ کلاسکی ادب سے ناتہ جوڑنا بھی ضروری ہے - اعلیٰ قسم کا ادب صرف اس وقت پیدا ہو سکتا ہے جب کہ نوجوان ادیب نہ صرف روسی بلکہ ساری دنیا کے کلاسکی ادب کا مطالعہ کریں اور اس سے استفادہ کر کے اپنی تحریروں میں ادبی شان پیدا کریں - چنانچہ اس کے بعد سے ملک میں کلاسکی ادب کی مانگ بے انتہا بڑھ گئی جس نے نہ صرف ادیبوں میں اس قدیم ادب کا شوق پیدا کر دیا بلکہ عام طور سے لوگ پرانے لکھنے والوں کی کتابیں کثرت سے پڑھنے لگے گزشتہ چند سال میں ۱۵ لاکھ کے قریب بالزک کی کتابیں - ۲ لاکھ ۶۹ ہزار ہین (Heine) کی ۲۳ لاکھ ۸۰ ہزار وکٹر ہیگو کی ۱۹ لاکھ ۳۲ ہزار چارلس ڈکنز کی ۳ کروڑ کے قریب پشکن کی ڈیڑھ کروڑ کے قریب چیخوف کی

اور ہم کروڑ گورکی کی اور کروروں کتابیں شکسپیر اور دوسرے ادیبوں کی شائع ہو چکی ہیں۔ یہ کتابیں نہ صرف روسی زبانوں میں چھپی ہیں بلکہ ان کے ترجمے ملک کی تقریباً تمام زبانوں میں بکثرت شائع ہو چکے ہیں۔ کلاسکی ادب سے لوگوں کی دلچسپی اسقدر بڑھ گئی ہے کہ ہر سال انگلستان کے لوگوں کو اس کا پتہ بھی نہیں چلتا کہ شکسپیر کس تاریخ فوت ہوا تھا اور روس کے اکثر شہروں میں پورے ایک ہفتہ اس کی برسی منائی جاتی ہے جس میں جلسے ہوتے ہیں۔ اس پر مضامین پڑھے جاتے ہیں اور ڈرامے لکھے جاتے ہیں نظامی اور فردوسی کی جن کے نام بھی فارسی داں ممالک بھول بیٹھے ہیں ہر سال بڑے شاندار پیمانہ پر یادگار منائی جاتی ہے۔ اور لوگ ان کے ادبی کارناموں سے حقیقی معنوں میں لطف اٹھاتے ہیں اور ان سے مستفید ہوتے ہیں۔

سنہ ۱۹۴۵ء کے بعد کے زمانہ میں نہ صرف کلاسکی ادب کا شوق بڑھ گیا بلکہ اب ایسے ادب کی مانگ بھی بڑھ گئی جو ملک کے باشندوں کی زندگی میں مسرت کو اور بڑھائے اور ان کے لئے ہنسنے کا زیادہ موقعہ پیدا کرے۔ اور سماجی مسائل زیادہ سے زیادہ ادب کا موضوع بنائے جائیں اور یہ ہونا بھی چاہئے تھا اس لئے کہ اس زمانے میں ملک تمام معاشی اور معاشرتی تلاطم اور کشمکش سے نجات پا چکا تھا۔ معاشی اور معاشرتی زندگی میں نہایت سرعت سے ترقی ہو رہی تھی۔ اور لوگوں کی زندگی میں، امن اطمینان، اور خوشحالی کا

کافی دور دورہ ہو چکا تھا۔

سوئٹ روس کی اس پر امن اور پر کیف زندگی میں ۲۲ر جون ۱۹۴۱ء کے ہٹلر کے حملہ نے ایک نیا تلاطم پیدا کر دیا۔ اس حملہ سے نہ صرف امن وامان بلکہ گزشتہ ۲۴ سال کی ساری تعمیر خطرے میں آگئی۔ اور ملک کی تمام تعمیری سرگرمیاں یک لخت ختم کر دی گئیں۔ محاذ جنگ کی ضروریات تمام دوسری ضروریات پر مقدم قرار دیدی گئیں۔ اور ہر شخص نے خواہ وہ زندگی کے کسی شعبہ سے بھی تعلق رکھتا ہو اپنے کو صرف اسی ایک مقصد کے لئے وقف کر دیا۔ تمام ادیبوں۔ افسانہ نگاروں اور شاعروں نے اپنے کو جنگی سرگرمیوں میں مصروف کر دیا۔ آج ہزاروں سوئٹ ادیب مختلف اخباروں اور رسالوں کے نمایندے بنکر محاذ جنگ پر پہنچ گئے ہیں۔ اور اپنے اخباروں کو چشم دید حالات لکھکر بھیجتے ہیں۔ ایسی نظمیں۔ افسانے اور ڈرامے لکھتے ہیں جو لوگوں کے دشمن کے خلاف لڑنے کے عزم کو اور راسخ کرتے ہیں اور ولولہ اور جوش پیدا کرتے ہیں۔ آج سوئٹ روس کے بڑے بڑے ادیب مثلاً طالسطائی۔ شولوخوف۔ ایلیا اہرن برگ۔ سیمونوف وغیرہ اپنے وقت کا زیادہ تر حصہ توپوں اور گولوں کے سایہ میں گزارتے ہیں اور ملک کی خدمت میں کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ جمبول جابر جیسے ۹۰ سالہ ضعیف شاعر اور ادیب بھی آج خاموش نہیں رہ سکتے

اور وہ بھی اپنے نغموں سے نہ صرف قازقوں میں بلکہ سارے روسی باشندوں میں ولولے پیدا کر رہے ہیں۔

سوویٹ ادیب اپنی ان لڑائی کی سرگرمیوں میں ٹھوس علمی کتابوں اور علمی تحقیقات سے بھی غافل نہیں ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ ادیبوں کی اکثریت جنگی سرگرمیوں میں مصروف ہے لیکن ایسے ادیبوں اور محققوں کا بھی کافی بڑا حصہ ہے جو جنگ سے ہٹ کر دوسرے علمی مشاغل میں بھی اپنا کافی وقت صرف کرتا ہے۔ سنہ ۱۹۴۱ء میں سوویٹ ادیب یان کو اس کے ناول چنگیز خان پر روس کا سب سے بڑا اسٹالین انعام دیا گیا۔ یہ ناول چنگیز خان کے عہد سے متعلق ہے جس میں اس زمانے کی سماجی اور سیاسی کشمکش کو بڑے خوبصورت انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ سنہ ۱۹۴۲ء کا اسٹالن انعام ایلیا اہرن برگ کو ان کے ناول پیرس کا زوال پر ملا ہے۔ جس میں فرانس کی اندرونی سیاسی اور معاشی کشمکش اور فرانس کی جرمنوں سے شکست کو نہایت دلکش انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ ناول زمانہ جنگ کا سب سے اچھا ناول تسلیم کیا گیا ہے اور دنیا کی بے شمار زبانوں میں اس کا ترجمہ ہو چکا ہے۔

سوویٹ یونین میں مشرقی زبانوں سے دلچسپی آج اس جنگ کے زمانے میں بھی کم نہیں ہوئی ہے۔ خود اردو زبان میں اب ماسکو سے کتابیں چھپ رہی ہیں۔ ٹیگور کے کلام کا ترجمہ کئی زبانوں

میں چھپ چکا ہے۔ تلسی داس کی رامائن اور للو لال جی کی پریم ساگر کا ترجمہ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔ مہابھارت کی تمام جلدوں کا ترجمہ کیا جا رہا ہے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کی ایک بڑی اور ضخیم تاریخ بھی اکادمی آف سائنس کی زیر نگرانی ترتیب پا رہی ہے۔ نظامی۔ گنجومی۔ شرف الدین ایزدی۔ فردوسی اور دوسرے شاعروں اور ادیبوں کے کارنامے نہ صرف نئے سرے سے نہایت شاندار پیمانے پر شائع کئے جا رہے بلکہ ان کے ترجمے بھی ملک کی مختلف زبانوں میں چھپ چکے ہیں۔ بابر کی مشہور تصنیف بابرنامہ کے بھی کئی زبانوں میں ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔

پریس:- زار شاہی میں جس طرح شہری آزادی اور تحریر و تقریر کی آزادی مفقود تھی اسی طرح پریس پر بھی سخت قسم کی پابندیاں عائد تھیں۔ اس کے علاوہ ملک کا ۹۰ فیصد سے زاید حصہ جاہل تھا اور مختلف قومیتوں کو اپنی زبان میں تعلیم حاصل کرنے یا کتابیں اور اخبار شائع کرنے کی اجازت نہیں تھی جس کی وجہ سے پریس صرف اعلیٰ روسی طبقہ کی تفریح طبع یا پروپگنڈہ کا ذریعہ بن گیا تھا۔ اکثر بڑے بڑے اخبارات اور مطبع بڑے بڑے سرمایہ داروں کی ملک تھے۔ اور ان ہی کے اغراض و مقاصد کی تبلیغ اور انکے مفاد کی حفاظت ان کا کام رہگیا تھا۔ سوئٹ حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی سارے ملک کے عوام کو ہر قسم کی

کی جکڑبندیوں سے آزاد ہوکر اور حکومت کے سارے کل پرزوں میں عوام کی آواز کا دخل پیدا کردیا۔ نئے سوویٹ قانون کی رو سے ہر سوویٹ باشندے کو تقریر۔ پریس اور جلسہ کرنے کی عام آزادی دیدی گئی۔ اور محنت کشوں اور ان کی انجمنوں کے قبضہ میں تمام اخبارات۔ پریس اور کتب خانے وغیرہ دیدیئے گئے جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورا پریس ملک کی تعمیری سرگرمیوں میں غیر معمولی حصہ لینے لگا۔ ۱۹۱۳ء میں صرف ۱۸۵۹ اخبارات و رسائل تھے جو صرف ۲۷ لاکھ چھپتے تھے اور ۱۹۳۹ء میں اخبارات کی تعداد ۹ ہزار ہوگئی اور یہ ۴ کروڑ ۷۵ لاکھ کی تعداد میں چھپنے لگے۔ بعض بڑے اخبارات کی تعداد تو لاکھوں تک پہنچ گئی ہے۔ مثلاً کمیونسٹ پارٹی کا اخبار پراودا روزانہ ۱۶ لاکھ ۶۰ ہزار چھپتا ہے۔ مزدور سبھا کا اخبار ترڈ ۵ لاکھ کے قریب چھپتا ہے سوویٹس کا اخبار ازوستیا روزانہ ۱۶ لاکھ ۶۰ ہزار چھپتا ہے۔ اس کے علاوہ سرخ فوج سرخ بحریہ اور دوسرے اداروں کے اخبارات بھی کافی بڑی تعداد میں شائع ہوتے ہیں۔ یہ اخبارات تقریباً ملک کے ہر گوشہ میں جاتے ہیں۔ ۴ ہزار کے قریب مقامی اخبارات مختلف ضلعوں کی اپنی زبانوں میں علیحدہ شائع ہوتے ہیں۔ جن کی اشاعت ۶۰ لاکھ کے قریب ہے۔ اس کے علاوہ تمام بڑے کارخانہ اور مشترکہ

کھیت اپنے اخبارات علٰحدہ نکالتے ہیں اور اپنے متعلقہ اداروں میں تقسیم کرتے ہیں۔ ایسے اخبارات کی تعداد ۱۹۳۹ء میں ۴۰۶۴ تھی۔ ہر چھوٹا کارخانہ اور مزرعہ جو اخبارات شائع کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا وہ دیواری اخبارات نکالتا ہے۔ جن کے مضامین ہاتھ سے لکھے ہوئے اور ٹائپ کئے ہوئے ہوتے ہیں۔ سفری اخبارات ان کے علاوہ ہیں۔ فصلوں کے زمانہ میں اکثر اخبارات بڑی بڑی موٹریں کاشت کے مزرعوں میں بھیجتے ہیں جن میں ریڈیو لگا ہوا ہوتا ہے اس کے ذریعہ اہم خبریں کام کرنے والوں کو روزانہ سنائی جاتی ہیں۔

تحریر و تقریر کی کامل آزادی کی وجہ سے یہ اخبارات ہر قسم کے اعتراضات کے لئے کھلے رہتے ہیں۔ چھوٹے اور بڑے ہر قسم کے اخباروں میں روزانہ لاکھوں خطوط آتے ہیں جن میں لوگ ہر قسم کے معاملات کے تعلق آزادانہ رائے دیتے ہیں اور ہر قسم کی کمزوریوں کو منظر عام پر لاتے ہیں۔ خاص طور سے ضلع داری اور اور کارخانوں اور پنچایتی کھیتوں کے اخباروں میں سخت تنقیدیں چھپتی ہیں۔ ایک معمولی مزدور اپنے ادارے کے بڑے سے بڑے عہدہ دار اور ہر قسم کی انتظامی اور ٹکنیکل کمزوریوں پر سخت تنقید کر سکتا ہے۔ بڑے اخبارات میں سیاسی اور معاشی مسائل پر بہت سخت تنقیدیں شائع ہوتی ہیں۔ ہر قسم کی تنقیدوں کو

حکومت پسندیدگی کی نظر سے دیکھتی ہے۔ ہر شعبہ زندگی میں تنقید کی عام آزادی کا نتیجہ یہ ہے کہ پورے سوویٹ نظام نے اس قدر تیز رفتاری کے ساتھ زارشاہی کی بے عملی، جہالت اور غیر ذمہ دارانہ طرز عمل کو سوسائٹی سے نکال پھینکا ہے۔ مختلف اخبارات کے اڈیٹر اور ادارے کے دوسرے لوگ اپنے پڑھنے والوں سے نہ صرف خطوط کے ذریعہ تعلق رکھتے ہیں بلکہ ان کے بے شمار نمائندے ملک کے مختلف حصوں میں ان کے پڑھنے والوں سے ملتے اور تبادلہ خیالات کرتے ہیں اور اسی کے مطابق اپنے اخبارات کو اطلاعیں بھیجتے ہیں۔ اس کے علاوہ مختلف اخبارات ملک کے مختلف مقامات پر اپنے پڑھنے والوں کی بے شمار کانفرنسیں بھی کرتے ہیں اور اس میں اہم سیاسی اور معاشی و معاشرتی مسائل پر نہایت آزادانہ بحث و مباحثہ ہوتا ہے۔ اس میں خود حکومت اور سوئٹس کے نمائندے دلچسپی لیتے ہیں۔ ان کی رپورٹیں خاص طور سے اخبارات میں چھپتی ہیں۔ عوام اور پریس اس طرح ملک کی مختلف سرگرمیوں میں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ بقول لینن کے پریس کا کام صرف پروپگنڈہ کرنا نہیں ہے بلکہ عمل کرنا اور عوام کی تنظیم کرنا بھی ہے۔

انقلاب کے فوراً بعد ہی سے سوئٹ پریس نے ملک کی سرگرمیوں میں غیر معمولی حصہ لینا شروع کیا تھا۔ ابتدائی زمانہ میں انقلاب

دشمن قوتوں کے مقابلہ میں اور اس کے بعد بحالۂ نظام العمل کی
ریس میں سوئٹ پریس نے غیر معمولی حصہ لیا ہے۔ اور اب موجودہ جنگ
کے زمانے میں تمام قوموں کی تنظیم اور مختلف محاذوں کی سرگرمیوں
کے اضافہ میں سوئٹ پریس اپنی پوری توانائی صرف کر رہا ہے
اخبارات کے علاوہ مختلف رسائل اور کتابیں بھی ملک کی معاشرتی
اور ذہنی ترقی میں غیر معمولی حصہ لے رہی ہیں ملک میں مختلف علوم
وفنون کے متعلق ۱۹۰۰ کے قریب رسالے نکلتے ہیں جن کی ۲ کروڑ
۵۰ لاکھ کاپیاں سالانہ چھپتی ہیں۔ عام معاشرتی اور ذہنی بیداری
نے لوگوں میں سائنٹفک۔ علمی اور سیاسی مسائل کی جانب رجحان
بھی بہت زیادہ بڑھا دیا ہے۔ اور مارکس۔ انگلز۔ لینین اسٹالین
اور دوسرے بے شمار مارکسی اور غیر مارکسی سیاست والوں
اور معاشیئن کی کتابوں کا ذوق روز بروز بڑھتا جاتا ہے چنانچہ
۱۹۱۷ء سے ۱۹۳۸ء تک مارکس۔ انگلز۔ لینین اور اسٹالین
کی کتابیں ۴ کروڑ کے قریب فروخت ہوئیں۔ ان کے علاوہ ادبی
کتابیں ۱۲ کروڑ کے قریب۔ دیہی معاشیات اور زراعت پر ۲ کروڑ
۳۰ لاکھ۔ معاشرتی سائنس اور سیاست پر ۳ کروڑ اور ٹکنیکل کتابیں
۶ کروڑ کے قریب ملک کی مختلف زبانوں میں شائع ہوئی ہیں۔
اور آج ان پس ماندہ حصوں میں بھی جہاں ۲۵ سال قبل کوئی
لکھنے کا خط بھی نہیں تھا آج شکسپیر گورکی اور اسٹالن وغیرہ کی کتابیں

اپنی زبانوں میں پڑھی جاتی ہیں۔ علمی کتابوں کے علاوہ بچوں کے اخبارات، رسالے اور کتابیں علیحدہ شائع ہوتی ہیں جن کی کروڑوں کی تعداد میں بڑے بڑے ماہرین کی زیرِ نگرانی اشاعت ہوتی ہے اور یہ لٹریچر ان مستقبل کے انسانوں کی تعمیر میں اہم اور نمایاں حصہ لیتا ہے۔

سوویٹ ادیبوں اور اخبار نویسوں اور اس پیشہ سے متعلق دوسرے لوگ ملک میں بڑی عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں اور ان کی خدمات کو حکومت اور عوام ہر طرح سراہتے ہیں۔ یہ لوگ بھی ملک کی تمام معاشی اور معاشرتی سرگرمیوں میں ہر قسم کا حصہ لیتے ہیں بہت سارے مختلف سوسائٹیوں، مزدور سبھاؤں اور امداد باہمی کی انجمنوں کے سرگرم رکن ہیں۔

انیسواں باب

صحت جسمانی اور کھیل

ڈاکٹر۔ این۔ ڈی سی میشکوا اپنی کتاب "سوئٹ روس میں صحت جسمانی کی حفاظت" میں زار شاہی عہد کے حالات کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں "زار شاہی نے سوئٹ حکومت کے لئے ایک ایسا ملک چھوڑا تھا جس میں صحت جسمانی اور صفائی کی حالت ناقابل بیان حد تک خراب تھی۔ شہروں اور دیہاتوں کے مزدوروں کے مکانات انتہائی تنگ بوسیدہ اور غلیظ تھے۔ مزدوروں اور کاشتکاروں کی معاشی حالت انتہائی پست ہو گئی تھی جس کی وجہ سے حفظان صحت کے اصول گویا سماج سے بالکل مفقود ہو گئے تھے۔ یہ سب چیزیں عالمگیر

وباؤں کے لئے میدان صاف کرتی تھیں اور سالانہ لاکھوں آدمی ان کی نظر ہو جایا کرتے تھے۔ تمام بیماریوں کا ایک چوتھائی حصہ معاشی اور معاشرتی پستی کا نتیجہ تھا۔ ۱۹۴۱ء کی جنگ سے قبل شرح اموات اوسطاً فی ہزار ۲۸ و ۳۰ سے ۳۰ تک تھی۔ جنگ کی تباہ کاریوں نے لوگوں کی معاشی حالت اور بھی تباہ کردی تھی جس کی وجہ سے ایک طرف وباؤں کا زور بڑھ گیا تھا دوسری طرف طبی امداد میں بدنظمی پھیل گئی تھی اور لوگ اور زیادہ تعداد میں مرنے لگے تھے۔"

سوئٹ حکومت کو برسرِ اقتدار آنے کے بعد جن غیر معمولی حالات کا سامنا کرنا پڑا اس کے لئے ضروری تھا کہ نہایت موثر تدبیریں اختیار کی جائیں۔ چنانچہ نہ صرف وباؤں اور بیماریوں پر قابو پانے کی جد و جہد شروع کی گئی بلکہ خاص طور سے ان تمام چیزوں پر بھی توجہ کی گئی جن کی وجہ سے وبائیں پھیلتی ہیں اور لوگ بیماریوں کا شکار ہوتے ہیں۔ سوئٹ حکومت کا مطمعِ نظر دنیا کے اور دوسرے ممالک کی طرح صرف بیماریوں کو اچھا کرنا نہیں تھا بلکہ ایک صحت مند قوم پیدا کرنا تھا۔

سوئٹ روس میں پورے ملک کی صحت جسمانی اور طبی امداد سے متعلق تمام تنظیموں کا تعلق حکومت سے ہوتا ہے اور وہی ان سب کا بندوبست کرتی ہے۔ تمام۔ ڈاکٹر۔ نرسیں۔ اور

تحقیقاتی تمام کرنے والے سب کے سب حکومت کے ملازم ہوتے ہیں۔ اور حکومت ہی ان کے رہنے، سہنے اور تفریح وغیرہ کے بہتر سے بہتر ذرائع مہیا کرتی ہے۔ ان کے مطالعہ اور علم کو وسیع کرنے اور تحقیقاتی کام کو آگے بڑھانے میں ہر قسم کی امداد دیتی ہے صحت جسمانی اور طبی امداد سے متعلق ادارے مرکزی حکومت کے تحت نہیں ہوتے بلکہ ان کا تعلق ہر جمہوریت کی اپنی حکومت سے ہوتا ہے۔ مرکزی حکومت مختلف جمہوریتوں میں باہمی تعاون پیدا کرتی ہے۔

سویٹ حکومت کے برسراقتدار آنے کے بعد ۱۹۲۱ء تک پورے ملک کو سخت مصائب اور بیرونی حملوں کا مقابلہ کرنا پڑا اور اس عرصہ میں ملک کی حالت اسقدر خراب ہوگئی تھی کہ ۱۹۱۴ء سے قبل کے معیار کو پہونچنے کے لئے ملک کو کئی سال لگ گئے، پہلے اور دوسرے پنجسالہ نظام العمل کے دوران میں البتہ اس جانب غیر معمولی توجہ کی جاسکی۔ چنانچہ ۱۹۱۴ء میں طبیبوں کی تعداد ۲۰ ہزار سے بھی کم تھی اور ۱۹۴۰ء میں ایک لاکھ ۴۰ ہزار ہو گئی۔ دیہی علاقوں میں جتنے طبیب انقلاب سے قبل تھے اب اس کے تین گنا ہیں۔ مشرقی اور ایشیائی علاقوں کی ترقی اور بھی حیرت انگیز ہے۔ مثلاً آذربائی جان میں انقلاب سے قبل ۱۶۱ طبیب تھے اور ۱۹۴۰ میں ۲۴۰۰ ہوگئے۔ تاجکستان

میں ۱۹۱۳ء میں ۱۳ طبیب تھے اور ۱۹۶۰ء میں ۳۷۲ ہو گئے۔ جمہوریہ ترکمان میں زار شاہی کے ہسپتالوں میں صرف دو سو مریضوں کا انتظام تھا اور اب ۲ ہزار مریضوں کے لئے ہسپتالوں میں بستر موجود رہتے ہیں ازبکستان کے ہسپتالوں میں ۱۰ ہزار مریضوں کی گنجائش ہے جبکہ انقلاب سے قبل ۶۰۰ مریضوں کے لئے بھی جگہ نہ نکل سکتی تھی۔

ہسپتالوں کی طرح ملک کے تمام حصوں میں صحت گاہوں اور آرام گاہوں میں بھی کئی گنا اضافہ ہو گیا ہے۔ صحت گاہیں اور آرام گاہیں ملک کے نہایت صحت بخش اور پر فضا سمندری یا پہاڑی علاقوں میں قائم کی گئی ہیں۔ جن میں سے کچھ زار شاہی امراء کے محلات میں ہیں اور بعض کے لئے نئی نئی خوبصورت عمارتیں تعمیر کی گئی ہیں۔ ان میں رہنے کے لئے ہر اس شخص کو اجازت ملتی ہے جسے صحت کی خرابی کی وجہ سے تبدیل آب و ہوا یا آرام کی ضرورت محسوس ہو۔ ان میں لوگ چھٹیوں میں تفریح کے لئے بھی آکر رہتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں ان صحت گاہوں کے لئے ۵½ لاکھ اور آرام گاہوں کے لئے ۱۹ لاکھ اجازت نامے مختلف مزدوروں کسانوں۔ اور دماغی کام کرنے والوں کو عطا کئے گئے تھے۔ ان اداروں میں رہنے سہنے اور تفریح کے تمام اخراجات حکومت برداشت کرتی ہے۔

سوویٹ یونین کی دوسری معاشی اور معاشرتی سرگرمیوں کی طرح

صحت عامہ کا نظام بھی ایک خاص نظام العمل کے تحت ہوتا ہے۔ ہر سال کے شروع میں ہر جمہوریت اپنی وزارت صحت عامہ اور مقامی صحت کے بورڈ کی مدد سے اس کا یقین کرتی ہے کہ کن مقامات پر دوا خانے۔ آپریشن کے ہسپتال۔ زچگی خانے۔ بالک گھر۔ صحت گاہیں سائنٹفک ادارے اور طبی اسکول قائم کئے جانے چاہیں اور کہاں قائم کئے جائیں گے۔ ان میں گنجائش کتنی ہوگی اور کس ادارے میں کن چیزوں کو زیادہ اہمیت دی جائے گی۔ چونکہ پورے نظام کی خاکہ بندی ہوتی ہے مختلف اداروں میں باہمی تعاون ہوتا ہے اس لئے ہر ادارہ تازہ ترین ایجادات اور سائنٹفک معلومات سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

صحت عامہ کے پورے نظام میں مختلف قسم کے ادارے شامل رہتے ہیں۔ جو صنعتی علاقوں کی صفائی۔ وصحت۔ مکانات اور بلدی صفائی۔ غذا پر حفظان کے صحت کے اصولوں پر نگرانی اور وباؤں پر قابو پانے کے کام انجام دیتے ہیں۔ عوام کے لئے حفظان صحت کی تعلیم کے بے شمار اسکول کھول دئیے گئے ہیں۔ جہاں صحت جسمانی اور صفائی سے متعلق ابتدائی اصول بتلائے جاتے ہیں تاکہ لوگوں میں اپنی صحت برقرار رکھنے کا شعور خود سے پیدا ہو اور وہ اپنی صحت کی حفاظت کر سکیں۔

ملک کے مختلف عوامی ادارے بھی اس جانب خاص طور سے توجہ

کرتے ہیں۔ ہر شہر دیہات اور ضلع کی سویٹ میں صحت عامہ کی بھی
ایک کمیٹی ہوتی ہے جو اپنے علاقے کی صفائی اور صحت کے کاموں
میں خاص طور سے مدد کرتی ہے۔ اور اس کے مقرر کردہ کمیشن دواخانوں
اور حفظان صحت کے مرکزوں کا ہر طرح ہاتھ بٹاتے ہیں۔ تمام صنعتی
اداروں اور پنچایتی مزرعوں میں حفظان صحت کے انسپکٹر مقرر کیئے
جاتے ہیں۔ جنکا انتخاب مقامی آبادی کے لوگ کرتے ہیں۔ اور انکے
لئے خاص طور سے حفظان صحت کے مرکزوں میں تعلیم کا انتظام کیا
جاتا ہے۔ یہ کمیشن اور انسپکٹر طبی اداروں کے کاموں پر نگرانی رکھتے
ہیں اور ساتھ ہی عوام میں حفظان صحت کے اصولوں سے دلچسپی پیدا
کرتے ہیں تاکہ وہ گھریں اور باہر اس پر عمل پیدا رہیں۔

سویٹ روس میں صحت عامہ میں گزشتہ چند سالوں میں جو
غیر معمولی ترقی ہوی ہے اس کی بڑی وجہ صرف یہی نہیں ہیکہ حکومت
بے شمار تدابیر اختیار کرتی ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ ملک کی معاشی اور
معاشرتی زندگی میں غیر معمولی انقلاب پیدا ہو گیا ہے۔ بے روزگاری
کا بالکل خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ غربت افلاس اور جہالت کا خاتمہ
کر دیا گیا ہے۔ صنعتوں اور سائنس کی غیر معمولی ترقی کی وجہ سے نئے
نئے شہر اور دیہات آباد ہوتے جاتے ہیں جن کی تعمیر انتہائی صحت
بخش اصولوں پر کی جاتی ہے۔ مزدوروں اور کسانوں کے انتہائی
تنگ و تاریک غاروں کی جگہ خوبصورت۔ صاف ستھرے اور ہوادار

مکانات لیتے جاتے ہیں۔ ایشیائی روس کے جیسے پس ماندہ حصوں کے دیہاتوں تک میں نئی زندگی پیدا ہوگئی ہے۔ ایک اور نہایت اہم چیز جس نے ملک کی جسمانی صحت پر غیر معمولی اثر ڈالا ہے وہ غذا کی نوعیت اور قسم ہے جو عام لوگوں کے لئے فراہم کی جاتی ہے۔ ہر شخص کو کافی مقدار میں گوشت روٹی وغیرہ ملتی ہیں ملک میں کھانے کے ہوٹلوں اور مرکزوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جاتی ہے جن میں تمام غذائیں حفظان صحت کے اصولوں پر تیار کی جاتی ہیں۔ ۱۹۳۹ء میں ایسے اداروں میں روزانہ تقریباً ۲ کروڑ آدمی کھانا کھاتے تھے۔

سوویٹ دستور کی دفعہ ۱۲۰ کی رو سے ہر روسی باشندے کا یہ حق ہے کہ اسے ہر قسم کی طبی امداد مفت دی جائے۔ بڑھاپے میں ہر قسم کی طبی امداد اور معاشی تحفظ حاصل رہے اور بیماری اور بیکاری کی صورت میں اس کی تمام ضرورتوں کی تکمیل کیجائے۔

طبی سائنس کی روزافزوں ترقی کے لئے تمام ہسپتالوں میں جدید ترین آلات واوزار اور ادویات مہیا کی جاتی ہیں تاکہ ہر شخص کو اعلیٰ سے اعلیٰ طبی امداد بروقت مل سکے۔ چھوٹے بچوں اور ان کی ماؤں کے لئے بہت اعلیٰ پیمانہ پر طبی امداد مہیا کی جاتی ہے جس کا تذکرہ اکیسویں باب میں تفصیل سے کیا گیا ہے۔

صنعتی علاقوں میں خاص قسم کے بے شمار ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ جو مشینوں اور گیسوں کے حادثات کے اسباب دریافت

کرتے ہیں اور ان کو کم کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور ان حادثات سے بچنے کی تدبیروں سے دوسرے لوگوں کو بھی واقف کرواتے ہیں اور ہر کام کرنے والے کو اس پر مجبور کیا جاتا ہے کہ وہ حادثات سے بچنے کی تدابیر اختیار کرے اس کے علاوہ ٹکنک کی روزافزوں ترقی کی وجہ سے از خود کام کرنے والی مشینیں عام ہوتی جارہی ہیں اور انکی وجہ سے حادثات میں بہت کمی ہوتی جارہی ہے۔ ہر کارخانے، پنچایتی اور سرکاری مزرعے میں فوری طبی امداد کے مرکز قائم کردیے گئے ہیں جہاں زخمیوں اور بیماروں کے لئے فوری طبی امداد مہیا کی جاتی ہے اور ضرورت پڑنے پر مناسب ہسپتال میں منتقل کردیا جاتا ہے۔ صنعتی اداروں اور مزرعوں میں صحت کے مرکز بھی قائم کردیے گئے ہیں جو تمام کام کرنے والوں کی صحت پر نگرانی رکھتے ہیں۔ ۱۹۶۲ء میں ایسے مرکزوں کی تعداد ۸ ہزار کے قریب تھی۔ یہ مرکز ان اداروں کی صفائی پر نگرانی رکھتے ہیں۔ اور ایسے طریقہ اختیار کرتے ہیں جن سے بیماریوں اور حادثات میں زیادہ سے زیادہ کمی واقع ہو بیمار لوگوں کے لئے ضرورت پڑنے پر دوا خانوں۔ صحت گاہوں۔ اور آرام گاہوں میں بھی انتظام کرتے ہیں۔ اور خاص قسم کی غذا اور دوائیں بھی مہیا کرتے ہیں۔

آپریشن کے بڑے بڑے ہسپتالوں کی تعداد بھی ملک میں بڑھتی جارہی ہے۔ جن لوگوں کی علالت سخت ہوتی ہے انھیں ان

بھیجدیا جاتا ہے۔ یہ اب اکثر عام بڑے شہروں اور ضلعوں کے ستقروں میں قائم ہو گئے ہیں۔ ان میں طب کی تمام شاخوں کے ماہرین اکٹھا رہتے ہیں۔ اور ہر قسم کے لاشعاعی اڈ نہ ریں بنفشئی شعاعوں کے آلات کا انتظام رہتا ہے اکثر شہروں کے ہسپتال اتنے بڑے بڑے ہیں کہ روزانہ ان میں کئی کئی ہزار نئے مریض داخل ہوتے ہیں۔ ماسکو کے ریلوے مزدوروں کے ایک ہسپتال میں ۴۰۰ ڈاکٹر اور ایکہزار دوسرے ماہرین کام کرتے ہیں۔

ہر ضلع کو مختلف حصوں میں تقسیم کرکے اس میں بڑے ہسپتال اور چھوٹے ہسپتال قائم کر دیئے جاتے ہیں اور ہر ہسپتال کے طبیب اپنے اپنے علاقے کے مریضوں کی خبرگیری کرتے ہیں ہر حلقے کے مریض اپنے طبیب کے پاس رجوع ہوتے ہیں اور وہ ضرورت پڑنے پر اسے بڑے ہسپتال بھی بھیج دیتے ہیں ہر ڈاکٹر کا فرض ہے کہ ضرورت پڑنے پر اپنے مریضوں کے گھر بھی جائے تمام قسم کے ترقی یافتہ آلات اور ادویات ہر ڈاکٹر کی دسترس میں ہوتے ہیں۔

زار شاہی میں۔ دق، سل اور امراض خبیثہ مزدوروں اور کسانوں میں عام تھے۔ اور اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ملک لوٹ کھسوٹ کا شکار رہتا تھا۔ بے روزگاری اور افلاس عورتوں کو اپنا جسم بیچنے پر مجبور کرتے تھے۔ ہر قسم کی طبی امداد اس طبقہ کی دسترس سے باہر تھی۔ اشتراکی نظام معیشت نے معاشرتی اونچ نیچ اور تباہ

حالی کا خاتمہ کردیا تو یہ امراض بالکل کم ہو گئے اس کے علاوہ تقریباً ۳ ہزار ہسپتالوں میں چھ سات ہزار امراض خبیثہ کے ڈاکٹر ان بیماریوں کو ملک سے نیست و نابود کر دینے کی جدو جہد میں مصروف ہیں۔ آتشک جوان بیماریوں میں سب سے زیادہ مہلک تھی زیادہ تر بازاری پیشہ ور عورتوں کی وجہ سے پھیلی تھی۔ اب عورتوں کو معاشی آزادی اور معاشی تحفظ حاصل ہو جانے کی وجہ سے یہ پیشہ بالکل ختم ہو گیا ہے اور اس کے ساتھ ہی ان بیماریوں کا بھی وجود مٹ گیا ہے۔ چنانچہ ۲۵ئہ میں پورے ملک کے لوگوں کے عام طبی امتحان سے یہ پتہ چلا کہ پورے ملک میں ایک بھی آتشک کا مریض نہیں تھا اس کے مقابلہ میں انگلستان امریکہ اور دوسرے ترقی یافتہ ممالک میں آبادی کا ۵ ۲ فیصدی حصہ کسی نہ کسی خبیث مرض میں مبتلا ہے۔ دق کے مرض میں بھی ۳۰ فیصدی کے قریب کمی ہو گئی ہے۔ بچوں کو دق سے محفوظ رکھنے پر خاص طور سے توجہ کی جاتی ہے اس کے لئے نہ صرف دق کے مریض بچوں کی صحت گاہیں قائم کی گئی ہیں بلکہ محافظ دق اسکول۔ بچوں کے کیمپ اور صحت بخش تفریح گاہیں پورے ملک میں قائم کی گئی ہیں۔ ایکہزار سے زائد دوا خانہ قائم کئے گئے ہیں جو نہ صرف دق کے مریضوں کا علاج کرتے ہیں بلکہ اس مرض کے خلاف باقاعدہ جہاد کرتے ہیں۔

ملک کی اتنی بڑی آبادی کے لئے طبی امداد کا انتظام کرنے کے

لئے یہ بھی ضروری تھا کہ مختلف شعبہ جات کے لئے ماہرین تیار کئے جاتے چنانچہ انقلاب کے بعد ہی سے اس جانب توجہ کی جا رہی ہے پورے ملک میں ۱۹۳۹ء میں ۷۲ طبی کالج تھے۔ جن میں ایک لاکھ سے زیادہ طلبہ زیر تعلیم تھے۔ ان طلبا سے تعلیم کی نہ صرف کوئی فیس نہیں لی جاتی بلکہ اکثر کو وظیفے بھی دیئے جاتے ہیں

سوویٹ یونین میں طبیبوں۔ سائنٹفک تحقیقاتی کام کرنے والوں اور پروفیسروں کی بڑی عزت کی جاتی ہے۔ چنانچہ اکثروں کو حکومت کی جانب سے بڑے بڑے اعزازات اور انعامات دیئے گئے ہیں اور کئی ڈاکٹر اور پروفیسر اعلیٰ اور دوسری سوویٹوں کے رکن ہیں۔

طبی تحقیقات اور ملک کی ضروریات میں خاص ربط ہوتا ہے ۱۹۳۹ء میں سوویٹ روس میں ۳ سو کے قریب طبی تحقیقاتی ادارے قائم تھے۔ جن میں دس ہزار کے قریب سائنسداں اور طبی سائنس کے ماہر مختلف مسائل پر تحقیقاتی کام انجام دیتے تھے۔ اور ان مشکلات کو حل کرتے رہتے تھے۔ جو طبیبوں کو وقتاً فوقتاً اپنے تجربہ میں محسوس ہوتی تھیں۔

طب زمانہ جنگ میں :- موجودہ جنگ نے سوویٹ روس کے طبی اداروں کے لئے نئے نئے مسائل پیدا کر دئیے ہیں ایک مسئلہ تو میدان جنگ پر فوری امداد کی تنظیم کا ہے دوسرے میدان جنگ

کے پیچھے ایسے مریضوں کے لئے انتظام کرنا ہے جن کے زخم عجیب
عجیب قسم کے اور نئے نئے آلات سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ گزشتہ
ڈھائی سال میں اندازہ کیا گیا ہے کہ میدان جنگ میں ۳۰ لاکھ سے
۵۰ لاکھ کے درمیان روسی زخمی ہوئے۔ ان میں سے ستر فیصدی
سے زائد زخمیوں کو کامل صحت ہو گئی ہے۔ پروفیسر جیلین نے
آپریشن کے اسقدر حیرت خیز طریقے ایجاد کئے ہیں کہ زخمی اور ناکارہ
تمام اعضا آپریشن کے بعد بالکل اصلی حالت میں آجاتے ہیں۔ پہلے
لڑائیوں میں موتیں خون کے بہہ جانے کی وجہ سے زیادہ واقع
ہوا کرتی تھیں۔ اب اس سے ایک جان بھی ضائع نہیں ہوتی
وہیں میدان جنگ پر خون پہنچانے کا انتظام کیا جاتا ہے۔ مریض
جن کی حالت نازک ہوتی ہے میدان جنگ سے فوراً ہوائی
جہازوں کے ذریعہ ہسپتال منتقل کر دیئے جاتے ہیں۔ طبی سائنس
کی ٹکنک میں جنگ کی وجہ سے نئی نئی چیزیں داخل ہو رہی
ہیں۔ زخمی سپاہیوں کے رگ و پٹھے کٹ جانے کی صورت میں
ان کی جگہ مردہ سپاہیوں کے پٹھے لگا دیئے جاتے ہیں۔ زخموں
کو پیرنٹونیم کے ذریعہ بہت جلد اچھا کر دیا جاتا ہے۔ خون بہنے
سے روکنے کے لئے تھرومبن نامی ایک مفید دوا ایجاد کی گئی ہے
نرسوں کے ساتھ ہمیشہ خون پہونچانے کا سامان رہتا ہے اور وہ
زخمی سپاہیوں کو فوراً خون پہنچا دیتی ہیں۔ ایک خاص قسم کی
دوا ایجاد کی گئی ہے جس کے استعمال سے کسی بھی صدمہ کا اثر مہلک

نہیں ہوتا۔ ملک کی اکثر تفریح گاہیں اور صحت گاہیں فوجی مریضوں کے لئے مخصوص کردی گئی ہیں۔

حال ہی میں برطانیہ کی طبی تحقیقاتی کونسل نے برطانوی ڈاکٹروں کی ایک جماعت سوئٹ روس بھیجی تھی۔ جس میں مسٹر۔ ای۔ راک مشیر وزارت صحت عامہ اور شاہی بحریہ اور شاہی ہوائیہ کے طبی مشیر بھی شامل تھے۔ اس کونسل نے پورے میدان جنگ کی طبی امداد کا مطالعہ کیا ہے۔ مسٹر راک نے انگلستان آنے کے بعد اپنے تاثرات ایک تقریر میں بیان کئے ہیں۔ جس میں انھوں نے کہا کہ "ہم روس میں سپاہیوں کی طبی امداد کی تنظیم سے بے حد متاثر ہوئے۔ ہمیں یقین ہے کہ وہاں کے سپاہی انتہائی قابل ماہرین کے ہاتھوں میں ہیں اور ان میں سے اکثر ۸۰ سے ۹۰ فیصدی تک عورتیں ہیں۔ ہمارے دلوں میں روسی علاقوں کے متعلق تعریف اور احترام کے بہت گہرے جذبات ہیں۔ خاص طور سے روسی نرسیں۔ نہایت حیرت انگیز کام انجام دے رہی ہیں۔ روسی عورتوں کی ہم نے ہر جگہ حتیٰ کہ آپریشن کے میزوں پر انتہائی قابلیت سکون اور ماہرانہ انداز سے کام کرتے دیکھا۔ جب ہم میدان جنگ پر پہونچے تو ہمارے جذبات ان کی تعریف و توصیف سے پُر ہو گئے۔ وہ وہاں نہ صرف نرسیں تھیں۔ زخمی سپاہیوں کی مدد کرتی تھیں۔ انھیں اٹھا کر میدان جنگ سے لاتی تھیں بلکہ وہ ہر کام کرتی تھی حتیٰ کہ لڑتی بھی تھیں۔ اور اپنی فرصت کے اوقات

میں جنگل کاٹ کر عارضی ہسپتال بھی بناتی تھیں۔

روسی طبی اداروں کے سامنے باوجودیکہ اسقدر بڑی تعداد میں مریضوں کی دیکھ بھال اور علاج کرنا ہے۔ لیکن ہر کام انتہائی قابلیت سے کیا جاتا ہے۔ ہمارا مشن سب سے زیادہ خون پہنچانے کے کام سے متاثر ہوا۔ یہ کام بہت بڑے پیمانے پر اور نہایت کامیابی سے کیا جاتا ہے۔ آج کل ان خون دینے والوں میں ۹۰ فیصدی عورتیں ہیں۔ ان میں بعض تو ایسی ہیں جنہوں نے سال میں سات سات مرتبہ اپنا خون دیا ہے۔ اس کے معاوضہ میں انھیں جو رقم دی جاتی ہے اس کا ۸۰، ۸۵ فیصدی حصہ وہ جنگی کاموں کے فنڈ میں دے دیتی ہیں۔ البتہ انکی غذائی رسد میں ضرور اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ دوسری جس چیز نے ہمیں سب سے زیادہ متاثر کیا وہ یہ تھی کہ ہر زخمی کو جس قسم کے بھی خاص طبی ماہر کی امداد کی ضرورت ہوتی ہے وہ فوراً مہیا کی جاتی ہے۔ اور طرفہ یہ کہ بروقت مہیا ہوتی ہے۔"

کھیل:- کھیل اور ورزش جسمانی کو سوویٹ یونین کی اتنی اہمیت کسی اور ملک میں نہیں دی جاتی۔ پورے سوویٹ ادس میں بے شمار کلب اور ورزش جسمانی کے ادارے ماہرین کی نگرانی میں قائم ہیں۔ جہاں ہر قسم کے کھیلوں کی سہولتیں بہم پہنچائی جاتی ہیں۔ تقریباً ایک کرور لڑکوں لڑکیوں اور نوجوانوں کی مختلف کھیلوں کی انجمنوں اور کلبوں میں تنظیم کی گئی ہے۔ تقریباً ۲ کروڑ

بچوں کے لئے مختلف شہروں اور دیہاتوں میں کھیل کے میدان اور ورزش جسمانی کے ادارے قائم کئے گئے ہیں۔ کھیلوں کی انجمنیں خاص قسم کے تمغے بھی ہر سال بکثرت تقسیم کرتی ہیں جو کام اور مدافعت کے تمغے کہلاتے ہیں۔ یہ ان لوگوں کو دیئے جاتے ہیں جو خاص قسم کی جسمانی ورزشوں اور کھیلوں کے امتحانات کامیاب کرتے ہیں۔ اس امتحان میں دوڑنا۔ کودنا۔ تیرنا۔ بندوق چلانا اور اسی قسم کی بے شمار چیزیں شامل ہیں۔ ان کو حاصل کرنے کی ہر نوجوان مرد عورت اور بچہ کوشش کرتا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں ۷ لاکھ کے قریب نوجوان اور گیارہ لاکھ سے اوپر بچے مختلف درجوں کے کام اور مدافعت کے تمغے حاصل کر چکے تھے۔ ان کوششوں کا نتیجہ یہ ہے کہ ملک کی نئی نسل کی صحت جسمانی انتہائی سرعت کے ساتھ ترقی کر رہی ہے۔

گزشتہ دو پنجسالہ نظام العمل میں حکومت نے بے شمار کھیل کے میدان اور اسٹیڈیم تعمیر کروائے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۳۸ء میں ۶۵۰ بڑے اسٹیڈیم ۲۰۰ ۷ کھیل کے میدان ۳۰۰ کے قریب ورزش جسمانی کے مختلف کلب ملک کے مختلف حصوں میں موجود تھے۔ شہروں کے علاوہ اکثر مشترکہ کھیتوں میں بھی بے شمار کھیل کے میدان۔ کلب اور تیرنے کے حوض تعمیر کروا دیئے گئے ہیں۔ جس سے ہر شخص بلا امتیاز

استفادہ کرتا ہے۔ کھیل کے ان تمام اداروں میں عملی حصہ لینے والوں کی تعداد ۱۹۳۹ء میں ایک کروڑ سے اوپر تھی۔ ملک کے اتنے بڑے حصہ میں اور اس قدر بڑی تعداد میں ورزش جسمانی کے مختلف قسم کے ادارے قائم کرنے کے بعد یہ ضروری تھا کہ انکے لئے ماہرین بھی کافی تعداد میں فراہم کئے جاتے۔ اس کے لئے ملک کے مختلف حصوں میں ۶ بڑے کالج اور ۱۲۵ اسکول قائم ہیں جہاں سے ہر سال ہزاروں نوجوان تعلیم پاکر نکلتے ہیں۔ اور ملک کے مختلف حصوں میں ورزش جسمانی اور کھیلوں کی سائنٹفک اصولوں پر تنظیم کرتے ہیں۔ یوں تو سویٹ روس میں ہر قسم کے کھیل عام ہیں لیکن ورزش جسمانی۔ برف کے کھیل۔ فٹ بال۔ والی بال۔ ٹینس۔ تیرنا۔ کشتی رانی ہوائی چھتری کے ذریعہ کودنا۔ نشانہ بازی۔ شکار۔ گھوڑوں کی سواری موٹروں کی دوڑ بے حد مقبول ہیں۔ اور ان تمام کھیلوں کے سویٹ نوجوانوں نے نئے نئے ریکارڈ قائم کئے ہیں۔

کھیل اور ورزش جسمانی کو قومی حیثیت حاصل ہے۔ ہر جگہ اور ہر موقع پر کھلاڑیوں کی ہمت افزائی کی جاتی ہے۔ کیونکہ کھیلوں کی عام مقبولیت کا اثر ساری قوم کی صحت پر پڑتا ہے۔ اور ایک صحت مند قوم کی تعمیر میں مدد ملتی ہے ہر سال گرما میں ماسکو کے ریڈ اسکوائر کے سامنے سارے ملک کے کھلاڑیوں کی بہت بڑی پریڈ منعقد ہوتی ہے جس میں خود اسٹالن کمیونسٹ پارٹی کے لیڈر اور تمام جمہوریتوں کے لوگ شریک

ہوتے ہیں۔ تمام جمہوریتوں اور قوموں کے لوگ اس میں حصہ لیتے ہیں۔ جس میں مختلف کھیلوں کے مظاہرے ہوتے ہیں۔ جسمانی کرتب دکھلائے جاتے ہیں۔ اور جیتنے والوں کو اعزازات اور انعامات عطا کئے جاتے ہیں۔

بیسواں باب

عورتوں کی حیثیت

سوئٹ روس میں عورتوں کی موجودہ حیثیت اور تمام اصلاحی کوششوں کو سمجھنے کے لئے انقلاب کے قبل کے حالات سے کسی قدر واقفیت ضروری ہے۔ ۱۹۱۷ء کے قبل کے روس میں عام معاشی حالت ہمارے ملک کی موجودہ حالت سے کسی طرح بہتر نہ تھی۔ لوگ زیادہ تر زراعت میں مصروف رہتے تھے۔ ان میں سے سب کے سب افلاس قرض اور جہالت کے عام طور پر شکار تھے۔ اور اس مفلسوں اور فاقہ کشوں کی بستی میں عورتوں کی حالت اور بھی درماندہ اور پست تھی۔ کھیتوں اور کارخانوں

میں عورتوں اور چھوٹی کم عمر والی لڑکیوں سے کام تو مردوں ہی کے برابر لیا جاتا تھا۔ لیکن مزدوری مقابلتاً بہت ہی کم ملتی تھی۔ عورتوں کے فرائض میں محنت و مزدوری کے علاوہ خانہ داری کے تمام امور کی ذمہ داری بھی تھی۔ انھیں مرد کے حکم اور ارادے کا بہت کچھ پابند ہونا پڑتا تھا۔ ملک کے معاشی۔ معاشرتی اور سیاسی اداروں میں عورت کو کوئی مقام حاصل نہیں تھا۔ شادی بیاہ میں اکثر معاشی اسباب کارفرما رہتے۔ تعلیم تو سرے سے مفقود ہی تھی۔ چرچ اور ملاؤں کے اثرات پوری طرح حاوی تھے۔ توہم پرستی زندگی پر چھائی ہوئی تھی۔ زندگی میں انتہائی بے کیفی اور جمود چھایا ہوا تھا۔

وسطی ایشیائی علاقوں کی حالت روس کے دوسرے حصوں کے مقابلہ میں اور بھی بدتر تھی۔ گیارہ سال اور اس سے بھی کم عمری میں شادیاں اس طرح ہوتی تھی۔ جیسے مویشیوں کی تجارت ہوتی ہے۔ عورت آزادی تو کجا آزادی کے تصور سے بھی محروم تھی۔ سخت قسم کی نقاب اس کا دم گھوٹنے کے لئے ہر وقت چہرے پر لگی رہتی تھی۔ شوہر کی وفات پر بیوہ شوہر کے خاندان کے قبضہ میں اس طرح آجاتی جس طرح اس کا مال و اسباب۔ روس کے کسی حصہ میں بھی عورت کو اپنے شوہر کے خلاف کسی قسم کی قانونی پناہ حاصل نہیں تھی۔ زار روس کے قانون دیوانی میں یہ صاف طور پر درج تھا

کہ عورت کا یہ فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کی مرضی کی پابند رہے۔ وہ کسی صورت میں بھی اپنے آقائے مجازی کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتی تھی۔ اپنے شوہر کی مرضی کے بغیر وہ کوئی پیشہ یا ملازمت اختیار نہیں کر سکتی تھی۔ عورت بالکلیہ مرد کی ملکیت ہوتی تھی وہ جس طرح چاہے اسے برت سکتا تھا۔ عورتوں کو ملک کی معاشی زندگی میں کوئی جگہ اگر ملتی تھی تو صرف اسقدر کہ انھیں خانگی ملازمت مل جایا کرتی تھی۔ چنانچہ انقلاب سے قبل تمام برسرروزگار عورتوں میں ۵۵ فیصدی گھریلو خدمت گار ۲۵ فیصدی زرعی مزدور ۱۲ فیصدی صنعتی مزدور تھیں اور صرف ۴ فیصدی تعلیمی اور دوسرے اداروں میں تھیں۔

۱۹۱۷ء کا انقلاب جب کچلی ہوئی انسانیت کے لئے نیا پیام زندگی لایا تو اس نے عورت کو بھی اس کے صحیح مقام پر پہنچا دیا۔ انقلاب کا یہ دعویٰ تھا کہ وہ انسانیت کی نئی تعمیر کرنا چاہتا ہے اور وہ انسانیت کو اس کے صحیح اور اعلیٰ ترین مقام پر پہنچانا چاہتا تھا۔ چنانچہ انقلاب کے بعد سویٹ حکومت نے سب سے پہلے عورتوں کی آزادی پر توجہ کی اور انھیں معاشی۔ سیاسی اور معاشرتی زندگی میں ہر طرح مردوں کے مساوی درجہ دیدیا اور انھیں ہر قسم کی غلامی سے نجات دلادی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ انقلاب کے ایک ہی سال بعد نومبر ۱۹۱۸ء میں جب تمام روسی مزدوروں

اور کاشتکاروں کی کانفرنس ہوئی تو اس میں شریک ہونے والے نمائندوں میں مختلف مذاہب مختلف قوموں اور نسلوں کی ۱۲ سو عورتیں بھی تھیں۔ ان میں سے بہت ساری جاہل اور ناواقف بھی تھیں۔ اور انھوں نے وہاں بہت ساری بے سروپا باتیں بھی کیں۔ لیکن ساتھ ہی یہ صاف طور پر معلوم ہوتا تھا۔ کہ نئی زندگی کے جراثیم ان میں داخل ہو چکے ہیں۔ اور وہ ترقی کی منزلوں تک ضرور بڑھتی جائینگی۔

روسی دستور حکومت کی دفعہ ۱۲۲ میں درج ہے "سویٹ روس کی تمام عورتوں کو تمام معاشی۔ معاشرتی اور سیاسی اور حکومتی شعبوں میں مردوں کے مساوی حقوق حاصل رہیں گے۔ اور ان حقوق کے پورا ہونے کا یقین اسطرح حاصل کیا جائیگا۔ کہ عورتوں کے لئے مردوں کے مساوی کام کے مواقع مہیا کئے جائنگے۔ مساوی کام کا مساوی معاوضہ دیا جائے گا۔ مردوں کے برابر، آرام۔ فرصت معاشرتی بیمہ اور تعلیم سے استفادہ کا موقع حاصل رہے گا۔ ماں اور بچے کے مفادات کا تحفظ کیا جائیگا۔ زچہ کو زچگی سے پہلے اور بعد پوری تنخواہ کے ساتھ رخصت ملیگی اور زچہ خانوں۔ نرسریز اور بالک گھروں کا ایک جال ملک کے طول و عرض میں پھیلا دیا جائیگا۔" اور دستور کے فقرہ ۱۳۷ میں اس کی صراحت ہے کہ "عورتوں کو مردوں کے مساوی اساس پر مختلف اداروں میں منتخب ہونے اور ان کے لئے دوسروں کو منتخب کرنے کا حق حاصل رہیگا۔"

ان دونوں دفعات کی رو سے عورتوں کو معاشی معاشرتی

اور سیاسی زندگی میں مردوں کے مساوی حقوق دے دیئے گئے ۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ عورتوں نے انتہائی سرعت کے ساتھ زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی کرنی شروع کردی۔ اور آج زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جہاں عورتیں مردوں کے دوش بدوش موجود نہ ہوں۔ چنانچہ صرف پہلے دو پنجسالہ نظام العمل میں عورتوں کی تعداد مختلف روزگاروں میں ۹۰ لاکھ تک پہنچ گئی۔ تعداد کے ساتھ ان کے کام کی نوعیت میں بھی تبدیلی ہوگئی۔ چنانچہ ۱۹۳۹ء میں سائنٹفک تحقیقاتی اداروں میں عورتوں کا تناسب مردوں کے مقابلہ میں ۴۲ فیصدی تھا۔ جامعات میں ۴۲،۱۱ فیصدی۔ بڑی صنعتوں میں ۳۹،۰ فیصدی طبی شعبہ جات میں ۵۰،۱ فی صدی مشترکہ کھیتوں میں ۳،۷۱ فیصدی شعبہ تعلیمات میں ۶۴،۸ فیصدی ہوگیا۔ جنگ کے غیر معمولی حالات میں اس تناسب میں اور بھی تغیر ہوگیا ہے۔ مردوں کی بہت بڑی تعداد کو میدان جنگ پر رہنا ضروری ہوگیا ہے۔ جس کی وجہ سے اب تقریباً ۹۰ فیصدی طبی خدمات پر عورتیں آگئی ہیں۔ تمام ریلوں۔ بسوں۔ حمل ونقل کے جملہ انتظامات دفاتر کارخانوں اور مشترکہ کاشت کے کھیتوں۔ اکثر ضروری اہم رسدی خدمات اور بہت سارے اہم شعبوں میں عورتوں کا تناسب ۶۰، ۶۵ فیصدی ہوگیا ہے۔ خود میدان جنگ پر طبی خدمتوں اور انجنیری کے اکثر شعبوں میں عورتیں مردوں کے دوش بدوش کام کر رہی ہیں

لاکھوں کی تعداد میں دشمن کے مقبوضہ علاقوں میں گیریلا فوجوں میں شریک ہوگئی ہیں۔ اور سپہ گری۔ حب الوطنی اور ایثار کے لافانی نقوش چھوڑ رہی ہیں۔ مرد جس جانبازی اور ایثار سے مختلف محاذوں پر غیر معمولی کام انجام دے رہے ہیں عورتیں ان سے کسی طرح پیچھے نہیں ہیں۔ یہ عورتیں نہ صرف صنعتوں اور زراعت میں مردوں کے دوش بدوش کام کر رہی ہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ پیداوار بڑھانے کے بھی ریکارڈ قائم کر رہی ہیں۔ کئی عورتوں نے صنعتی پیداوار کے مقابلوں میں مردوں پر بھی سبقت حاصل کی ہے۔ حال ہی میں مختلف مشترکہ کھیتوں میں شکر قند زیادہ پیدا کرنے کا ایک مقابلہ ہوا تھا جس میں اولیت کا سہرا عورتوں ہی کی ایک جماعت کے سر رہا۔

صدیوں سے مردوں کا (جو عورتوں کو اپنا دستنگر اور غلام رکھنا چاہتے تھے) یہ خیال تھا کہ عورتیں مردوں سے کمزور ہیں اور وہ کام جو مرد کر سکتے ہیں عورتیں نہیں کر سکتیں۔ آج روسی عورتوں نے اس خیال کو اپنے عمل سے جھٹلایا ہے۔ آج روسی عورتیں ہوائی جہاز چلاتی ہیں۔ ریلیں چلاتی ہیں اور کارخانوں اور مزرعوں کی منتظم ہیں۔ اس جنگ سے قبل ۵ لاکھ کے قریب عورتیں ریلوں کے مختلف شعبوں میں کام کرتی ہیں۔ ۴۰۰ کے قریب اسٹیشن ماسٹر ۱۴ سو اسسٹنٹ اسٹیشن ماسٹر اور دس ہزار

انجنیر اور ٹکنیشین تھیں۔ اس کے علاوہ ایک لاکھ سے زیادہ عورتیں مختلف کارخانوں میں انجنیر اور ٹکنیشین تھیں۔ جنگ کے زمانے میں تو ان میں کئی گنا اضافہ ہو گیا۔ ۱۹۳۹ء میں ایک لاکھ ۳۲ ہزار عورتیں طب کے مختلف شعبہ جات میں تھیں۔ ایک کروڑ ۹۰ لاکھ مشترکہ کھیتوں اور سرکاری مزرعوں میں انجنیر، منتظم اور حساب نویس تھیں۔

عورتوں کے لئے اس کے زائد سے زائد مواقع فراہم کئے جاتے ہیں کہ نہ صرف وہ کسی کارخانے، کھیت یا دفتر میں کام کر کے ملک کی پیداوار دولت میں اضافہ کریں بلکہ اس کے بھی مواقع پیدا کئے جاتے ہیں کہ وہ ملک کی معاشی اور سیاسی سرگرمیوں میں بھی حصہ لے سکیں۔ اس کے لئے بچوں کے لئے نرسری اور بالک گھر کافی تعداد میں قائم کئے گئے ہیں تاکہ وہ جس وقت کام پر رہیں یا کسی معاشرتی تفریحی مشغلہ میں مصروف رہیں تو ان کے بچے انتہائی صحت بخش ماحول میں قابل اور تربیت یافتہ افراد کی زیر نگرانی اپنا وقت گزار سکیں۔ چنانچہ ۱۹۳۷ء میں ۱۰ لاکھ بچوں کے لئے ایسے ادارے تھے اور تیسرے پنجسالہ نظام العمل میں ۲۲ لاکھ کی گنجائش پیدا کرنے کی اسکیم تھی۔ سرکاری اور مشترکہ کھیتوں سے ملحق بالک گھر اور نرسریز ان کے علاوہ ہیں۔

سویٹ حکومت ہمیشہ اس کی کوشش کرتی ہے کہ بچوں کے والدین کو ہر قسم کی سہولتیں بہم پہونچائی جائیں تاکہ صحت مند بچے

پیدا ہوں اور اُنکی پرورش انتہائی صحت بخش ماحول میں ہو۔ چنانچہ
اس کا انتظام خاص طور سے کیا گیا ہے کہ حاملہ عورتیں زچگی خانوں
میں رجوع ہوکر وقتاً فوقتاً طبی مشورے حاصل کرتی رہیں یہ حاملہ
عورتیں کسی نہ کسی زچگی خانے میں اپنا نام درج کروا دیتی ہیں۔
اور ہفتہ میں ایک دو مرتبہ وہاں جاکر طبی معائنہ کرواتی ہیں
اگر وہ کسی وجہ سے دوا خانہ نہ جاسکیں تو وہاں کے طبیب خود ان کے
گھر جاکر ان کی خبر گیری کرتے ہیں۔ کمزور اور بیمار ماؤں کو
صحت بخش مقامات پر بھیجنے کا حکومت کی جانب سے انتظام کیا
جاتا ہے۔ ہر کارخانے۔ ہر ضلع اور ہر ادارے سے ملحق ایک زچگی
خانہ ہوتا ہے۔ ایسے مقامات جہاں آبادی کم ہو اور ریل نہ ہو
وہاں کے لئے خاص طور سے موٹر لاریاں فراہم کی جاتی ہیں جن
میں ہر قسم کا سامان۔ بستر اور ادویات وغیرہ ہوتی ہیں اور انکے
ساتھ ڈاکٹر اور نرسیں بھی رہتی ہیں۔ پورے ملک میں اس وقت
مختلف زچگی خانوں میں ایک لاکھ بیس ہزار زچاؤں کے لئے
انتظام ہے۔ اس پوری طبی امداد کے لئے زچاؤں کو ایک پیسہ
بھی خرچ کرنا نہیں ہوتا بلکہ زچگی سے دو ماہ قبل اور دو ماہ بعد
کل چار ماہ کی چھٹی بھی پوری تنخواہ کے ساتھ ملتی ہے۔

عورتوں کو خانہ داری کے جھگڑوں سے نجات دلانے کی
بھی کوششیں انتہائی سرعت سے جاری ہیں۔ کوشش یہ کی جا رہی ہے

کہ کھانے اور کپڑے دھونے کا انتظام بالکلیہ مقامی بلدیوں کے سپرد ہونا چاہیئے۔

عورتوں کو مردوں کے برابر حقوق دینے کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر وہ کام جو مرد کرتے ہیں ان کے کرنے پر عورتوں کو بھی مجبور کیا جاتا ہے۔ دستور حکومت میں اس کی خاص طور سے وضاحت کی گئی ہے کہ کسی صورت میں بھی ان سے کوئی ایسا کوئی کام نہیں لیا جاسکتا جو ان کی جسمانی حالت اور قوت برداشت سے باہر ہو۔ حاملہ عورتوں اور دودھ پلانے والی عورتوں سے رات کو بالکل کام نہیں لیا جاتا۔ کام کے اوقات میں بھی بچوں کی دودھ پلانے کی چھٹی دی جاتی ہے۔ اور اس زمانے میں ایسے کام نہیں لئے جاتے کہ ان کی صحت متاثر ہو سکے۔

سوویٹ دستور میں شادی اور خاندان کے معاملہ میں ماں اور بچہ کے حقوق کی حفاظت پر خاص طور سے زور دیا گیا ہے۔ شادی کے نام سے عورتوں کی خرید و فروخت کو قطعاً مسدود کر دیا گیا ہے۔ شادی کے لئے صرف اسقدر کافی ہے کہ سرکاری رجسٹر میں نام اور تاریخ کا اندراج کرا دیا جاتا ہے تاکہ ماں اور بچے کے حقوق کی حفاظت میں سہولت ہو۔ غیر رجسٹری شدہ شادیوں کی بھی وہی حیثیت ہے جو رجسٹری شدہ شادیوں کی۔ جس طرح مرد اور عورتوں کو طلاق دے سکتے ہیں اسی طرح عورتیں مردوں سے بھی

طلاق لے سکتی ہیں۔ جدائی کے بعد حکومت اس کا تعین کرتی ہے کہ بچوں کی پرورش کی دونوں پر کتنی کتنی ذمہ داری ہوگی اور بچے کس کے پاس رہیں گے۔

سوئٹ حکومت بڑے خاندان والوں کی بھی کافی مالی امداد کرتی ہے۔ ساتویں بچے کی پیدائش پر ماں کو دو ہزار روبلز (۳ ہزار روپیہ) سالانہ اس وقت تک دئیے جاتے ہیں۔ جب تک کہ بچہ پانچ برس کا نہیں ہو جاتا۔ ساتویں بچے کے بعد ہر بچے کے لئے اسی طرح رقم ملتی ہے دس بچوں کی ماؤں کو ہر بچے کی پیدائش پر ۵ ہزار روبلز سالانہ دئیے جاتے ہیں اور جب بچہ پانچ سال کا ہو جاتا ہے تو یہ امداد پانچ ہزار سے ۳ ہزار کر دی جاتی ہے۔

خاندان کے استحکام کے متعلق ۱۹۳۶ء کے قوانین اور کوششوں کا یہ نتیجہ نکلا کہ طلاق کی شرح نہایت سرعت سے گر گئی۔ چنانچہ ماسکو میں جس کی آبادی ۳۰ اور ۴۰ لاکھ کے درمیان ہے ۱۹۳۶ء میں ۲۶،۱۳۲ طلاقیں ہوئی تھیں اور ۱۹۳۷ء میں یہ تعداد گھٹ کر ۱۶۹۹۱ ہو گئی۔ ۱۹۳۶ء میں ماسکو میں ۷۱۰۴۳ بچے پیدا ہوئے تھے اور ۱۹۳۷ء میں ۱۳۵،۸۴۰ بچے پیدا ہوئے۔

تعلیم کھیل کود اور ورزش جسمانی کا شوق بھی عورتوں میں انتہائی سرعت سے بڑھ رہا ہے ہر قسم کی درسگاہوں میں عورتوں کی تعداد نہ صرف مردوں کے لگ بھگ ہے بلکہ بعض اداروں میں زیادہ ہے خاص طور سے طبی مدارس میں زیادہ عمر کی عورتوں میں بھی پڑھنے

پڑھنے لکھنے کا شوق کافی ترقی پر رہے چنانچہ انقلاب کے بعد کے ۲۰ سالوں میں ۴ کروڑ کے قریب بڑے آدمیوں کو لکھنا پڑھنا سکھایا گیا جن میں کافی بڑی تعداد عورتوں کی تھی۔ ۱۹۴۰ء میں ساڑھے تین کروڑ تحتانی وثانوی مدارس کے طلبا اور ۶ لاکھ ۲۰ ہزار جامعات کے طلبہ میں سے ۴۳ فیصد عورتیں تھیں۔ جنگ سے قبل ۱۵ لاکھ عورتیں ایسی تھیں جنھوں نے ورزش جسمانی کے امتحان پاس کئے تھے اور ایک لاکھ عورتوں نے نشانہ بازی اور دوسری نیم فوجی ورزشوں کے نصاب کی تکمیل کر کے ورشلوف نامی تمغہ حاصل کیا تھا۔ اکثر عورتوں نے تو ہوائی چھتری کے ذریعہ ہوائی جہاز سے کودنے اور ہوا بازی کے عالمی ریکارڈ قائم کئے ہیں۔

اکیسواں باب

مذہب اور اخلاق

مذہب: گزشتہ چند سالوں میں موجودہ نظام کے خلاف ساری دنیا میں جو پروپگینڈہ کیا گیا ہے اس میں سویٹ حکومت کے مذہب اور مذہبی اداروں کے متعلق طرزِ عمل کو خوب اچھالا گیا ہے اور ساری دنیا کو یہ باور کرایا گیا ہے کہ روس میں مذہب کے زندہ رہنے کے تمام امکانات کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ اس مسئلہ کے متعلق صحیح نقطہ نظر اسی وقت قائم ہو سکتا ہے۔ جبکہ ہم اس کے مختلف پہلوؤں پر تفصیلی نظر ڈالیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مارکسیت اسکو تسلیم نہیں کرتی کہ انسان کا شعور پہلے پیدا ہوا اور وہ خود

بعد میں وجود میں آیا بلکہ اس کا نظریہ اس کے بالکل برعکس ہے اس کے نزدیک انسان کا مادی اور معاشرتی وجود دراصل اس کے شعور کا تعین کرتا ہے۔ کرۂ ارض پر پہلے صرف بے جان اور بے شعور مادہ تھا۔ یہ مادہ جب ارتقائی منازل طے کرتا ہوا ایک خاص مقام پر آگیا تو پھر اس میں حیات نمودار ہوئی۔ اور اس کے بعد شعور پیدا ہوا۔ اس کا خیال ہے کہ مذہب انسانی ذہن اور سوسائٹی کے ارتقا کے ایک خاص زمانے کی پیداوار ہے جبکہ انسان کی زندگی بالکل غیر محفوظ تھی اور فطرت پر اس کا اقتدار بالکل نہیں تھا۔ جوں جوں انسان کو معاشی تحفظ حاصل ہو جائیگا مشینوں کی غلامی سے نکل جائیگا۔ مشین اس کی غلامی میں آجائیگی جس کی وجہ سے فطرت پر اس کا تسلط ہو جائیگا۔ طبقہ واری تفریق کے ختم ہونے سے انکو حقیقی معنوں میں کامل آزادی میسر آجائے گی جسکے بعد اسے دنیا میں ہی ایسی زندگی نصیب ہو سکیگی کہ اسے آئندہ زندگی کے رنگین خوابوں کی ضرورت نہ ہوگی۔ تو اس غیر طبقہ وار سماج میں مذہب کی کوئی ضرورت ہی باقی نہ رہے گی البتہ ایک روحانی کلچر ضرور ترقی پائیگا جس میں انسان کی روحانی قوتیں آزادانہ طور پر ترقی پاسکینگی۔

مارکسیت کے اس نقطۂ نظر کی صحت یا عدم صحت کا صحیح اندازہ اسی وقت ہو سکتا ہے جبکہ روس میں طبقہ واری کشمکش کے خاتمہ

کے بعد نہ صرف اشتراکی نظام پوری طور پر قائم ہو جائے بلکہ ملک اتنی معاشی ترقی کرے کہ ہر شخص کو زندگی میں جنگ و جدل اور دوسری ہر قسم کی چیزوں سے کامل تحفظ حاصل ہو جائے۔ اس نقطہ نظر کو جبراً کسی قوم یا ملک پر عائد کرنے سے کسی قسم کی بھی کامیابی نہیں ہو سکتی۔ ممکن ہے کہ ملک کے بعض حصوں میں کیمونسٹ پارٹی کے بعض پیروؤں نے بعض لوگوں پر جبر کیا ہو لیکن عام طور پر کیمونسٹ پارٹی اور سوئٹ حکومت کا کبھی بھی یہ نقطہ نظر نہیں رہا ہے جس کا ثبوت ہمیں آج اچھی طور سے مل رہا ہے۔ تمام عیسائی گرجوں کے صدر پادری کا انتخاب ابھی چند ماہ ہوئے کہ ہو چکا ہے اور اسلامی ممالک میں مفتی اعظم کا سالہا سال سے عہدہ قائم ہے۔ اور یہ سب نہ صرف سوئٹ حکومت کی تمام معاشرتی سرگرمیوں میں حصہ لیتے ہیں بلکہ اپنے پیروؤں کو آج نازیوں کے خلاف ہر جگہ منظم کر رہے ہیں۔ اور بعض تو کافی اہم عہدوں پر بھی متعین ہیں۔

انقلاب کے ابتدائی زمانے میں یہ بالکل ٹھیک ہے کہ حکومت نے پادریوں۔ ملاؤں اور دوسرے مذہبی پیشواؤں اور اداروں کے خلاف نہایت سخت طرز عمل اختیار کیا لیکن اس کا سبب یہ نہیں تھا کہ وہ اپنا نقطہ نظر سارے ملک پر جبراً مسلط کرنا چاہتے تھے بلکہ اس کے اسباب تقریباً وہی تھے جنھوں نے انقلاب ترکی کے وقت غازی کمال اتاترک کو ترکی کے ملاؤں اور مذہبی اداروں

کے خلاف اختیار کرنے پر مجبور کیا تھا۔ اس کو زیادہ اچھی طرح سے سمجھنے کے لئے ہمیں کسی قدر تفصیل میں جانا ہوگا۔

زار شاہی روس میں دنیا کے اور حصوں کی طرح چرچ اور حکومت میں بہت گہرا سمبندھ رہا ہے۔ چرچ ہمیشہ اور ہر معاملہ میں حکومت کی مدد لیا کرتا تھا۔ مذہب کی تبلیغ کے لئے بھی زار کی تلوار کی پشت پناہی کی ضرورت ہوا کرتی تھی۔ اور جس وقت کوئی کمزور زار تخت پر آجاتا تو چرچ کا اقتدار تخت پر بھی غالب آجاتا۔ اس کے عوض میں حکومت چرچ کی قوتوں کو اپنے مفاد کے لئے استعمال کرتی۔ اور حکومت کے خلاف ہر قسم کی بے چینی کو یہ مذہبی پیشوا مذہب اور خدا کے نام سے دور کرتے گویا کہ یہ ایک قسم کی پولس تھے جو عوام کے ذہنوں کو زار کے خلاف جانے سے روکتے تھے۔ چرچ کی ان خدمات کے عوض میں ہر چرچ کو زمینیں عطا کی گئی تھیں۔ ان پادریوں نے اور مشرقی علاقوں میں ملاؤں نے نہ صرف سارے ملک میں ایک باقاعدہ تنظیم پیدا کر دی بلکہ ملکی سیاست اور نظم و نسق میں کافی اقتدار اور اثر پیدا کر لیا۔ جس کی وجہ سے اب انھیں نہ صرف عوام پر روحانی اقتدار حاصل ہو گیا بلکہ قانون اور پولس کی پشت پناہی بھی انھیں حاصل ہو گئی اور انھوں نے نہ صرف اپنی جاگیروں کے کاشتکاروں پر سخت مظالم شروع کر دیئے ان کو لوٹنا شروع کر دیا بلکہ ہر گاؤں کے پادری اور ملاّ نے اپنے حلقہ کے دوسرے کاشتکاروں۔ مزدوروں

اور چھوٹے صنعت پیشہ لوگوں کی جیبوں پر بھی ڈاکے ڈالنے شروع کر دیئے۔ یہ غریب ایک طرف تو اپنے جاگیر دار اور مقامی عہدہ داروں کے ظلم و ستم اور لوٹ کھسوٹ کے تلے دبے جا رہے تھے دوسری طرف یہ مذہبی پیشوا جونک کی طرح ان کا خون چوس رہے تھے۔ ۱۹ ویں اور اواخر ۲۰ وین صدی کے شروع میں اس طبقہ کی حالت اسقدر گر گئی کہ یہ انتہائی شرمناک حرکتیں اور سازشیں کرنے لگا۔ راسپوٹین اور اس کے ساتھیوں کی داستانیں آج روس کے باہر بھی ہر شخص جانتا ہے۔

پورے روس کے مذہبی پیشواؤں نے صرف ان غریبوں کے لوٹنے کھسوٹنے ہی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ روحانی قوت اور اثر کو برقرار رکھنے کے لئے ہر امکانی کوشش کی کہ اس طبقہ میں تعلیم کی کرن بھی نہ آنے پائے۔ ہر قسم کے توہمات اور جادو۔ ٹونوں اور معجزات کے چکر میں اس کچلی ہوی انسانیت کو ڈھکیل دیا۔ اس لئے کہ جبتک عوام پر ان ٹوٹکوں کا اثر تھا تب ہی تک انکے پو بارہ تھے۔ اس طبقہ کی یہ حرکتیں آہستہ آہستہ جاگیر دار طبقہ اور سارے نظام کے خلاف عوام کے دل میں انتقام کی آگ سلگا رہی تھیں۔ عوام کی لوٹ کھسوٹ کے علاوہ یہ طبقہ مخالف انقلاب قوتوں میں سب سے زیادہ پیش پیش تھا۔ انقلابی قوتوں کے خلاف حکومت کی سرگرمیوں میں سب سے زیادہ یہی طبقہ معین تھا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ جب انقلاب رونما

ہوا اور اسکے بعد زار شاہی کا طبقہ الٹ گیا تو سارے ملک کے عوام
نہ صرف یہ کہ سرمایہ داروں اور زمینداروں کے خلاف ٹوٹ پڑے
بلکہ غصہ اور نفرت کی آگ کا یہ طبقہ بھی شکار ہوا۔ اور بہت سارے
اس خلفشار میں موت کے گھاٹ اتر گئے۔ عوام نے اس جوش و خروش
میں بعض گرجاؤں کو بھی جلا دیا۔ ان واقعات کو سویٹ حکومت
سے کوئی تعلق نہیں تھا اس لئے کہ اسے ابھی پورے ملک پر اقتدار
حاصل ہی نہیں ہو سکا تھا۔ تمام دنیا کے پریس نے عوام کی ان
حرکتوں کے صحیح اسباب کو سمجھنے کی کبھی کوشش نہیں کی اور اس کا
سارا الزام حکومت پر لگا کر اسے سخت بدنام کرنا شروع کر دیا۔

سویٹ حکومت نے برسر اقتدار آتے ہی جنوری ۱۹۱۸ء میں
ایک حکمنامہ جاری کیا جس کی رو سے تمام گرجاؤں۔ مذہبی داروں
اور پادریوں وغیرہ کی زمینات پر حکومت کا قبضہ قائم کر دیا۔ مذہب
کو سیاست سے بالکل علیحدہ کر دیا۔ تعلیم کو مذہبی اداروں سے الگ
کر دیا ہر قسم کی مذہبی آزادی دیدی۔ اور تمام شہروں اور دیہاتوں
کے باشندوں کو یہ ہدایت دی گئی کہ گرجاؤں کی عمارتیں اسوقت
ان کے تحت دی جائینگی جبکہ وہ انکی تعمیر و مرمت کی ذمہ داری لیں
اور کم از کم بیس آدمی اس کو اپنی مذہبی ضروریات کے لئے استعمال
کرنیکے واسطے تیار ہوں۔ پادریوں کی گذر بسر کے لئے حکومت نے کوئی
ذمہ داری نہیں لی بلکہ اس کے پیروؤں پر اخراجات کا بار عائد کیا۔

روس میں بھی مذہب کے متعلق تقریباً وہی نقطہ نظر اختیار کیا گیا جو کہ انقلاب کے بعد ترکی میں اختیار کیا گیا تھا۔

انقلاب کے بعد جس طرح سویٹ حکومت نے مذہب کی تبلیغ کی آزادی دیدی تھی اسی طرح مذہب کے خلاف تبلیغ کو بھی اس نے نہیں روکا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ملک میں بے شمار مخالف مذہب انجمنیں قائم ہو گئیں۔ جنہوں نے بے شمار عجائب گھر قائم کئے اور تقریروں، پوسٹروں وغیرہ کے ذریعہ ہر جگہ اپنا پروپگنڈہ شروع کیا جس میں وہ بتاتے تھے کہ کس طرح گزشتہ سالوں میں یہ مذہبی پیوا اور مذہبی ادارے زارشاہی حکومت کے دست راست تھے۔ کس طرح وہ غریبوں کو لوٹتے تھے اور جہالت اور توہمات کے گڑھوں میں ڈھکیلتے تھے۔ لوگوں کو توہمات۔ قدامت پسندی اور جادو ٹونے وغیرہ سے نجات دلانے کے لئے مدارس میں سائنٹیفک اور ٹکنیکل تعلیم پر زیادہ زور دیا گیا اور لوگوں کو زندگی کے حقائق سے زیادہ سے زیادہ قریب لانے کی کوشش کی گئی۔

جیسے جیسے ملک میں صنعتی ترقی ہوتی گئی۔ تعلیم عام ہو گئی مخالف انقلاب قوتوں کا خاتمہ ہو گیا۔ امن اور خوشحالی کا ملک میں دور دورہ ہو گیا۔ جہالت اور توہمات جڑ و بن سے نکال پھینکے گئے تو اب یہ مخالف مذہب ادارے اور انجمنیں بھی آہستہ آہستہ ختم ہو گئیں اور ۱۹۳۶ء کے دستور کے لحاظ سے پادریوں کو بھی تمام شہری حقوق

دیدیئے گئے۔ اور انھیں بھی حق رائے دہی عطا کردیا گیا۔ حکومت کے اس عمل پر تبصرہ کرتے ہوئے اس زمانے میں اسٹالن نے اپنی تقریر میں کہا تھا" ایک زمانہ تھا جبکہ ان لوگوں نے عوام کے خلاف ایک کھلا محاذ قائم کردیا تھا اور سویٹ قانون کی خلاف ورزی کیا کرتے تھے۔ سویٹ حکومت نے جو انھیں حق رائے دہی سے محروم کردیا تو یہ حکومت کا طرز عمل ان کے خلاف رد عمل تھا۔ اس کو کافی وقت گزر چکا ہے۔ اس عرصہ میں ہم لوٹنے کھسوٹنے والے طبقہ کو مٹانے میں کامیاب ہو چکے ہیں اور سویٹ قوت نا قابل شکست ہو چکی ہے اور اب یہ طبقہ اس قابل نہیں رہا ہے کہ ہمیں کوئی ضرر پہونچا سکے"۔

اخلاق :۔ سویٹ روس کے مذہب کی طرح اخلاق کا مسئلہ بھی تمام دنیا میں بہت زیادہ زیر بحث آتا رہتا ہے لیکن اس مسئلہ پر غور کرتے وقت جذبات سے زیادہ کام لیا جاتا ہے اور حقائق کو سمجھنے کی کوشش کم کی جاتی ہے۔ اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ سویٹ روس میں اخلاق اور اخلاقی اصول کو تسلیم ہی نہیں کیا جاتا۔ حالانکہ یہ چیز واقعہ کے بالکل خلاف ہے۔ اخلاق اور نیکی کوئی مطلق بے جیز ول نہیں ہیں۔ ہر سوسائٹی میں اخلاق کا تصور بدلتا رہتا ہے۔ سود خواری جاگیر دارانہ نظام میں انتہائی معیوب سمجھی جاتی تھی اور آج سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد اسی پر قائم ہے اور جو سب سے

زیادہ سود کھاتا ہے۔ جس کے پاس بڑے بڑے بنک ہیں وہی سب سے زیادہ شریف۔ قابل عزت اور بڑا آدمی ہے۔ عہد غلامی اور جاگیرداری میں غلام رکھنا اور غلاموں کی پرورش کرنا شرافت کی نشانی سمجھا جاتا تھا لیکن سرمایہ دارانہ نظام میں اسے جرم سمجھا جاتا ہے۔ جاگیردارانہ سماج میں عورت کے لئے مرد سے علیحدگی چاہنا انتہائی معیوب سمجھا جاتا تھا۔ اور آج سرمایہ دارانہ سماج میں اس کو کوئی برا نہیں سمجھتا۔ اسی طرح سرمایہ دارانہ نظام میں کوئی چیز اس لئے خریدنا کہ اس سے اور زیادہ دولت پیدا کی جائے نہ صرف اچھا سمجھا جاتا ہے بلکہ ایسا شخص آیندہ چلکر اپنے ملک کا بڑے سے بڑا آدمی بن سکتا ہے لیکن یہ چیز سویٹ روس میں جرم سمجھی جاتی ہے۔ قدیم زمانہ میں بید کی سزا بچوں کی تعلیم کیلئے ضروری سمجھی جاتی تھی اور اب قطعاً ممنوع ہے۔ جاگیردارانہ نظام میں کئی کئی بیویاں رکھنا اور ان کے ساتھ لونڈیاں علیحدہ پالنا عین نجابت اور شرافت کی نشانی تھی اور آج یہ انتہائی بداخلاقی سمجھی جاتی ہے۔ سویٹ روس میں وہی چیز اخلاق کے عین مطابق ہے جو سوسائٹی کے ارتقاء اور ترقی میں معاون ہے۔ جو چیزیں سوسائٹی کے مفاد کے خلاف ہیں وہ اخلاقی نقطہ نظر سے بھی خراب ہیں۔ چنانچہ سوسائٹی اور افراد ایک دوسرے کے مفاد کو آگے بڑھاتے ہیں۔ سوسائٹی کا یہ فرض ہے کہ وہ افراد کو طبقہ واری لوٹ کھسوٹ سے محفوظ کر دے۔

ہر قسم کا معاشی تحفظ بہم پہونچائے بے روزگاری سے نجات دلائے۔ بیماری اور ضعیفی میں معاشی تحفظ مہیا کرے۔ راحت اور آرام پہونچانے اور دماغی اور روحانی نشو ونما کے ذرائع مہیا کرے اور افراد کا یہ فرض ہے کہ اپنے ذمہ کے تمام کام انتہائی ذمہ داری سے پورا کریں ایسا کوئی کام نہ کریں جس سے کسی کو کسی قسم کا نقصان پہونچنے کا خدشہ ہو وہ نقصان مادی بھی ہو سکتا ہے اور روحانی بھی۔

اس سلسلہ میں سب سے اہم چیز صحت کی برقراری ہے سوسائٹی اور حکومت کا فرض ہے کہ افراد کے لئے عمدہ مکانات مہیا کرے۔ صفائی کا انتظام کرے۔ ہر قسم کے طبی وسائل مہیا کرے۔ اور ہر شخص کو اپنی صحت برقرار رکھنے کی تعلیم دے۔ اس کے ساتھ ہی افراد کا یہ اخلاقی فرض ہے کہ وہ خود صاف ستھرے رہیں۔ روزانہ نہائیں۔ ہر قسم کی غلاظت سے نفرت کریں۔ روزانہ ورزش کریں غذا میں احتیاط برتیں اور اس کے ساتھ سگرٹ نوشی۔ شراب نوشی اور جنسی تعلقات میں احتیاط برتیں جو ان اخلاقی فرائض کو پورا نہیں کرتے وہ سوسائٹی میں اچھی نگاہ سے نہیں دیکھے جاتے اور اس لئے ہر شخص ان چیزوں کا خیال رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ملک کی صحت جسمانی مسلسل بہتر ہو جاتی رہی ہے۔ ملک میں شراب نوشی اس لئے معیوب نہیں سمجھی جاتی کہ کسی قانون میں اس کا پینا جرم تبلایا گیا ہے

بلکہ اس کے پینے سے آدمی کے دل و دماغ معمولی حالت پر قائم نہیں رہتے۔

ہم اپنی سوسائٹی میں جب کسی شخص کے اطوار کا تذکرہ کرتے ہیں اور کسی کے اخلاق اور چال و چلن کی برائی کرتے ہیں خصوصاً کسی عورت کے چال و چلن کی تو ہمیشہ ہماری مراد جنسی تعلقات سے ہوتی ہے۔ سوئیٹ روس کے جنسی تعلقات کے مسئلہ کو بیرونی دنیا میں بہت زیادہ اچھالا گیا ہے۔ اور کچھ دن پہلے تک یہ چیز عام تھی کہ سوئیٹ روس میں شادی بیاہ نہیں ہوتے بلکہ جو شخص جس عورت کے ساتھ چاہے اپنے تعلقات پیدا کر سکتا ہے۔ یہ تخیل باوجود اپنی انتہائی مضحکہ خیزی کے بہت عام رہا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کو سمجھنے کی عام طور پر بہت کم کوشش کی گئی ہے۔

انقلاب کے فوراً بعد جس طرح ملک کی معاشی زندگی میں ایک ہیجان اور طوائف الملوکی پیدا ہو گئی تھی اسی طرح سے معاشرتی زندگی بھی متاثر ہوئی تھی۔ صدیوں کے کچلے ہوئے مردوں اور عورتوں کو آزادی ملی تو اس نے انھیں آپے سے باہر کر دیا اور ہر قسم میں بے اعتدالیوں نے گھر کر لیا۔ اسی زمانے میں ایک اور یہ نظریہ بعض غیر مارکسیوں نے یہ عام کیا کہ چونکہ محبت اور شادی شخصی مسئلہ ہے اس لئے مرد اور عورتیں آزاد ہیں

جس طرح پر حسب خواہش کھانا کھا لیتے ہیں۔ پانی پی لیتے ہیں۔ اسی طرح جنسی تعلقات بھی حسب مرضی قائم کئے جا سکتے ہیں۔ لیکن کمیونسٹ پارٹی اور لینن نے خاص طور سے اس کی انتہائی شد و مد سے مخالفت کی کلارا زٹکن نے اپنی ایک ملاقات میں لینن کی ایک گفتگو کا حوالہ دیا ہے اس میں اس نے کہا ہے کہ "پانی کے گلاس کا نظریہ بالکل غیر مارکسی ہے۔ اور معاشرتی اصولوں کے خلاف ہے۔ جنسی تعلقات میں صرف انسانی فطرت کو ہی نہیں دیکھنا چاہئیے بلکہ اس کے کلچرل پہلوؤں کو بھی دیکھنا چاہئیے کہ وہ اعلیٰ ہیں یا ادنیٰ۔ اس میں شک نہیں کہ پیاس ضرور بجھانی چاہئیے لیکن کیا ایک اچھا بھلا آدمی معمولی حالات میں نالی میں گر کر سڑے اور گندے پانی سے اپنی پیاس بجھانا چاہیگا کیا وہ ایسے گلاس سے پانی پینا پسند کرے گا۔ جس میں دوسرے آدمیوں کے ہونٹوں کی چکناہٹ لگی ہوئی ہو؟ اس مسئلہ کا معاشرتی پہلو سب سے اہم ہے۔

پانی پینا اور پیاس بجھانا پھر بھی شخصی فعل ہیں لیکن محبت سے

دو آدمیوں کا تعلق ہوتا ہے اور ایک نئی زندگی وجود میں آتی ہے اور یہ تین جانوں کا مسئلہ بن جاتی ہے اس لئے یہ مسئلہ معاشرتی مسئلہ ہے جنسی تعلق صرف شخصی نہیں بلکہ پورے معاشرہ کا مسئلہ ہے

لنین کا یہ قول اور اصول ہمیشہ کمیونسٹ پارٹی کا نشان راہ رہا ہے۔ سوویٹ روس میں جیسے ہی امن وسکون ہوا معاشی اور معاشرتی خوشحالی پیدا ہوئی تو آہستہ آہستہ ان جنسی بے اعتدالیوں کا خاتمہ ہوگیا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شادی کے لئے صرف اسقدر کافی ہے کہ میونسپلٹی کے دفتر میں صرف نام رجسٹر کروالیا جائے اور مرد اور عورت دونوں کو اس کا اختیار حاصل ہے کہ وہ جب چاہیں ایک درخواست دیکر طلاق حاصل کر سکتے ہیں لیکن آج یورپ اور امریکہ کے ہر ملک سے کم طلاقیں روس میں ہوتی ہیں اس کی کئی بنیادی وجوہات ہیں۔ ایک یہ ہے کہ پورے ملک سے معاشی اونچ نیچ کا خاتمہ ہوگیا ہے اس لئے کوئی معاشی سبب دو نوجوانوں کی شادی کو نہیں روک سکتا نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ۱۸ و ۱۹ سال کی عمر میں تعلیم سے فارغ ہوکر برسر روزگار ہوجاتے ہیں اور فوراً شادی کر لیتے چنانچہ پورے روس میں ۲۰ سال سے زیادہ عمر کے غیر شادی شدہ نوجوان ایک ہزار میں ایک بھی نہیں ہیں۔ ایسی صورت میں جبکہ تمام شادیاں اپنی پسند کی ہوتی ہیں۔ شوہر اور بیوی پوری طور سے صحت مند ہوتے ہیں۔ انکی باہمی تمام

جنسی خواہشات پوری ہو جاتی ہیں۔ زندگی میں ہر قسم کا معاشی تحفظ حاصل رہتا ہے۔ نہ شوہر کے بیمار ہونے سے بیوی معاشی مشکلات میں مبتلا ہوتی ہے اور نہ بیوی کے بیمار پڑنے سے شوہر بچہ پیدا ہو جانے کے بعد گھر اور خاندان سے محبت اور وابستگی بڑھ جاتی ہے۔ اچھی صحت۔ آرام اور بے شمار قسم کی معاشرتی دلچسپیاں اور سرگرمیاں میسر رہتی ہیں ایسی صورت میں بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ایک عورت دوسرے مردوں سے جنسی تعلقات پیدا کرنے کی ضرورت محسوس کرے یا ایک مرد دوسری عورتوں سے تعلقات پیدا کرے۔ اس کے علاوہ شادی چونکہ ایک معاشرتی فعل ہے اس لئے طلاق کو سوسائٹی میں بری نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ قانون نے بھی اس پر رکاوٹیں پیدا کر دی ہیں مثلاً اگر کوئی شخص طلاق لے لے تو بچوں کی پرورش کی ذمہ داری ماں اور باپ پر رہتی ہے سارے روس میں آج کوئی پیشہ ور عورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ پیشہ وری نتیجہ تھی معاشی بدحالی کا۔ کون عورت ایسی ہو گی جو خوشی سے یہ لعنت اپنے سر لیگی ایک طرف سیکڑوں بیماریوں کے تلے کچلی جائے دوسری طرف سماج کی نگاہوں میں خوار رہے۔ آج ہر عورت کو مرد کے مساوی ہر طرح کے حقوق حاصل ہیں اور اس کے لئے بھی حکومت اسی طرح روزگار مہیا کرنے پر مجبور ہے جس طرح مرد کے لئے۔

شراب نوشی اور سگرٹ نوشی کے خلاف بھی گزشتہ چند

سالوں سے کافی جہاد جاری ہے اس لئے کہ دونوں سے ایک طرف صحت متاثر ہوتی ہے۔ اور دوسری طرف قومی دولت پر فضول بار پڑتا ہے۔ نوجوانوں اور بچوں کی انجمنیں اس جدوجہد میں سب سے زیادہ پیش پیش رہتی ہیں

انگلستان کے سب سے بڑے کنٹربری کے پادری مسٹر ہیولیٹ جانسن نے روس کی اخلاقی حالت کا تذکرہ کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے کہ "مجھے بڑی حیرت ہوتی ہے جبکہ یورپ اور امریکہ کے لوگ روس کی اخلاقی حالت کا تذکرہ کرتے ہیں۔ کیا ایسے لوگوں کو جنکے سارے نظام کی بنیاد دوسروں کی لوٹ کھسوٹ۔ ظلم اور جھوٹ پر ہو اسکا حق حاصل ہے کہ وہ سوئٹ معاشرت پر اعتراض کریں جہاں تاریخ میں پہلی مرتبہ انسان کو انسانی حیثیت حاصل ہوئی ہے۔ جہاں لوٹ عداوت۔ اور جھوٹ کی جگہ بھائی چارے اور اخوت اور انصاف کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ جہاں قومی نسلی، صنفی، طبقہ داری غرض کے سارے امتیازات یکسر مٹادیئے گئے۔ اور انسان کو بطور انسان کے سمجھنے کی کوشش کی گئی"